

سوانح
حضرت مُسْلِمِ بْنِ عَقِيلٍ عَلَيْهِ السَّلَام



مصنّف
زبدۃ العلمائید آغا ہدی لکھنوی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by: Rana Jabir Abbas



۷۸۶
۹۲۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

<http://fb.com/ranajabirabbas>

NOT FOR COMMERCIAL

50+

سبیل سکینہ
جلد اول نمبر ۸-۷-۱

سوانح

حضرت **مسلم ابن عقیل** علیہ السلام

سبیل سکینہ
جلد اول نمبر ۸-۷-۱

مصنف

زبدۃ العلماء سید آغامدی لکھنوی

ناشر

رحمت اللہ تک ایجنسی

بالمقابل بڑا امام بارگاہ، گھاٹ دروازہ کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

ہر پیسہ دو روپے

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۳۵	پیدائش اور حلیہ	۲۰	۶	قومی جرائد کی رائیں	۱
۳۵	نام اور لقب	۲۱	۸	کتاب کے مصادر	۲
۳۶	والدین	۲۲	۱۱	بسم اللہ الرحمن الرحیم	۳
۳۶	والد ماجد	۲۳	۱۱	تمہید	۴
۳۷	اسیری اور اسلام	۲۴	۱۲	پہلا مقدمہ عقیلؒ	۵
۳۷	علمی کمالات	۲۵	۱۴	دوسرا مقدمہ کوفہ	۶
۳۸	حسد کی وجہ	۲۶	۱۶	مسجد کوفہ	۷
۳۸	عقیلؒ پیغمبر خداؐ کی نظر میں	۲۷	۱۹	نقل مسجد کوفہ	۸
۳۹	بھائی سے ناجائز مطالبات	۲۸	۲۰	تیسرا مقدمہ قاضی شریح	۹
۳۹	عقیلؒ دربار معاویہ میں	۲۹	۲۳	قاضی شریح بن عبد اللہ	۱۰
	دربار میں عقیلؒ کے زلزلہ	۳۰	۲۴	چوتھا مقدمہ ہانی بن عروہؓ	۱۱
۴۰	افکن جوابات		۲۵	پانچواں مقدمہ طلوعہؓ	۱۲
۴۱	تہی دستی	۳۱	۲۶	چھٹا مقدمہ سلسلہ نسب	۱۳
۴۲	عقیلؒ کو منرائے سخت	۳۲	۲۶	ساتواں مقدمہ اولاد مسلمؒ	۱۴
۴۳	وفات عقیلؒ	۳۳	۳۲	شب عاشور فرزند ان مسلمؒ	۱۵
۴۴	حضرت عقیلؒ کا آخری مرتبہ	۳۴		کاجذیہ	
۴۴	خاندان پر صدقہ حرام ہے	۳۵	۳۴	عبداللہ بن مسلمؒ	۱۶
۴۴	نسل و خاندان	۳۶	۳۴	محمد بن مسلمؒ	۱۷
۴۵	حضرت مسلمؒ کی ماں	۳۷	۳۴	دختر مسلمؒ	۱۸
۵۱	خاندان مسلمؒ کے مشہور افراد	۳۸	۴۵	حضرت مسلمؒ کا تعارف	۱۹

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۶۶	روانگی و مسلم	۵۹	۵۱	حضرت اُم بانی رض	۳۹
۶۶	سقر میں پہلا شگون بد	۶۰	۵۱	افسانہ خواستگاری رسول	۴۰
۶۷	دوسرا شگون بد	۶۱	۵۲	رسول کی نظریں احترام	۴۱
۶۸	خط کا مضمون	۶۲	۵۲	علم و عمل	۴۲
۶۹	کوفہ میں داخلہ	۶۳	۵۲	اقتدار طبیعت	۴۳
۷۰	بصرہ میں حیاتی پیغام	۶۴	۵۳	اُم بانی رض کی شجاعت	۴۴
۷۳	پہلی قربانی نامہ بر کا قتل	۶۵	۵۴	وفات اُم بانی رض	۴۵
۷۴	حضرت مسلم کے مشکلات	۶۶	۵۴	پرورشِ مسلم بن عقیل	۴۶
۷۴	ابن زیاد کا بصرہ سے تبادلہ	۶۷	۵۴	ذاتی اوصاف	۴۷
۷۶	ابن زیاد کو کوفہ میں	۶۸	۵۵	زُہد	۴۸
۷۸	نقل مکان اور بانی رض کی میزبانی	۶۹	۵۵	عبادت	۴۹
۸۱	ابن زیاد کے قتل سے مسلم کا انکار	۷۰	۵۵	شجاعت	۵۰
۸۲	مسلم حضرت یوسف کی منزل پر	۷۱	۵۶	جہاد	۵۱
۸۲	شریک بس اُوروں کی وفات	۷۲	۵۷	شادی	۵۲
۸۳	تلاشِ مسلم میں حکومت کوفہ	۷۳		دربارِ معاویہ میں مسلم کی سخت گفتگو	۵۳
۸۴	کا جاسوس		۵۸		
۸۶	بانی کی المناک گرفتاری	۷۴	۵۹	واقعاتِ زندگی	۵۴
	بانی کی جنگ اور دشمن	۷۵	۶۱	سفرِ مسلم اور کوفہ کا سفر	۵۵
۸۹	کے نقصانات		۶۲	انتخابِ مسلم کا راز	۵۶
۹۱	قصر ابن زیاد پر ہجوم	۷۶		کربلا میں نہ رکھنے کے	۵۷
۹۳	حضرت مسلم کا خروج	۷۷	۶۳	علل و اسباب	
۹۶	گرفتاریاں	۷۸	۶۵	حسین کا خطِ اہل کوفہ کے نام	۵۸
۹۶	میعت شکنی کا آخری منظر	۷۹			

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۳۶	قبر	۱۰۱	۹۸	محمد بن کثیرؓ کی میزبانی	۸۰
۱۳۷	باب المراثی	۱۰۲	۹۸	محمد بن کثیرؓ کی مدافعت جنگ	۸۱
۱۳۸	طفلائِ مسلم کی شہادت	۱۰۳	۱۰۰	ضعیف العمر عورت کی میزبانی	۸۲
۱۳۹	نویں قربانی	۱۰۴	۱۰۱	طوہ کا گھمراؤ تا آخری آرامگاہ	۸۳
۱۳۴	دسویں قربانی	۱۰۵		ابن زیادؓ کا خطبہ اور گرفتاری	۸۴
۱۳۹	باب المراثی	۱۰۶	۱۰۳	پیر انعام	
۱۵۰	روضہ	۱۰۷	۱۰۶	حضرت مسلمؓ کی گرفتاری کا سامان	۸۵
۱۵۰	کرامات	۱۰۸	۱۰۷	شیر گرسہ کی جنگ	۸۶
۱۵۱	نقل روضہ	۱۰۹	۱۱۰	پہلوان کی لڑائی	۸۷
۱۵۲	تالوت	۱۱۰		اسیری اور زندگی کے آخری لمحات	۸۸
۱۵۲	حضرت مسلمؓ کی تعلیمات	۱۱۱	۱۱۲	لمحات	
۱۵۶	حضرت مسلمؓ کے پسماندگان	۱۱۲	۱۱۹	شہادتِ مسلمؓ	۸۹
۱۵۷	مقتولین کی فہرست	۱۱۳	۱۲۰	مرثیہ	۹۰
۱۵۷	مدیر اودھ پنج کھنڈ کے ناشر	۱۱۴	۱۲۱	ہانیؓ کی شہادت	۹۱
۱۶۰	علامہ کنتوی کے تاثرات	۱۱۵	۱۲۲	پانچویں اور چھٹی قربانی	۹۲
	ریگنزار مصر میں شجاعتِ مسلمؓ	۱۱۶	۱۲۳	گرفتاریاں	۹۳
۱۶۲	کے جوہر		۱۲۴	سرِ مسلمؓ نیرید کے سانچے	۹۴
			۱۲۵	شہادتِ مسلمؓ کے بعد کیا ہوا؟	۹۵
	حضرت امیر المومنینؓ کا	۱۱۷	۱۲۶	ساتویں قربانی	۹۶
۱۶۸	ایک اشارہ		۱۲۸	آٹھویں قربانی	۹۷
۱۶۹	آدابِ زیارت	۱۱۸	۱۳۳	اولادِ مسلمؓ	۹۸
۱۷۳	باب المراثی	۱۱۹	۱۳۴	عبداللہ بن مسلمؓ	۹۹
۱۷۵	منظوم سوانح حضرت مسلمؓ	۱۲۰	۱۳۵	محمد بن مسلمؓ	۱۰۰

طبع اول پر قومی جبرائیل کی رائیں

اخبار رضا کار لاہور | اس وقت ہمارے پیش نظر خدام عزز اکاچو دھواں

رسالہ ہر کار شہادت حضرت امام حسینؑ کے وفادار اچھی حضرت مسلم بن عقیلؑ کی سوانح عمری ہے جو شیعہ قوم کے سحر نگار مصنف مولانا سید آغا مہدی صاحب قیدہ رضوی مدیر ”الواعظ“ کے زور قلم کا نتیجہ ہے مولانا نے محترم متعدد کتابوں کے مصنف اور ایک خاموش دینی مبلغ ہیں۔ آپ عرصہ سے کوشش فرما رہے ہیں کہ شہدائے کربلاؑ کی سیرت دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوانح عمریاں مرتب کی جائیں۔ چنانچہ زیر نظر رسالہ بھی اسی سلسلہ عالیہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں عام فہم، سادہ اور دلکش پیرایہ میں واقعہ کربلا کے پہلے شہید جناب مسلمؑ کی حیات طیبہ کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مسلمؑ کے حیلہ حالات پر صیر حاصل تبصرہ کیا جائے۔ لہذا ہم بلا خوف و ہرجہ کہہ سکتے ہیں کہ مولانا نے محترم اس میں ایک حد تک کامیاب رہے ہیں جس کے لئے وہ قابل ستائش ہیں۔ ہم افراد قوم سے پُر زور سفارش کرتے ہیں کہ وہ مولانا کے محترم کی ہمت افزائی کرتے ہوئے حضرت مسلمؑ کی مقدس زندگی کا مطالعہ کر کے اپنے اندر جذبہ فداکاری اور وفاداری پیدا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ شہدائے کربلاؑ کی زندگی ایک بہترین شاہراہ عمل ہے۔

رضا کار لاہور۔ ۸ جون ۱۹۴۹ء

(الملاح) رسالہ مسلم ریویو بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں صفحہ ۵۶ پر قدیم ہندوستان کے بڑے اہل قلم ایس امیر علی منصوری ایم اے بی ایل ایف ٹی ایس ایف او آر ایس ایم جی ایل لندن کا تبصرہ انگریزی زبان میں قابل دیدہ ہے۔

اخبار سرفراز قومی گھر لکھنؤ | جناب مولانا سید انعامہدی صاحب قبلہ کی ذات گرامی بحیثیت مصنف و صاحب قلم کے

محتاج تعارف نہیں ہے۔ مدوح نے بہت سے مفید رسالے اور علمی مضامین تحریر فرما کر قابل قدر علمی خدمات انجام دی ہیں۔ فی الحال ہمارے سامنے آپ کی ایک اور کتاب سوانح عمری حضرت مسلم بن عقیلؓ موجود ہے۔ تالیف و تصنیف کی دشواریوں پر نظر رکھتے ہوئے یہ کتاب بھی بہت مفید اور دلچسپ ہے۔ موصوف نے ابتداء میں چھ مختصر مقامات درج کئے ہیں جن میں مندرجہ ذیل تذکرے ہیں۔ کوفہ، مسجد کوفہ، قاضی شریح، حضرت ابی بن عروہؓ، طوئہ، سلسلہ نسب۔ یہ تمام مقامات بہت دلچسپ ہیں اس کے بعد اصل کتاب کے مضامین ہیں جو بہت جستجو اور صحت سے مہیا کئے گئے ہیں مجموعی حیثیت سے کتاب قابل مطالعہ ہے۔ بعض مقامات پر مصنف کی دور رس نگاہوں نے نہایت عمدہ استنباط کیا ہے۔ ایک خاص بات کتاب سے اور ظاہر ہوتی ہے یعنی مصنف کے قوت مشاہدہ کی مثال میں وہ شعر پیش کیا جاسکا ہے جو مسجد کوفہ میں پتیل کے ٹہرے پر درج ہے اور مولف نے اس کو تحریر کیا ہے یا روضہ جناب مسلمؓ پر جو عبارات اور اشعار درج ہیں ان کا اندراج کتاب کی دلچسپی کو اور زیادہ کرتا ہے۔

آخر میں چند باتوں پر جناب مصنف کو توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا خیال رہے۔ ولادت جناب مسلمؓ کے متعلق تقریر ہے کہ رسولِ عربیؐ کا دور ختم ہونے کے بعد عہد حضرت امیرؓ میں پیدا ہوئے۔ یہاں تحقیق کو قدم آگے بڑھانا چاہیے تاکہ اجمال دفع ہو سکے (۲) حوالے مفصل ہونا چاہئیں تاکہ نگاہ تجسس اصل مآخذوں میں آسانی سے مضامین کو تلاشی کر سکے۔

”سرفراز“ مہفتہ وار المجلد ۱۹

معروضہ

پہلا مشورہ مدیر محترم کا یقیناً قابلِ توجہ ہے مگر ۲۶ سال کے بعد طبعِ دویم کی نوبت خدا الارباب ہے۔ ابھی تک جو تفصیل دریافت نہیں ہوئی اس پر قلم اٹھانے کے لئے تیار نہیں اور اختراع کی عادت نہیں۔
دوسری تجویز کی حتی الوسع تعمیل کی ہے اور حوالوں میں تفصیل انشاء اللہ آپ پائیں گے۔ و ما تو فیتی الا باللہ و هو حسبی و نعم الوکیل۔
مصنف



کتاب کے مصادر

- | | |
|---|--------------------------------------|
| ۱۔ البحر المحیط تفسیر ابن حیان اندلسی | ۱۔ ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ عربی |
| عربی۔ طبع مصر | ۱۔ ارشاد یہ چودھویں رات کا چاند |
| ۸۔ بحار الانوار جلد دہم علامہ مجلسی | از تاج العلماء اردو |
| ۹۔ تاریخ ابن دردی زین الدین ابن عمر | ۳۔ تحائف اہل اسلام طبع ۱۸۹۷ء |
| عربی۔ طبع مصر | مطلع الانوار |
| ۱۰۔ تاریخ الامم والملوک ابو جری طبری | ۴۔ ادب المفرد محمد بن اسماعیل بخاری |
| ۱۱۔ تصحیح النظر فی توضیح نکتہ الفکر مولوی | طبع قاہرہ ۱۳۵۵ھ |
| محمد حسین ہزاروی۔ | ۵۔ ازج المطالب عبید اللہ بسمل |
| ۱۲۔ تاریخ الکامل ابن اثیر جزری | امرتسری |
| عربی | ۶۔ اصابع فی تمیز الصحابہ ابن حجر مکی |

۲۵۔ ریاض المصاب مولوی محمد مہدی

ابن محمد جعفر۔ عربی۔ طبع ایران

۲۶۔ روضہ بہیہ شرح لمعہ (مشقہ)

شہید ثانی^۲

۲۷۔ شیون و شین مرزا بندوبست مضطر

طبع گلزار محمدی

۲۸۔ صواعق محرکہ۔ ابن حجر مکی۔ عربی

۲۹۔ ضیاء الابصار مولوی اکبر علی لکھنوی

۳۰۔ طبقات ابن سعد

۳۱۔ عروۃ الوثقیٰ۔ سید کاظم طباطبائی

طبع نجف اشرف

۳۲۔ غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار

طبع نو کشور ۱۸۷۷ء

۳۳۔ غر الخصال ابراہیم بن یحییٰ

دعوات طبع مصر۔ عربی۔ ۱۸۳۸ء

۳۴۔ قتال حسین کا مذہب

از سید العلماء۔ اردو

طبع سوئم۔ ۱۹۳۳ء

۳۵۔ مائتین فی مقتل الحسین علامہ کنوری

۳۶۔ مجمع البحرین فخر الدین بن طریح

عربی۔ طبع ایران

۱۳۔ تذکرہ خواص الامہ عربی سبب

ابن جوزی

۱۴۔ تنزیہ الانساب اردو۔

مولوی ماہ عالم طبع ۱۹۱۹ء

۱۵۔ تنقیح المقال علامہ مامقانی

عربی۔ طبع نجف

۱۶۔ جامع الاخبار محمد بن محمد عبد الرحیم

۱۷۔ جامع البیان تفسیر ابو جریر طبری

چاپ مصر۔

۱۸۔ جلاء العیون علامہ سید محمد باقر

مجلسی۔ فارسی

۱۹۔ حدیقۃ الاقالیم مرتضیٰ حسین

عثمانی۔ اردو

۲۰۔ حیات القلوب۔ مجلسی^۲

۲۱۔ ذکر شہید علیہ الرحمہ

۲۲۔ ذخیرہ رستگاری مولانا سید

علی اکبر خلف سلطان العلماء۔ اردو

۲۳۔ ربیع الابرار زرخشی۔

عربی۔ طبع مصر

۲۴۔ ریاض الجنان فی نیل مشہتی الجنان

مولوی اشرف علی۔ عربی۔ طبع ۱۲۷۷ھ

۳۷۔ مرآة البلاد ہاشم علی رضوی

مخطوطات، مکتبہ ممتاز العلماء

فارسی

۳۸۔ مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ

شوستری علیہ الرحمہ۔ فارسی

۳۹۔ مستدرک نہج البلاغہ آل

کاشف الغطاء طبع نجف اشرف

عربی ج ۲

۴۰۔ مستطرف شہاب الدین محلی

طبع مصر

۴۱۔ مخطوطات دکن نصیر الدین ہاشمی

۴۲۔ معجم البلدان یا قوت حموی بغدادی

عربی

۴۳۔ مفاتیح الغیب تفسیر کبیر

فخر الدین رازی مکتبہ ممتاز العلماء

طبع قدیم نسخہ۔ عربی

۴۴۔ مفاتیح الجنان شیخ عباس قمی

طبع نجف اشرف۔ فارسی

۴۵۔ مقتل ابی مخنف لوط بن یحییٰ

ازدی۔ طبع بمبئی۔ عربی

۴۶۔ من لا یحضرہ الفقیہ محمد بن

علی بن بابویہ قمی ملقب بصدوق

مطبع جعفری لکھنؤ (عربی حدیث)

۴۷۔ مناقب آل ابی طالب۔

ابن شہر آشوب۔ طبع بمبئی۔

عربی

۴۸۔ ناسخ التواریخ سپہر کاشانی

طبع بمبئی۔ فارسی

۴۹۔ نور العین ابواسحاق اسفہانی

۵۰۔ نور العین فی مشہد الحسین

قاضی صبغتہ اللہ۔ عربی

مخطوطات کتب خانہ آصفیہ دکن

۵۱۔ نور الاخبار فی تاریخ النبی وآلہ الاخیار

مولوی علی نقی حاکمی فارسی طبع بمبئی

۵۲۔ فتوحات بہنا شیخ علامہ محمد بن محمد

المعز عربی۔ طبع بمبئی ۱۲۸۶ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَنْتَ وَلِیُّ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ تَوَكَّلْ عَلَیَّ مُسْلِمًا وَاَلْحَقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ۔

پانے والے تو ہی دنیا اور عقبی میں میرا پرست ہے مجھے دنیا سے مسلمان اٹھا اور نیکیوں میں شامل فرما۔

علمی نقطہ خیال سے اردو کا مطلع جتنا پریشتر تاریک تھا تقریباً اس قدر اب نہیں ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ شہدائے کربلا کی شخصیت پر جس قسم کا سلسلہ تالیف میں نے شروع کیا ہے اس کے پڑھنے والے ملک میں کثرت سے نکلیں گے البتہ عمل کرنے والے چند سے زائد نہ ہوں گے لیکن میں اس سلسلہ میں ہرگز شکستہ خاطر نہیں ہوں۔ ہمیں اپنے فرائض کو استقلال اور خاموشی کے ساتھ ادا کرتے رہنا چاہیے اور اس امر سے بالکل نہ مایوس ہونا چاہیے کہ قوم سے قوت عمل دور ہے اور وہ اپنی اصلی ضروریات پر اب تک مطلع یا کم از کم متوجہ نہیں ہوئی ہے۔

حافظ و طیف کہ تو دعا گفتن است و بس

در بند این مباش کہ نشید یا شنید

فقیر باب اہل بیتؑ

آغا مہدی الرضوی

مسجد حسین چوک لکھنؤ

۲۹ شوال ۱۳۶۳ھ

تمہید حضرت معلم کی زندگی یقیناً گنجینہ معارف ہے وہ اس خاندان سے ہیں جس کے آگے دنیا، عزت، دولت، حکومت کے لئے موجود رہتی تھی۔ مگر وہ اس کی جانب متوجہ ہونا بھی حرام سمجھتے تھے۔ چچا جس عظمت و ملطنہ کار و حسانی فرما رہا تھا اس کا حال کسے نہیں معلوم۔ توارث کے اثر سے دنیاوی زندگی کی وقعت ان کی نظر میں ذرہ برابر بھی باقی نہیں رہی۔ بے ثباتی عالم کا مرقع نظروں کے سامنے تھا۔

انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ مال و متاع کو خیر یاد کہہ کر اپنی تمام ہمت اس دولت لازوال کی سعی حصول میں صرف کر دی۔ جس کا نام شہادت ہے۔

واقعہ کر بلا سے پہلے حسینیت کو منضبط کرنے اور کسی خاص نہج پر متعین کرنے کے لیے ایک پشرد کی ضرورت تھی۔ تلاش شروع ہوئی اور آخر کار نظر انتخاب جس پر ہکر رکھی وہ مسلم تھے۔ مجھے اسی انسان کا مکمل کمالات پیش کرنے کا فخر حاصل ہوا ہے۔ ان کی شہادت قہر ظلم و استبداد کی پہلی خشت تھی۔ وہ اگر قتل نہ ہوتے تو مذہب کا شیرازہ نہ بکھرتا۔ امانی کی شان و شوکت حال میں باقی رہتی اور واقعہ کر بلا ظہور میں نہ آتا۔ حضرت آدم سے حضرت خاتم النبیین ہر دور میں بہت سے نیک دنیا طالبان حقیقت کی وضع میں پھرتے رہے اور دینی تاجداروں نے ان کی نمائندگی عظمت کو خاک میں ملایا حضرت مسلم کو بھی کو نہ کے بہائم صفت انسانوں کا سامنا ہوا اور انہوں نے بے سرو سامانی اور کس میرسی کے علم میں جان دے کر چہرہ جہانم بے نقاب کر دیا۔ میں نے اس سوانح حیات میں اس مقصد کو شروع کرنے سے پہلے چند مقدمات نذر قسط اس کیے ہیں جن کو ظاہر نظر میں موقوف سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لیکن عنوان مطالعہ کو آگے بڑھانے کے بعد واضح ہو گا کہ شخصیت کا تعارف اور شہادت کی عظمت موقوف ہے مقدمات پر۔

عنوان تحریر میں حتی الامکان عربی عبارتوں سے قطع نظر کی ہے اور عیون الفاظ اور حوالوں کو فٹ نوٹ میں اپنے اپنے مقام پر جگہ دی ہے تاکہ پڑھنے والوں کے ذہن کو وحشت نہ ہو مطالعہ کے بعد معلوم ہو گا کہ مسلم حسینیت کے دائرہ سیاست کا مرکزی نقطہ تھے۔ ان کی ذات تقریباً ان تمام صفات کی جامع تھی جن کا مظاہرہ آگے چل کر کر بلا والوں نے کیا۔

پہلا مقدمہ عقیل

حضرت علیؑ کے بڑے بھائی تھے۔ یہ نام عرب میں اپنی معنویت کے لحاظ سے کثرت سے لوگوں کا تھا اور عوام و خواص

عقیل نام رکھنے پر ولایت ان کی پہچان تھی۔ میرت علی میں جایگان کی یاد اور ذکر ہے جس کا احصاء کرنا نہیں ہے بعض خصوصیات پر توجہ مبذول کرنے سے قارئین کتاب کو فائدہ پہنچا ہے۔ وہ معصومہ عالم فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی رخصتی کے جلوس میں شریک تھے اور جب بھاوج نے دشمنوں کے مظالم سے اس دنیا کو چھوڑا تو وہ جنازہ میں بھی حاضر تھے۔ ان کی رفیقہ زندگی عقیل بن عبد الرحمن خولانی کی بہن بھی تھیں ان کی اولاد کا کر بلا میں امام حسین پر قربان ہونا سب سے بڑی خصوصیت تھی اور ان کی نسل واقعہ کر بلا کے بعد قطع نہیں ہوتی۔ اولاد میں شرف الدولہ مشہور انسان تھے چنانچہ کتاب زہد امیر المومنین سے طبرسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب حکام الاخلاق میں صراحت کی ہے کہ شرف الدولہ ان کی نسل سے تھے۔ صاحب ابواب الجنان نے ان کی نجابت اور بلند ہمتی کی توفیق کی ہے اور یہ واقعہ تذکر قرطاس کیا۔ ناری عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہا جاتا ہے کہ شرف الدولہ حضرت عقیل کے خاندان کے امیروں میں تھا۔ حسب نسب اور بلند ہمتی سے اپنا نظیر رکھتا تھا۔ کسی دن ایک شخص اس کی بزم میں حاضر ہوا اور ساتھ چلا اور اپنی کوئی حاجت پیش کی اور چلتے وقت حاجت مند نے سادگی میں عرض کیا کہ ایسا الامیر لا تتلی حاجتی۔ سرکار میری ضرورت کو فراموش نہ کیجیے گا۔ جواب دیا جب میں تمہارا مطالبہ ادا کر دوں گا تو ضرور بھول جاؤں گا۔ یہ کہہ کر اس کی امداد کی۔ یہ جواب کس قدر عاقلانہ تھا۔ کسی کو فراموش کرنا مستحسن نہیں ہے مگر اس محل پر یہ یاد درکھنا ہی بہتر ہے۔ حضرت عقیل پر چند سطر میں سوانح حضرت محمد علیہ السلام طبع دوئم میں بھی ہیں۔

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ۲۔ مناقب ابن شہر آشوب ۳۔ ابواب الجنان ص ۲۶۴

دوسرا مقدمہ کوثر

یہ عراق عرب کا سب سے پرانا شہر ہے جس کی بنیاد حضرت آدمؑ کے مقدس ہاتھوں سے قائم ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ مسجد کوثر کو مسجد آدمؑ کہتے ہیں۔ کوثر نام اس لئے رکھا گیا کہ شہر کی بستی اور عمارتیں مثل دائرہ کے ہیں۔ عرب تنکوٰثا لقوم اس وقت کہتے ہیں جب لوگ چاروں طرف سے سمٹ کر آئیں اور گھیرا باندھ کر بیٹھیں۔ حدیث میں ہے کہ جب کوثر کی بنیاد قائم ہوئی ہے تو تمیز کا کام کرنے والوں نے کہا تنکوٰثا فی حدہ الموضع ای اجتمعوا۔ یہیں ٹھہر یعنی سب کے سب اکٹھا ہو جاؤ۔ پس اس دن سے یہ نام رکھ دیا گیا۔ کوثر کہے جانے کا ایک سبب یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کوثر لال رنگ کی مٹی کو کہتے ہیں اور یہاں کی زمین سُرخ مٹی مائل ہے۔ کوثر ان چار شہروں میں سے ہے جو خلاقِ عالم کی نظر انتخاب کے رہن منت ہیں۔ اور قرآن مجید میں ”لورسین“ کہہ کر جس خطہ کی قسم کھائی ہے وہ کوثر ہی ہے۔ حدیث میں ہے کہ کوثر حرمِ خدا، حرمِ رسولؐ، حرمِ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ علیہم السلام ہے وہاں ایک درہم کسی محتاج کو دینا دوسری جگہ کے ستودہموں کی خیرات کے برابر ہے اور کوثر کی دو رکعت نماز اجر و ثواب میں ستورکتوں کے مساوی ہے۔

کلامِ عرب میں اس شہر کو ”کوفان“ کے لفظ سے بھی یاد کیا ہے۔ جس میں الف اور نون کی زیادتی ہے۔ جناب امیر کے حکیمانہ خطبہ میں ہے۔ اے کوفان تجھ پر دئے ہو کس قدر پاک ہے تیری ہوا اور کتنی سرسبز ہے تیری زمین تجھ سے

۱۔ مراۃ البلاد قلمی کتب خانہ جناب ممتاز العلما و طبائراہ۔ ۲۔ مجمع البحرین لغت حدیث ۳۔ مفاتیح الجنان ۴۔ دیچک یا کوفان ما اطیب ہوائک الخ مستدرک نہج البلاغہ ص ۳۱ جلد دوم چھاپہ نجف اشرف

نکلنے والا گناہ لے کر نکلا اور تجھ میں آنے والا رحمت لے کر آیا سلسلہ شبانہ روز ختم نہ ہوگا کہ ہر مومن تجھ میں آنے پر تیار ہوگا اور ہر فاسق ٹھہرنے پر گھبرائے گا۔ یہ آبادی غالباً ظہور حضرت حجتؑ کے زمانہ میں ہونے والی ہے کوۃ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہ ہمارے امام عصرؑ کا صدر مقام ہونے والا ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے اپنی علم افروز نرم میں یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ ظہور کے موقع پر کوۃ کی آبادی اس قدر بڑھے گی کہ کربلا کی دونوں نہروں تک کوۃ کے مکانات کا سلسلہ آجائیے گا اگر مڑکوں کے نام یاد اسلاف کے جذبہ میں نہیں رکھے گئے تو کوۃ میں اب تک وہ آثار موجود ہیں جن کا بھی ریشہ حاصل تھا۔ چنانچہ "شارع مالک" اشترؑ کو چہ مالک اشترؑ کا نشان آج بھی باقی ہے۔ تمام اہل کوۃ کو بے وفا کہنا ہرگز درست نہیں ہے۔ بے وفائی کا تعلق اسی عذر طبع سے ہے جس کے ظاہر و باطن میں آسمان و زمین کا فرق تھا اور عہد شکنی جس کے بایں ہاتھ کا کھیل تھا ورنہ اہل کوۃ میں ایسی فردیں بھی ہر دور میں رہیں جو پیکرِ وفا تھے۔ میثم تمارؑ، کمیل بن زیادؑ، رشید ہجرؑ سب کوۃ کے رہنے والے تھے اور خاص شہادتِ حسینؑ کے موقع پر کوۃ سے جو مدد پہنچی وہ کسی طرح نظر انداز نہیں ہو سکتی۔ آئندہ کے بیانات سے انشاء اللہ العزیز معلوم ہوگا کہ کوۃ میں کیسے سرفروش موجود تھے۔ اس میں شک نہیں کہ شہادتِ حسینؑ کے بعد کوۃ ویران ہوا اور ان بازاروں میں جہاں کبھی آئینہ بندی تھی صدیوں خاک اڑتی رہی لیکن زمانہ کا انقلابی دربار پھر کوۃ میں رونق پیدا کر رہا ہے جو پیش خیمہ ہے ظہور حضرت حجتؑ کا۔ بادیہ نشین عرب تیرہ سو برس پہلے جس دورِ انحطاط سے گزر رہے تھے اس زمانہ

لے والتصلت بیوت اہل کوۃ بنھری کر بلا ارشاد شیخ مفید

میں دیاں سے

گھروں میں نہ غلہ نہ جنگل میں کھیتی پڑھ اور کل کائنات اس کی یہ تھی
تو صنعت و حرفت کا چرچا تھا نہ کوئی خاص تجارت تھی جو عرب کے سوا
دوسرے شہروں میں نہ ہو اس لئے ہم وہاں کی کسی شے کا نام نہیں جانتے جس کو
دنیا کے سامنے پیش کریں۔ البتہ کوفہ باب مدینہ علم کی منزل تھا اس لئے خط کوئی
ایسا مشہور ہوا کہ دنیا کے ہر علم نواز حلقہ میں اس کے کتبے موجود ہیں کوفہ میں
مسلمانوں کی مخلوط آبادی تھی اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ تمام اہل کوفہ شیعہ تھے
خط کوئی حضرت امیر المومنینؑ کی ایجاد ہے۔

مسجد کوفہ مساجد میں خانہ کعبہ کے بعد دنیا کی سب سے قدیم اور قابل احترام
عمارت مسجد کوفہ ہے جس کی عظمت و امتداد پر فریقین میں
اتفاق ہے۔ سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کی معتبر کتابیں مسجد کوفہ کو انبیاء کرام کا محل
ثابت کرتی ہیں اور اب تک وہاں بعض انبیاء کی نمازوں کی یادگار قائم ہے پیغمبرؐ
نے شب معراج اس مسجد کے محاذ میں پہنچ کر نماز پڑھی اور جبریلؑ اس نے تعارف میں
عرض کیا کہ یہ وہ مسجد ہے جسے میں نے بیٹے مرتبہ آباد کیا اور بیٹے مرتبہ ویران ہوتے
دیکھا اور ہر دو مرتبہ کے دوران میں پانچ سو برس کا فاصلہ ہے۔ اس بناء پر مسجد
کی تاسیس واقعہ معراج سے دس ہزار سال پہلے معلوم ہوتی ہے۔

جائے عبادت ہونے کے ساتھ اس زمین کے ذریعے انبیاء کی حقیقت کے بھی
ثبوت ہیں اور حضرت نوحؑ کی بدکردار امت کی تنبیہ کے لئے اس زمین کے ایک
جزو کو اپنی صداقت کی نشانی قرار دیا اور طوفانِ نوح یہیں سے شروع ہوا۔ اس

سہ صدیقۃ الاقالیم ۲۱۸

سہ من لا یحضر الفقیہ

۱۴

مسجد میں خالی بیٹھنا بھی عبادت ہے۔ اور یہاں پہنچ کر مسافر کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو نماز پوری پڑھے اور چاہے قصر کرے۔ جن لوگوں نے اس مسجد میں نماز پڑھی ہے یہ خدا کے سامنے ان کی غیر مسترد سفارش کرے گی۔ جناب امیر نے ایک طولانی حدیث میں فرمایا ہے کہ اگر لوگوں کو بیت چل جائے کہ مسجد کو فہم کتنے برکات ہیں تو وہ زمین کے ہر گوشہ سے کھینچ کر یہاں آئیں اگرچہ ان کو برستان میں بھی چلنا کیوں نہ پڑے۔ دوسرے موقع پر حضرت نے اس مسجد کو مسلمانوں کے قبلہ اولیٰ پر فضیلت دی ہے۔ ایک شخص خدمت مبارک میں آیا اور عرض کیا کہ میں بیت المقدس جانے والا ہوں زادور احمد سب فراہم کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ سفر خرچ صرف کر دے اور سواری بیچ ڈال اور اس مسجد میں بیٹھ رہ۔ یہ مسجد ان مسجدوں میں سے ہے جس میں دو رکعت نماز کی دس رکعتوں کے برابر ہیں اور مسجد کے دروازہ سے لے کر بارہ میل تک اس کی برکت پھیلی ہوئی ہے۔ اسی طرح ایک ہزار گز تک زمین کے نیچے اس کے برکات پہنچے ہوئے ہیں۔ اس میں ایک ہزار نبی اور صحابی نے نمازیں پڑھی ہیں۔

مسجد کو فہم کا یہ غیر معمولی فضل و شرف جناب امیر المومنین کے پیش نظر تھا اور آپ کو اپنے دور حکومت میں موقع مل گیا کہ اس مسجد کو ہمیشہ اپنی تبلیغ کا مرکز رکھا۔ اگر آپ کی جگہ کوئی جاہ پرست انسان ہوتا تو دارالحکومت کی فلک نما عمارت بنوا کے شاہانہ طور پر قیام کرتا لیکن وہ تو اپنے عملیات سے دنیا میں ذہنی انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کی دُور بین نگاہیں ظاہری سطحوں

لہ جامع الاخبار ۳ شرح لمعہ ذکرئی ۳ من لا یحضرہ ۳ من لا یحضر
معجم البلدان شہاب الدین ابی عبد اللہ یا قوت بن عبد اللہ حموی بغدادی

پر نہیں پڑیں۔ پانچ سال تک حکومت کو اسی مسجد میں ایسا فروغ دیا کہ کہیں ذکرہ القضاء
کہیں بیت الطشت، کہیں باب ثعبان، مسجد کا چپہ چپہ ان کے عدل و انصاف کا
گہوارہ ہے تو کہیں غراب خون کے چھینٹوں سے رنگین ہے۔ اس مقام پر جہاں
نماز صبح کے اثناء میں آپ کے سر مبارک پر ابن ملجم کی ضرب لگی بیتل کا ایک کٹہرا
لگا ہوا ہے جس پر یہ شعر تحریر ہے ۷

سجود بود بر گاہ خالق اکبر ۸؛ ز دند تیغ بفرق علیٰ ادیں محراب
حضرت آدمؑ سے حضرت خاتمؑ تک بیشتر نبی اور وحی نبی سفر کر کے آئے
اور نمازیں پڑھ کے چلے گئے مگر کسی نے کو نہ کو اپنا گھر نہ بنایا مگر جناب علی بن ابی
طالبؑ نے مستقل سکونت اختیار کی اور مسجد کے برکات کو اپنا لیا۔ بیشک حضرت
نوحؑ کا گھر بھی اسی مسجد میں تھا مگر وہ گھر طوفان آجانے سے قہراً لود نہایت ہوا
اور علیؑ کا گھر رحم و کرم کام کرنا تھا۔ اور یسٰی نبیؑ بھی اس مسجد میں بیٹھ کر پڑے سیتے
اور درس دیتے تھے مگر کوئی بیان کرنے والا نہیں کہ وہ کیا درس تھا۔ لیکن علیؑ نے
منبر کو نہ پر جو درس دیا وہ دنیا قیامت تک فراموش نہ کرے گی۔ مسجد کو نہ کا دروازہ
باب الثعبان اژدھے والا بہت مشہور ہے۔ اس دروازے سے جن اژدھے کی
سورت میں داخل ہوا تھا اور جناب امیر و عظماء فرما رہے تھے۔ اموی دور میں اس
دروازہ پر ہاتھی باندھا گیا تاکہ لوگ باب الفیل کہنے لگیں اور فضیلت پر پردہ
پڑ جائے۔

یہ فضیلت مسلمانوں میں ناقابل انکار ہے کہ جناب علی بن ابی طالبؑ کا
دروازہ مسجد نبویؐ میں کبھی بند نہیں ہوا اور آپ کی گزرگاہ خانہ ر خدا کی طیب و طاہر

عہ ریاض الجنان فی نبل مشتی الجنان مولفہ مولوی اشرف علی ابن عبدالعلی مطبوعہ ۱۳۷۷ھ

زمین تھی لیکن تاریخ سے یہ بھی واضح ہے کہ آپ کے کوفہ والے گھر کا دروازہ بھی مسجد کوفہ کی حدود میں تھا۔ ایک مسلم الثبوت شاعر مسجد کوفہ سے اپنے ہم ارادت مندی کے ذیل میں خصوصیات مسجد بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ”اور وہیں امیر المومنین کا دروازہ بھی تھا جہاں سے آپ آتے جاتے تھے“

نقل مسجد کوفہ | مسجد کی عظمت کے لحاظ سے اس خانہ خدا کی شیبہ بھی اقطارِ عالم میں کئی جگہ بنائی گئی اور ہندوپاک اس یادگار کے مظہر ہیں۔

وہ علاقہ سندھ میں قلعہ بھنبھور کے کھنڈرات بحشم خود دیکھنے کے بعد میں اس نتیجہ تک پہنچا کہ قلعہ پر حوقبل میلاد عیسیٰ کی بنیاد ہے جب مسلمانوں کا اقتدار قائم ہوا تو ایک مسجد بنائی گئی جس پر انتھالی عمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الآخر کی آیت کریمہ ثبت ہوئی۔ یہ سطح قطعہ زمین وہاں اب بھی نمایاں ہے اور رہے سہے حروف میں سنگ تعمیر کے جو خط کوفی تھا جہاں تک مٹی ہوئی تحریر پڑھی گئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ متوکل عباسی کے زمانہ کی عمارت تھی جس کو بیدار مغز حکومت پاکستان نے کھدائی میں زیر زمین سے نکال نکال کر میوزیم کی بلڈنگ میں منظر عام کے لئے لٹب کیا ہے اور خط کوفی کو عربی خط نسخ میں منتقل کر کے بورڈ پر لکھا ہے ”مما امر به الامير هارون بن محمد مولی امیر المومنین اعزہ اللہ علی یدی علی بن عیسیٰ مولی امیر المومنین۔ امیر ہارون بن محمد مولی امیر المومنین اللہ سے عزت بخشے نے علی بن عیسیٰ مولا امیر المومنین (اللہ سے

۱۹۸

مکرم بنائے کے ذریعہ ۲۳۹ھ مطابق ۸۵۲ء عیسوی میں اس کی تعمیر کا حکم دیا۔
فریم کی انگریزی اور اردو تحریر میں یہ بھی درج ہے کہ یہ مسجد کوفہ کی مسجد سے
بہت مشابہ تھی اور دارالانشاء کا عملہ بتاتا ہے کہ قدیم ہندوستان کی پہلی مسجد
یہی ہے۔ یہ تشابہ بانی مسجد کے مذہب پر بھی دلیل ہے اور سوال باقی نہیں رہتا
کہ وہ کس عقیدے کا شخص تھا۔ ہر حال یہ عمارت امام علی نقی علیہ السلام کے
زمانہ کی تعمیر ہے۔ دسویں امام کی وفات ۲۵۲ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے
بانی متوکل کا حلقہ بگوش تھا۔

۱۷) مکمنوں میں شبیہ مسجد کوفہ جو روضہ کاظمین سے ملحق واقع ہے آخری
سلطنت اودھ کی تعمیر ہے جہاں ہجرت سے پہلے مجھے بار بار نماز صبح (کی عجات)
پڑھانے کی نوبت آئی۔ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بھی شرف الدولہ بانی کاظمین کی
بنیاد ہے اور روضہ کاظمیہ ہے یا کوئی دوسرا روشن خیال بانی تھا دونوں عمارتیں
حسین آباد ٹرسٹ کے زیر انتظام ہیں۔ چاروں طرف محراب اور نماز پڑھنے کی
جگہ ہے کچھم کا درجہ محراب و منبر سے قبلہ رخ صحن وسیع اور اینٹیاں کے مصلوں
کی جگہ طوفانِ نوح کا نشیبی حصہ دھوب گھڑی کا نشی ستون جو اصل میں بمنزلہ
شاخص ہے یہ عمارت للارنگ کی ہے اور وضو کا حوض دروازہ سے متصل
ہے۔ یہ تھے مسجد کوفہ کے حالات جس پر مختصر تبصرہ کے بعد یہ مقدمہ ختم کیا
جاتا ہے۔

تیسرا مقدمہ قاضی شریح | کوفہ میں محکمہ قضاء سپرد تھا۔ ولایت
میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض اہل تحقیق
کہتے ہیں کہ ان کا پورا نام حرث بن قیس کنڈی تھا اور ایک گروہ کا بیان ہے
کہ ان کے باپ کو بانی کہتے تھے۔ مشہور لوگوں کی ولایت میں اکثر اختلاف

ہو جاتا ہے۔ ابوہریرہ کے باپ کا کیا نام تھا؟ اس کے جواب میں تقریباً بیس نام بتائے جاتے ہیں۔ اصلیت کا خدا کو علم ہے۔ شریح لقب تھا جو نام پر غالب آیا۔ ابوامیہ کنیت تھی خلافت دوم میں شریح کو قاضی بنایا گیا حکومت سے ان کی تنخواہ مقرر تھی۔ پچھتر برس تک اس عہدہ پر برقرار رہے۔ صرف فتنہ ابن زبیر کے زمانہ میں تین برس تک کام نہیں کیا۔ حجاج کے دور حکومت میں انہوں نے استعفیٰ دیدیا جسے منظور کر لیا گیا اور پھر مرتے دم تک شریح نے کسی کا فیصلہ نہیں کیا۔ شریح احکام صادر کرتے وقت اور فیصلہ میں کبھی بڑی ذہانت سے کام لیتے تھے۔ ایک عورت ان کے پاس اپنا قضیہ لے کر آئی اور شریح کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ عراق کے عالم شعبی نے کہا اے ابوامیہ دیکھتے ہو کس طرح رو رہی ہے شریح نے برجستہ کہا کہ یوسفؑ کے بھائی بھی تو روتے ہوئے آئے تھے حالانکہ جھوٹے تھے۔ وہ تابعین میں تھے پیغمبر خداؐ کے اصحاب کا زمانہ پایا تھا۔ خود رسولؐ کو نہ دیکھا تھا۔ اگر تابعی تھے تو بظاہر کمسنی میں حضرت عمرؓ نے ان کو اس عہدہ پر سرفراز کیا اور شریح اپنے افعال و اقوال سے اس احسان کو ہمیشہ محسوس کرتے رہے اور خاندان رسالتؐ سے اس کو کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی۔ شریح حالت امکان میں آل رسولؐ سے علمی مدد لینے پر بھی تیار نہ تھے۔ ایک مرتبہ ام المومنین بی بی عائشہؓ سے موزہ پر مسج کرنے کے بارے میں سوال کیا

۱۔ تصحیح النظری تو مبیع نکتہ الفکر از مولوی محمد حسین ہزارویؒ غایۃ الادوار ترجمہ اردو در المختار ص ۲۱۶ مطبوعہ نو الکثیر کانپور ۱۸۷۶ء سے مجمع البحرین (نعت حدیث) ۲۔ حجاج شوال ۹۵ھ میں ہلاک ہوا ۳۔ تفسیر مفاتیح الغیب فخر الدین رازی ص ۵ شعبی نے زید بن عبد الملک المتوفی ۱۰۵ھ کے ایام دولت میں انتقال کیا۔

”انہوں نے جواب دیا کہ علیؑ کے پاس جاؤ۔ وہ رسول خدا صلعم کے ساتھ ہر سفر میں رہے ہیں۔“ البتہ میراث خنثی کے موقع پر شریع نے جناب امیر المومنینؑ سے مجبوراً رجوع کی ہے یا ایک پدر مردہ جو ان کے بارے میں شریع نوعیت واقعہ نہ سمجھے اور جناب امیرؑ سے جواب پوچھا۔ شریع نے ایک مرتبہ خود حضرت علیؑ کے خلاف فیصلہ کر دیا تھا۔

ان حضرت کی زرہ کسی نصرانی کے پاس دستیاب ہوئی اور آپ اس کو لئے ہوئے شریع کے پاس آگئے اور مسند کے ایک گوشہ پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اگر میرا مدعا علیہ مسلمان ہوتا تو میں اس کے برابر کھڑا ہوتا۔ یہ فرما کر قاضی شریع سے کہا کہ یہ زرہ میری ہے۔ نصرانی نے انکار کیا (راوی کا بیان ہے کہ جناب علی مرتضیٰؑ کا دعویٰ ہرگز غلط نہ تھا) شریع نے پوچھا (یا علیؑ) آپ کے پاس کوئی گواہ ہے۔ حضرتؑ نے کہا نہیں۔ نصرانی زرہ لے کر چلا گیا اور حضرت علیؑ داد رسی میں بظاہر ناکام رہے لیکن وہ نصرانی تھوڑی دور گیا تھا کہ واپس آیا اور کہا اشہد ان لا اثم الا اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے برحق کے سوا کوئی معبود نہیں اور انبیاء کے الہی احکام ایسے نکلتے ہیں کہ خود امیر المومنینؑ مجھے قاضی کے پاس لے جائیں اور قاضی ان پر قضاء کا حکم جاری کر دے ایسی ہی اسلام لے آیا اور اقرار کیا کہ یہ زرہ جناب امیر المومنینؑ کی جنگ صفین کے سفر میں گر پڑی تھی۔ آپ اس کے مسلمان ہو جانے پر بہت خوش ہوئے اور وہ زرہ اس کو بخشدی اور ایک گھوڑا بھی عطا فرمایا۔ وہ نصرانی خوارج کی جنگ تک آپ کے ساتھ رہا۔

ملو تفسیر کبیر ص ۵۹۸ جلد سوم ۱۵ ارشاد شیخ مفید

کوفہ کے حکم قضا سے شریح کی مالی حالت بہت کچھ بڑھ گئی اور وہ وقت آیا کہ اشی دینار کو شریح نے ایک مکان خریدا۔ یہ رویہ بحیثیت ایک تاجدار طبع مبارک پر بار ہوا اور قنبر کو بھیج کر قاضی شریح کو طلب کیا اور مکان خریدنے کا ذکر کیا، اٹھے شریح خدا سے ڈر۔ عنقریب وہ آئے والا ہے جو نہ تو تر سے دستاویز کو دیکھے گا۔ نہ گواہوں سے کچھ پوچھے گا۔ تجھے اس گھر سے باہر کر کے قبر میں پہنچا دے گا۔ اس معاملہ میں مالک مکان کی ملکیت میں شبہ اور قیمت کے کسب حلال سے نہ ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے آخر کلام میں فرمایا کہ اگر ایسا ہوگا تو بیعنا من غلط ہے اور تو دنیا و آخرت دونوں جسکے نقصان میں رہے گا۔ یہ فیصلہ قاضی شریح کی مذہبیت کے یقیناً خلاف ہے شریح کے بیٹے کا نام اسد تھا۔ وہ بھی اہلبیت کا دوستدار نہ تھا۔

شریک بن عبداللہ | قاضی شریح کے بہت بعد تھے۔ ان کا پورا نام یہ تھا۔ ابو عبد اللہ شریک بن عبد اللہ بن شریک

مہدی باللہ کے زمانہ میں ان کو بغداد کا قاضی بنایا اور بادی باللہ نے اپنے دور حکومت میں ان کو اس عہدہ سے معزول کیا اور کوفہ میں کچھ عرصہ میں وفات پا گئے۔ ان کی رائے صائب ہوتی تھی جوابات بر حستہ دیتے تھے۔ اگرچہ ان کو حکام جو ریہ شمار کیا گیا ہے۔ مگر ان کے دل میں جناب علی مرتضیٰ کی خاص عزت تھی۔ کسی نے ان کے سامنے معاویہ کو حکیم بنایا تو فوراً جواب دیا کہ جو حق کو نہ پہچانے او جناب علی مرتضیٰ

۱۔ یہ واقعہ ارشاد یہ میں حضرت تاج العلماء طاب خراہ نے اور ذخیرہ رستگاری میں
میں مولانا سید علی اکبر صاحب مرحوم دہلی مکمل کرنے لکھا ہے۔ ۲۔ فاذا انت قد خسر
الدارین جميعا الدنيا والاخرة۔ ۳۔ ناسخ التواریخ ۴۔ تاریخ ابن وردی

سے جہاد کرے۔ وہ حکیم نہیں ہو سکتا، شریک کا ائمہ حدیث میں شمار ہے۔ حدیث قدیر کی روایت ان سے موجود ہے۔

چوتھا مقدمہ حضرت ہانی بن عروہ | کوثر کے سوا آوردہ شخص تھے۔ تمام قبائل عرب ان کی عزت کرتے تھے۔

عرب کا بچہ بچہ ان کی شرافت و نجابت کا گواہ تھا۔ انسانی ہمدردی اور مہمان تواری ذاتی اوصاف کی وجہ سے وہ ہر دلعزیز تھے۔ کوثر میں ان کی بزرگاہ حیثیت تھی۔ جب وہ گھر سے نکلتے تھے تو بارہ ہزار آہن پوش سوار ہمراہ رکاب چلتے نظر آتے تھے اور عام لوگ ان کا کہنا مانتے تھے۔ ابن زیاد کی نگاہ میں بھی ان کی عزت تھی ان کی عمر تسو برس کی بتائی جاتی ہے۔ اگر یہ قول صحیح ہے تو پیغمبر خدا کے صحابی تھے اور حسنین کو آغوشِ نبی میں پرورش پاتے دیکھ چکے تھے محمد و آل محمد علیہم السلام کے عقیدت کیش تھے اور مودتِ اہلبیت ہی کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ بہادری اور استقلال ان کی خاص صفت تھی کسی مخالف طاقت سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔ ابن اثیر مورخ نے ان کے لیے لکھا ہے۔ وہ کٹر شیعوں تھے اور جنگِ صفین میں عمار یاثرم کے ساتھ شریک تھے۔ "جناب امیران کو سب سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ ممکن ہے کہ جناب امیر المومنین نے اپنے حکیمانہ اقوال میں ہانیؓ کو ان کے انجام سے باخبر کر دیا ہو مگر واقعات کے فقدان نے ایسا مواد ہم تک پہنچنے نہیں دیا۔ ہانیؓ کی بی بی زریجہؓ دشمنِ اہلبیت تھی اور اس کو ایسا ہی ہونا بھی چاہیے تھا۔ اس کا باپ عمر بن حجاج زبیدیؓ تھا جو کربلا پہنچ کر فوجِ شام میں فرات پر موکل ہوا۔

لے شیون و شین منہ

کہ کان شدید الشیعہ ندر شد صفین مع عمار تاریخ کامل۔
سہ ارشاد شیخ مفید و تاریخ اور روایت وہ ہانیؓ کا برادرِ نسبتی تمام اصحاب
قائلان حسنین کا مہرب صہ کان من اصحاب الناس الی امیر المومنین علیؓ و یار من الجناح عربی

رویکے لطن سے عیسیٰ پیدا ہوا اس کو بھی آلِ محمد سے کوئی عصیت نہیں تھی۔ وہ اپنے نانیہال کا پاٹ لیتا تھا۔ عیسیٰ اگر دوست دارِ اہلبیت نہ تھا تو کم از کم اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا اس کا فرض اولین تھا۔ لیکن ہانی کے بعد اس جذباتِ انتقام سے تار بخین خالی ہیں۔ زیارت میں ہانی کو عبد صالح (نیک کردار بندہ) مظلوم اور مجتہد کی گراں قدر لفظوں سے یاد کیا ہے۔ دیگر حالات انشاء اللہ اپنے محل پر آئیں گے۔

پانچواں مقدمہ طوعہ

بعض ذمہ دار لوگ طوعہ کو نوٹڈی کہتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ وہ اشعث بن قیس کے حلقہ اطاعت میں تھیں۔ جب اشعث نے آزاد کیا تو اُس سیدِ حضرمی کے ساتھ ان کا نکاح ہوا جو ابنِ زیاد کے حاشیہ نشینوں میں تھا۔ جس رات مسلم کے قتل کا سامان ہوا ہے وہ ابنِ زیاد کی آرا نگاہ پر پہرہ دے رہا تھا۔ طوعہ کے لطن سے بلال یا ہلال فرزند پیدا ہوا وہ بھی باپ کے رنگ پر تھا طوعہ کوفہ کی قدیم رہنے والی اور محبِ اہلبیت تھیں وہ اس گھر میں اسیہ صفت زندگی بسر کرتی تھیں۔ بیٹے سے ان کو ضرور محبت تھی اور وہ الفتِ مادری سے مجبور بھی تھی مگر بلال کو ماں کی اطاعت کا کچھ خیال نہ تھا طوعہ اگر کنیز تھیں تو ان آزاد عورتوں سے ضرور بہتر تھیں جن کے دلوں میں اولادِ فاطمہ کی محبت نہ تھی وہ زیورِ کمال سے راستہ تھیں عرب کی حمیت و فامہاں نوازی شجاعت و بہادری انسانی ہمدردی ان کے رگ و پے میں سرایت کے ہوئے تھی مذہب کے آگے وہ شوہر اور اولاد کا خیال نہ کرتی تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ بنی ہاشم اور خنبابِ مسلم کے بنی اعمام میں سے تھیں۔ ششہ میں ان کا بڑھا پاتا تھا۔ باقی کوائف آئندہ اپنے محل پر ذکر ہوں گے۔

سہ ریاض المصابی عربی چھاپا

چھٹا مقدمہ سلسلہ نسب
مندرجہ ذیل شجرہ ان اشخاص کو ظاہر کرنے کے
کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ جن کا اس سوارخ
حیات میں ذکر آئے گا۔

میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ ہوا خواہ ان یزید مادیت اور جہالت کی مضبوط زنجیروں میں ایسے جکڑے ہوئے تھے کہ دن دوپہر چلتی ہوئی دھوپ میں بھی ان کو پہچان نہ سکے۔ ان کو قرآن پہچانتا ہے، روح الامیں ان کے فضل و شرف کے گواہ ہیں۔ وحی و الہام کے حقیقت خیز پیام ان کے زندگی کے تصاویر (عکس) ہیں۔ انسان سہو و خطا کا مجموعہ لغزش اور نسیان کا پیکر ہے۔ اس لئے اس کو ٹوک کر بتانا پڑتا ہے کہ جس بلند مرتبہ انسان نے محمد عربیؐ کو اپنے سایہ عطفیت میں پرورش کیا تھا، اس کا نام (کنیت) ابو طالبؑ تھا اور ابو طالبؑ کی اولاد یعنی پیغمبرؐ کے چچرے بھائیوں میں عقیلؑ، جعفرؑ، علیؑ ایک سے ایک بہتر انسان تھا۔ کمالات کے لحاظ سے یہ سب علیم النظر مانے گئے ہیں۔ علیؑ سر شہر امانت و عصمت اور پیغمبر خداؐ کے بلا فصل جانشین تھے۔ جن کی خلافت کا غدر میں بیابانگ دہل اعلان ہو چکا تھا جعفرؑ سن و سال میں ان سے بڑے تھے۔ نصرت اسلام اور جنگ موتہ میں اپنے دونوں ہاتھ کٹ کر شہید ہوئے اور پیغمبرؐ نے پکار پکار کر کہا (مرنے والے بھائی) کو دو بال و پیر زمرہ کے عطا ہوئے ہیں اور وہ فردوس بریں کی وسعت میں پرواز کرتے ہیں۔ طیار لقب اسی وجہ سے ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے۔ نماز جعفر طیار جس کو فریقین نے روایت کیا ہے وہ سنی نماز ہے جو جعفر طیارؑ کے ذریعہ سے مسلمانوں تک پہنچی۔ عقیلؑ ان سے بزرگ تھے ان کی جودت طبع اور ذہانت حافر جو ابی حق گوئی کا عرب بھر میں نظیر نہ تھا بہت بڑے ادیب اور انساب عرب کے جاننے والے تھے۔ ان کی شان میں قرآن کی آیتیں ہوا الذی ابدلک بنصرہ و باطونین اور احادیث برابر سے وارد ہوئے ہیں۔ مسلم عقیلؑ کے فرزند نرینہ تھے۔ ان میں آبائی کمالات کے ساتھ شجاعت اور پرہیزگاری بھی بدرجہ اتم تھی۔ یہ حضرت امیرؓ کے بھتیجہ اور

داماد اور حسین بن علیؑ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی تھے۔ سید الشہداء اور وحی فداہ کی ایک سوتیلی بہن ان سے منسوب تھی جن کا نام رقیہؑ تھا۔ وہ حضرت معصومہؑ عالم کے بیٹ سے نہ تھیں۔ مگر عصمت کے ماحول زینبؑ و ام کلثومؑ ایسی فخر النساء عورتوں میں پرورش پاکر بڑی ہوئی تھیں۔ اس لحاظ سے ان کے بچوں کو علیؑ کا نواسہ حسینؑ کا بھانجہ اور بھتیجہ ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر خاندان رسالت میں کفو کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ جناب معصومہ کونینؑ کے لئے پیغمبر اکرمؐ نے کس کس کے پیام رو کے اور اصحاب میں کوئی کامیاب نہ ہوا۔ یہی نظریہ حضرت امیرؑ نے بھی اپنی اولاد کی تزویج میں رکھا ہے۔ رقیہؑ اور مسلم کا وہ رشتہ تھا جس سے بہترین و مشہور نہ تھے اولاد ناطقہ کے حیرانغول فضائل و کمالات اس حد تک معراج کمال تک پہنچ چکے تھے کہ اولاد علیؑ میں محمد حنفیہؑ رقیہؑ وغیرہ کے نام بلند نہیں ہو سکے۔ ورنہ قطع نظر اولاد ناطقہ کے نہ علیؑ کے فرزندوں کا کوئی نظیر تھا اور نہ بیٹوں کی مثال تھی۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ بیاباب کے کمالات کا آئینہ ہوتا ہے اور توارث میں اولاد کا سب سے بڑا حصہ ہوتا ہے۔ میراث کی بھلک اور شے کے اثرات دنیا کے بہت سے مناظر میں ملتے ہیں۔ عرب میں رطب اور ہندوستان میں آم وہ طیب ثمر ہیں جن کا نمونہ جس درخت کے وہ پھل ہیں انہیں میں ملتا ہے۔ ممکن نہیں کہ خرمہ صحیانی ہر خلستان میں مل جائے۔ پھولوں میں ایک شان ایک انداز ایک خوشبو کا پھول ہمیشہ ایک ہی گلاب سے حاصل ہوتا ہے۔ سواریوں میں عربی نژاد راہوار جس خوبی اور شان و شوکت کے ہوتے ہیں وہ کسی دوسری نسل میں گھوڑوں کے نہیں ہوتے۔ فیروزہ نیشاپور کے خاص معدن کا اور لعل بدخشان کی

کان میں عقیق یمن سے بہتر کہیں نہیں ہوتا اور ہر قسم اپنے اجزاء کو خود ہی تقسیم کرتی ہے۔ نیشاپوری فیروزہ ایران کے کسی دوسرے شہر میں نہ ہوگا۔ یہ وہ مثالیں ہیں جو شرمندہ رد و قدح کبھی نہیں ہو سکتیں۔ حضرت مسلمؒ اس خاندان کے تھے جو معدن عصمت و طہارت تھا۔ وہ اس خانوادہ کے تھے جو علم و عمل کا واحد مرکز مانا گیا ہے۔ وہ اس پاکیزہ مٹی سے خلق ہوئے تھے جو فر دوس بریں کی تعمیر تھی۔ وہ اس بہادر گھرانے کے فرزند تھے جس نے دشمن کو پشت نہیں دکھائی۔ وہ اس نسل کے مرد تھے جس کی شجاعت پر آسمان کے فرشتے گواہ ہیں میں حضرت مسلمؒ کے حالات میں یہ مستقل کتاب سپرد قلم کر چکا ہوں جو مقبول عام ہو کر متحدہ ہندوستان اور بیرون ہند میں پہنچ چکی ہے اور یہ مقالہ (مقدمہ) اس کے صفحات کا پروف نہیں ہے بلکہ مدد و ح کی عظمت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ عمر صرف کرنے پر بھی کمالات کا تعارف اور مدح سرائی کا حق ادا نہیں ہوتا۔ لو کان المر یا ضی اقلنا۔ حضرت مسلمؒ کے گھرانے کی منزل شرف ہے۔ حضرت مسلمؒ کی بہادری کا پہلا تعارف فتوحات مصر میں ہوا۔ اس محترم بزرگ نے اپنی خدمات سے اسلام کو یہ مدد پہنچائی کہ بھائیوں کو ساتھ لے کر وہ جہاد کیا جو آج تک صفحہ تاریخ پر باقی ہے۔ شیخ علامہ محمد بن معز کے یہ جملے فراموش نہیں کیے جاسکتے وَلَئِنَّ دِرَاسَ مَسْلَمَ بْنَ عَقِيلٍ وَ اخُوْتَهُ لَقَدْ قَاتَلُوا قَتَالًا شَدِيدًا حَتَّى كَانَتْ اَللَّهُ مَا وَّ عَلٰی دِرَاسٍ وَ عَصَمَ كَانُضَا كِبَادًا كَا بِل (فتوحات بہنسا ص ۶۲ طبع بمبئی ۱۲۸۶ھ) قابل تبریک ہیں مسلمؒ اور ان کے بھائی جنہوں نے مصر کی جنگ میں گھسان کی لڑائی لڑی اور ان بھائیوں کی زربوں پر خون کا یہ حال تھا جیسے اونٹ کی کلیجی ہے ہر مجاہد سرخ پیکر تھا کاش شیعہ قوم کے پاس کوئی سرمایہ ہوتا اور وہ ان حقائق کو اصل مآخذ اور

مصدر سے ترجمہ کر کے پیش کرتے اور وہ اختصار جو اخبار کے صفحات کے لئے زیبا ہے حد تفصیل کو پہنچتا اور حسنینت کی صحیح ترجمانی ہوتی اور اس غلط جادہ سے قوم کے قدم ٹپتے جو دوستی کے پردہ میں دشمنی میں روز بروز۔۔۔ کامیاب ہو رہا ہے اور اگر خلافت قلم اٹھاؤ تو آپس کی نزاع کی عذر تراشا جاتا ہے اور اہل قلم کو متہم کیا جاتا ہے کہ یہ آپس میں لڑنے کے عادی ہیں۔ اس آڑ میں اختلافی آواز سنی نہیں جاتی اور مصلح کا فرض مشکوک کر دیا جاتا ہے۔

خدا را عقل سے کام لو۔ دماغ کو کیسو کر کے حالات پر نظر کرو۔ خدا کی توفیق کے ہمہ وقت خواہاں رہو۔ اپنی نقل و حرکت کو خدا کی طاقت پر تقویٰ کر دو۔ جو کام کرو وہ خدا کے لئے۔ مسلم بن عقیلؓ نے فتح مصر میں کسی حاکم وقت کی مدد نہیں کی۔ دین خدا کی مدد کی۔ سچے اسلام کی مدد کی۔ کسی جنبہ دار کو اپنی نیت کے مطابق اس جنگ کو نہ دیکھنا چاہیے۔ وہ یہ دیکھے مسلم اسلام کی مدد کر رہے ہیں کیا انما الاعمال بالنیات کی متفق علیہ آواز آج ہمارے دماغ سے نکل گئی ہے۔ اس صدا کو ذہن میں محفوظ رہنا چاہیے۔ طاغوتی لشکر شہاب ثاقب پھینکے جانے کی جگہ سے زمین کے ذروں تک پھیلا ہوا ہے۔ انسان ہر جہاں طرف سے مادیت میں گھرا ہوا ہے۔ شیطان کا وعدہ ہے کہ میں چپ و راست جنوب و شمال ہر سمت سے حملہ آور ہوں گا۔ ہم ایمان بالغیب پر ایمان لانے کے معترف ہیں۔ مگر اس پوشیدہ طاقت کو ہم نے نظروں سے اوجھل کر دیا ہے اور اس دشمن کو کمینہ گاہ میں نہیں سمجھتے۔ انسان دشمن بن کر جسم پر حملہ کرتا ہے اور اس کے اثرات پیکر و جسد پر نظر آتے ہیں۔ اور یہ حملہ ایمان اور روح پر ہوتا ہے۔ دشمن دل کی عنان باطل کی طرف موڑنا چاہتا ہے۔ اس چڑا شوب عہد میں حقائق کو ایمان کی روشنی میں دیکھو

تجدد کی سہا میں نہ بیٹھو۔ سیاست مسلم ریاست علویہ کی فرع اور سیاست حنیہ کا نقشہ
اول تھا۔

مسلم کے پیارے بھائیو۔ تم بھی مسلم کے ایسے بنو، عقیل کا ایسا جذبہ پیدا کرو۔
ان کے خدمات کو مشیت کا لازماً سمجھو ان کے طرز عمل کو سیاست الہیہ کا قانون
سمجھو۔ سیاست حاضرہ سے مثال نہ دو۔ اگر آج دنیا میں سیاست حق محض اور صداقت
خالص کے معنی میں استعمال ہو تو بیشک حسینی سیاست سیاست ہے ورنہ سیاست
حاضرہ کو سیاست حسینی سے مثال دینا وقار الہیت کو کم کرنا ہے۔

شجاعتِ مسلم کا دوسرا مظاہرہ صفر ۳۱ھ جنگ صفین میں ہوا اور
مسلم کی کمال شجاعت کی یہ دلیل تھی کہ انہوں نے امام حسن اور امام حسین کے
ساتھ اس جنگ میں بھی شرکت کی اور اگر ہم اس عرصہ کی تفصیل کریں تو
پہلے یہ لکھنا پڑے گا کہ مسلم مہینہ لشکر پر تھے المناقب آل ابی طالب ص ۹۵
طبع بمبئی)۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت مسلم جس وقت امام مظلوم کے ایلچی بن کر کوفہ
میں آئے اس وقت عرب کا چچہ بچہ ان کی شجاعت سے واقف تھا۔ کوفہ کی
گلیوں میں حضرت مسلم کی عمارت نے ابن زیاد کی فوج کو زیر و زبر کیا۔
یہ بہادری مخفی نہ تھی۔ فرزندِ ابنِ مسلم اسی شیر کے شیر تھے سارے اسی عجمہ کمال
کے حشیم و چراغ تھے۔ واقعہ کربلا میں جو بچے جنابِ مسلم کے شہید ہوئے
ان میں ایک نو بہال رقیہ بنت علی کے لڑکے سے تھا۔ قربانی کا جذبہ کس قدر
کامل تھا کہ مسلم نے اپنی نصرت پر اکتفا نہ کی عیال کو فرزندِ رسول کے ساتھ
کر دیا تاکہ پسماندگان میں بیوگی اور یتیمی بھی امتحان کی سختی کو زیادہ سے
زیادہ ممتاز کر دے۔ کمزور دل کی عورتیں شوہر کی وفات کو حادثہ جان لگا

سمجھ کر ایام کو زندگی کا سہارا سمجھتی ہیں اور کسی مزید مصیبت کے لئے تیار نہیں ہوتیں مگر زوجہ مسلم نے عنان صبر ہاتھ سے نہیں چلنے دی۔ ان کو بھانڑ طور پر فخر حاصل ہے کہ ان کا شوہر واقعہ کر بلا کا پہلا مجاہد اور ان کے فرزند بنی ہاشم کے پہلے شہید تھے۔

شب عاشور فرزندِ مسلم کا جذبہ اور ولولہ انگیز باتیں

امام مظلومؑ نے زندگی کی آخری شب اور دسویں محرم کی رات کو جو خطبہ پڑھا اور انصار کو

عام اجازت دی کہ وہ ساتھ چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس خطبہ میں اولادِ عقیلؑ سے خصوصی خطاب تھا۔ یا بنی عقیل حسبکم من القتل مسلم بن عقیل فاذا حبسوا انتم فقد اذنت لکم۔ اے فرزندِ عقیلؑ تمہارے لئے مسلم کا شہید ہونا کافی ہے۔ تم چلے جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں مگر ان سب نے متفق ہو کر کہا کہ بھلا ہم کو لوگ کیا کہیں گے؟ کہیں گے کہ ہم نے اپنے سید و مردار اور اپنے چچا کی اولاد کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ نہ تیر لگایا نہ نیزہ مارا اور نہ تلوار چلائی۔ اور خبر بھی نہ لی کہ ان پر کیا گزری۔ ہرگز ہم ایسا نہ کریں گے بلکہ ہم اپنی جان اور مال اور اہل و عیال آپ پر فدا کر دیں گے۔ اور آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ جو آپ کو انجام ہو وہی ہمارا بھی ہو۔ اولادِ مسلمؑ میں تو کوئی مجاہد شادی شدہ نہ تھا جو یہ کہہ سکے کہ ہم اپنے عیال آپ پر فدا کریں گے۔ بطری کے اس جملہ کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ ممکن ہے کہ اولادِ عقیلؑ کا وکیل بن کر یہ جواب دیا ہو۔ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ اس جواب میں کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ واقعہ کر بلا انتقامی جنگ تھی۔ انتقام کا سوت رکھتے ہوئے صبر جو بنی ہاشم کا روایتی شیوہ تھا اختیار کیا۔ یہ رات بڑی مشکل سے کٹی اور تیم پچوں کے یہ عزائم پورے ہوتے ہوتے ظہر کا وقت بھی گزر گیا۔ جب انصار میں کوئی

باقی نہ رہا تو بنی ہاشم کی باری آئی اور پوچھو کہ تم کی آرزو پوری ہوئی۔

عبداللہ بن مسلم | وہی یتیم بچہ ہے جو قریش کے پیٹ سے تھا۔ بنی ہاشم کی دہری شجاعت رگ و پے میں تھی۔ چودہ برس کا

رس تھا۔ مگر میدان میں پہنچنے پر شیرانہ تیور تھے۔ جو رجز پڑھا اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ آج میں (حضرت) مسلم سے ملوں گا۔ وہ میرے ہی باپ ہیں۔ ہم عنفوان شباب میں دین نبی پر جان دیتے ہیں۔ اور اس قوم سے نہیں ہیں جس نے رسولؐ کو جھٹلایا ہم خدا کے چنیدہ بندوں بنی ہاشم کی نسل اور حسب و نسب میں قابلِ تکریم ہیں۔ تلوار کھینچی، گھوڑا مہینہ کیا۔ تین حملوں میں ۹۸ دشمنوں کو قتل کیا اور آخر کار عمر بن حبیبؓ اور اسید بن مالکؓ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ زیارت میں ممتاز الفاظ میں ان پر سلام موجود ہے اور قاتل کو ملعون قرار دیا ہے۔

محمد بن مسلم | یہ عبداللہ کے سوتیلے بھائی تھے۔ ماں ان کی کنیز تھیں۔ عمر ۱۲ سال سے زیادہ نہ تھی۔ عبداللہ کے قتل ہونے کے بعد ایک قول

تو یہ ہے کہ اولادِ ابی طالب نے ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ اور امامؑ نے آواز دی اے میرے چچا کے بیٹو! موت کے مرحلہ کو آسان کر دو اور دو سراقول ہے کہ بالخاصہ وزاری امامؑ سے اذنِ جہاد حاصل کیا اور زخمی شیر کی طرح دشمن پر حملہ کیا مجلسی علیہ الرحمہ نے جلا جلا نعینوں میں لکھا ہے کہ محمدؐ برادرِ اوچین گاہ آمد و جمع ازاں بد بختاں را بقتل آورد۔ ایک گروہ کو قتل کیا۔ دوازدہ سارہ طفل اگر گروہ کو تہ تیغ کرے تو اس کے دست بازو سے اس کے اسلاف کو یاد کرو۔ کس خانوادہ کا طفل ہے۔ کس قبیلہ کا مجاہد ہے۔ یہ دونوں نو نہال گنجِ شہیداں میں بنی اسد کے تعاون سے امام زین العابدینؑ کے روبرو دیگر انصار و اعزہ کے ساتھ دفن ہوئے۔ انصار امامؑ کی زیارت میں نازوں کا ضمنی سلام ان پر بھی

پہنچتا ہے اور لکھنؤ میں فرزندِ اسلام کا روضہ تال کٹورہ روڈ پر منشی فضل حسین خاں مرحوم کی تعمیر موجود ہے۔ جو عہدِ قدیم کی ایک یادگار اور مقدس مقام ہے۔ صاحبانِ حاجت کی مرادیں پوری ہوتی ہیں اور زیارت گاہ خلق ہے۔

دخترِ مسلم واقعہ کربلا میں حضرت مسلمؑ کی ایک دختر کی موجودگی بھی ظاہر ہوتی ہے اور جب خبرِ شہادتِ مسلمؑ پہنچی ہے۔ اور اس

وقت امامؑ نے دستِ شفقت پھیرا اور گوشوارے پہنائے۔ اس واقعہ کو ضیاء الابصار کے مؤلف نے جن الفاظ میں سپردِ قلم کیا اس کا ترجمہ یہ ہے اور جب خبرِ شہادتِ حضرت مسلمؑ پہنچی تو امامؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور خیمہ میں آئے اور دخترِ مسلمؑ کو بلایا۔ اس کی عمر ابرس تھی۔ آپ نے قریب بلایا اور بالکل نزدیک بٹھایا اور دو گوشوارہ منگا کر کالوں میں پہنائے اور پیشانی اور سر پر دستِ شفقت پھیرتے تھے۔ جیسا کہ سنیوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں (اور لڑکی اندازِ تیمانہ دیکھ کر) زار و قطار رو رہی تھی۔ تاریخ میں صراحت نہیں کہ اس دختر کی ماں کا کیا نام تھا امامت کے اس رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکی بھی شکمِ رقیہ سے تھی۔ اگر لہٰذا رقیہ سے نہ ہوتی تو امام حسینؑ کی نا محرم تھی۔ لڑکی ۹ برس کی شرعاً بائغ سمجھی جاتی ہے جس پر دستِ شفقت اُسی وقت صحیح ہوتا ہے جب وہ محرم سمجھی جائے۔

یہ تھیں اولادِ مسلمؑ کی خصوصیات۔ حضرت ام کلثومؑ نے بھی اپنے نوحہ میں روشنی ڈالی ہے جو مقاتل میں موجود ہے۔

پہلا باب

تعارف | جس معزز فرد کے دل دوزخِ حلالِ زندگی ہم لکھنا چاہتے ہیں اس کا نام نامی مسلم ہے۔ وہ پیغمبر اسلام کے محترم چچا حضرت ابی طالبؑ کے صاحبزادے جناب عقیلؑ کا چشم و چراغ ہے۔ جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ علیہ السلام ان کے حقیقی چچا تھے جو آباؤ اجداد جناب سرور کائنات صلوٰۃ اللہ وسلمہ علیہ کے ہیں وہی ہمارے مدوح کے ہیں سلسلہ نسب آپ کا ۶ واسطوں سے جناب ابراہیم خلیل اللہؑ تک پہنچتا ہے وہ خانوادہ رسالت و نبوت کی مشہور شخصیت ہیں۔

پیدائش اور حلیہ | رسولِ عربیؐ کا دورِ خم ہونے کے بعد عہدِ حضرت امیرؑ میں آپ پیدا ہوئے۔ فخر کائنات چچا اور حسینؑ ایسے معصوم بھائیوں کے سایہ میں سنِ تمیز کو پہنچے۔ اولادِ عبد المطلبؑ میں نبیِ خداؐ سے صورت میں سب سے زیادہ مشابہ تھے اور مرسلِ اعظمؐ کے بہترے اصحاب کو آپ نے دیکھا تھا۔ اس بنا پر ان کو تابعی کا درجہ بھی حاصل ہے۔ وہ ثقہ بھی کہے جاتے ہیں۔

نام اور لقب | اسلام کے لفظی معنی ”گردنِ نہاد“ کے ہیں۔ مسلم اس سے مشتق ہے۔ تلم قدرت نے مسلم نام انہیں کے نوشتہ و تقدیر میں لکھ دیا تھا۔ جس سے اس مولود کے پُر امن النام ہونے پر روشنی

لہ کان اشبه ولد عبد المطلب بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ادرارک جماعة من اصحاب النبی ذکرہ ابن جبران فی ثقافت التابعین (النور العین فی مشہد الحین عربی از قاضی محمد صبغۃ اللہ بن محمد غوث محدث کتب خانہ آصفیہ دکن۔)

پڑتی ہے اور اس نام کے صحیح حقدار وہ تھے بھی فتنہ و فساد کو نہ ان کے اسلاف نے
 کبھی پسند کیا نہ انہوں نے افراق و انشقاق کی تعلیم دی۔ تمام مسلمانوں کو ایک پرچم
 کے نیچے لانا ان کا مقصد تھا جس کی ادائیگی کے جرم میں آگے چل کر انجام میں ان
 کو مظلوم، شہید، مقتول ایسے پرالم انقلاب سے یاد کیا۔ زیارت میں ان کا لقب
 ”عبد صالح“ نیک کردار بندہ بھی موجود ہے۔

مسلم حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے ایک غلام کا بھی نام تھا
 جس کی روایت ابن سعد نے اپنے طبقات میں درج کی ہے۔ وہ اپنے باپ سے
 روایت کرتا ہے حضرت عائشہؓ نے پیاس معلوم ہونے پر پانی طلب کیا۔ وہ جام آب لے کر حاضر
 ہوا۔ اور پانی پر پھونک باری تو آپؐ نے وہ پانی واپس کر دیا اور کہا کہ اس کو تم خود
 پیو۔ یہ ارشاد ان احادیث کی تائید کرتا ہے جنہیں گرم غذا کو پھونک کر کھانے کی
 ممانعت ہے۔ چونکہ منہ کی بھاپ میں حرام شے ہوتے ہیں اس لئے ان کا تحفظ مقصود ہے۔
 ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ”علی اکبرؑ شیبہ پیغمبرؐ“ سے بہت پہلے ہوئی۔
 اس وقت تک صورت و سیرت رفتار و گفتار میں پیغمبرؐ کی کوئی مکمل تصویر نہ تھی اس
 لئے مسلمؑ کے آغاز میں ان کو شیبہ رسولؐ کہا گیا اور انجام میں وہ بے پناہ شجاعت و
 بہادری ظہور میں آئی جس نے ”اشجع الناس“ سب سے بہادر انسان کے لقب کا
 اضافہ کیا۔

والدین سوانح حیات کا سب سے بڑا جز و ماں باپ کی شخصیت پر بحث ہے
 حضرت مسلمؑ نانیہال اور دادھیال دونوں طرف سے صاحب شرف
 تھے۔

والد ماجد باپ کا نام نامی عقیلؑ ہے جو اپنی فراست، حاضر جوابی، معلومات
 کی وجہ سے عرب میں ممتاز تھے۔ اپنے باپ کی اولاد میں وہ

خلیفہ اوسط تھے۔ ان کا ہر بھائی دوسرے سے دس سال بڑا تھا۔ جنگ بدر سے قبل رسول اکرم کی بعثت کا ان کے اوپر کوئی اثر ظاہر نہ تھا۔ وہ اسی چادہ پر تھے جس پر خاندان کے دوسرے لوگ گامزن تھے۔ جنگ بدر میں ان کو قید کیا گیا۔

اسیری اور اسلام | رفتہ رفتہ ماحول کی مادیت کا اثر دُور ہوا۔ قرآن مجید نے سفارش کی۔ اے رسولؐ جو قیدی تمہارے قبضہ میں

ہیں ان سے کہو کہ اگر خدا تم کو نیک دل پائے گا تو جو تم سے چھین لیا ہے اس سے کہیں بہتر تمہیں دے گا اور تمہیں بخش بھی دے گا۔ عقیل کے ساتھ عباسؓ اور نوفل بن حارث بھی اسیر تھے۔ یہ آیت ان تینوں شخصوں کے بارے میں ہے۔ قیدیوں کو دیکھ کر بعض اصحاب نے کہا انہیں قتل کر دیجئے۔ اور بعض نے کہا کہ زندہ دفن کر دیجئے۔ رحمل پیغمبرؐ نے فرمایا کہ تین حال سے خالی نہیں۔ یا یہ لوگ نذیر دیں یا اسلام قبول کریں یا پھر قتل کیے جائیں۔ قیدیوں نے نذیر دینا منظور کیا۔ اور عمار سونا ہر شخص سے حاصل کر کے اس کی رہائی ہوئی۔ عباسؓ کی مالی حیثیت اچھی تھی اور عقیلؓ تنگ دست تھے۔ لہذا عقیلؓ کا نذیر بھی عباسؓ نے خوشی سے ادا کیا۔ کم و بیش اسی زمانہ سے حضرت عقیلؓ مسلمانوں کے دوش بدوش دینی خدمتیں انجام دینے لگے۔

علمی کمالات | آپ علم انساب کے بہت بڑے ماہر تھے۔ لغت میں ”عقیل بالفتح و کسر تاف پسرا بی طالب کہ دانایود بہ نسبت قریش و

وقائع ایام ایشان“ (منتخب اللغات)

۱۔ یا ایھا النبی قل لمن ایدیکم من الاسری ان یعلمہ اللہ فی قلوبکم حمیرا
مما اخذ منکم و لیغفر لکم ذنوبکم ۲۔ تغیر کبیر جلد دوم ص ۲۰۲ کتب خانہ ممتاز العلماء
۳۔ تغیر مفاتیح النیب ج ۳ ص ۳۹۹ نسخہ کتب خانہ ممتاز العلماء۔

عرب میں چار شخص اس فن کے جاننے والے تھے۔ دا مخزومہ بن نوفل۔
 دا بوجیم بن حذیفہ عدوی (س) حویطب بن عبدالعزیٰ عامری (دہم) عقیلؑ۔
 اور ان کی معلومات سب سے زیادہ تھیں۔ جناب امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ
 کا حضرت ام البنینؑ کے ساتھ عقد عقیلؑ ہی کی تجویز سے ہوا تھا۔ ان کو عرب
 کے ہر خانوادہ کا مکمل علم تھا۔

حسد کی وجہ | خاندان رسالت کا ہر فرد ہمیشہ اپنے خیالات میں آزاد
 رہا۔ عقیلؑ میں یہ بھی جوہر تھا وہ چونکہ نسبی کمزوریوں سے
 عرب کی واقف تھے اور قبائل عرب پر برا بھلا کہہ جانی کیا کرتے تھے اس لئے
 لوگ ان کے دشمن تھے اور خواہ مخواہ ان کو محسوس دہنا رکھا تھا۔ عقیلؑ کی
 غیر معمولی تلکدستی کا بھی یہی راز تھا کہ باہمی اختلاف کی وجہ سے ذرائع
 معاش ان پر مسدود تھے۔

عقیلؑ پیغمبر خدا کی نظر میں | رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھائی
 کو بہت دوست رکھتے تھے۔ آپ نے
 بقیسم فرمایا ہے کہ واللہ عقیلؑ میں تم کو دو دجہوں سے دوست رکھتا ہوں
 ایک تو عزیزداری کی محبت دوسرے ابوطالبؑ کا تم کو خصوصیت سے چاہنا۔
 ایک موقع پر رسول عربیؐ نے عقیلؑ کا شکوہ بھی کیا ہے۔ ہجرت کے بعد عقیلؑ نے
 پیغمبر خداؐ کا مکان مسکونہ فروخت کر ڈالا تھا۔ جب مکہ فتح ہوا اور منزل پھر مکہ میں
 داخل ہوئے تو کسی نے کہا کہ اپنے گھر میں تشریف لے جایئے۔ آپ نے جواب دیا۔
 عقیلؑ نے میرے گھر کو چھوڑا ہی نہیں۔

لے اھل تروت عقیلؑ لندا دارا لانا قبا آل ابوطالب جلد اول مشا چھاپہ بمبئی

بھائی سے ناجائز مطالبات اور حاکم شام
کے خزانہ سے پیسہ امداد کاراڑ

حضرت عقیلؑ کی زندگی میں
بظاہر دو پہلو روشن
نہیں ہیں۔ ایک اپنے

حقیقی بھائی حضرت علیؑ سے ناروا فوائد اٹھانے کی کوشش دوسرے معاویہ سے
مالی مدد حاصل کرنا۔ امر اول کے معنی یہ ہیں کہ بھائی کے دور حکومت میں بیت المال
سے ناجائز مطالبات دیے ہی تھے جیسے مرسل کے بعد عباس کا طالب میراث ہونا
محمد بنغیرہ کی امامت امام زین العابدینؑ میں نزاع، جعفر توابع کا دعویٰ امامت
ان کے مطالبات کا فائدہ یہ ہوا کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السّلام
والشّاء ایسے عدل نواز ہیں کہ اپنے گے بھائی کی بھی رعایت نہیں کرتے اور
ان کو سخت سے سخت جواب دیتے ہیں۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ عقیلؑ معصوم نہ تھے ان کے بچے فاقہ کرتے
تھے نہ کھانے کے لئے کچھ بھقا نہ پہننے کے لئے وہ اگر معاویہ کے دربار میں جا کر
رقوم حاصل کرتے تھے تو اس میں کیا نقصان ہے؟ اموی سرایہ مسلمانوں کا
مال تھا اور حاکم شام کی حیثیت یقیناً غاصبانہ تھی۔ عقیلؑ جو کچھ بھی حاصل کرتے
تھے وہ ان کا جائز حق تھا۔

عقیلؑ پہلے شخص تھے جنہوں نے مالی
عقیلؑ دربار معاویہ میں پہلی مرتبہ

گفتگو کی اور ایک لمحہ کے لئے صراطِ مستقیم سے نہیں ہٹے حکومت کے رعب
اور دبدبہ کا ان پر کچھ اثر نہ تھا۔ پہلی مرتبہ معاویہ کے پاس ان کے جانے کا یہ
واقعہ ہے کہ تہی دستی سے مجبور ہو کر بھائی کی خدمت میں آئے اور سوال کیا
جناب علیؑ ابن ابی طالبؑ نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں کے حصّہ کے ساتھ ساتھ

تہا ارحمہ بھی دیتا ہوں تھوڑا صبر کرو۔ عقیلؑ اس وقت کچھ ایسے مضطرب تھے کہ منت کرنے لگے۔ اس وقت جناب علی مرتضیٰؑ نے کسی آدمی کو حکم دیا کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بازار میں لے جاؤ اور کہہ دو کہ بازار کی دوکانوں کے قفل توڑ کر جو کچھ ان میں ہو وہ نکال لیں۔ عقیلؑ نے حیرت زدہ ہو کر کہا کہ آپ مجھ سے چوری کرانا چاہتے ہیں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اور تم مجھ کو چور بنانا چاہتے ہو۔ مسلمانوں کا مال (تقسیم سے پہلے) میں تم کو کیونکر دے دوں۔ عقیلؑ نے کہا کہ میں معاویہ کے پاس جاتا ہوں۔ فرمایا۔ تمہیں اختیار ہے۔

دربارِ شام میں عقیلؑ کے زلزلہ افکن جوابات کے

معاویہ ایسے دشمن خاندان رسالتؐ کے سامنے بنی ہاشم کا ایک فرد کا آجانا ضرور مسرت کا باعث تھا بلکہ عقل بتاتی ہے کہ حاکم شام کو ایسے مواقع کا انتظار تھا کہ ان کی جماعت کا کوئی شخص رہیں منت ہو چہ جائیکہ خود بڑے بھائی، معاویہ نے عقیلؑ کا رخ مقدم کرتے ہوئے ان کی آمد سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا اور حاضرین سے خطاب کر کے کہا۔

”یہ ابو زید اگر اپنے بھائی سے مجھے بہتر نہ سمجھتے تو ان کو چھوڑ کر کبھی میرے پاس نہ آتے۔“ عقیلؑ نے برجستہ جواب دیا۔ ”میرا بھائی میرے لئے دشمن میں بہتر ہے اور تو دنیا میں۔“

(۳) معاویہ نے طنز و لب و لہجہ میں پوچھا کیوں عقیلؑ تمہارے چچا ابو لہب کا اب کیا حال ہے۔ ”عقیلؑ نے کہا ”وہ جہنم میں تمہاری پھوپھی حمالہ الخطیب کو روند رہے ہیں۔“

لے ارجح المطالب از موا عقیلؑ محرقہ
فی خیر لسانی دینی و انت خیر لی
فی خیر لسانی جمع النجربین۔

اسی نابینا ہونے کے بعد ایک مرتبہ جو معاویہؓ کے پاس گئے تو اس نے کہا۔
 ”تم بنی ہاشم بھی نابینا ہو جاتے ہو۔“ فرمایا ”ہماری تو بصارت ہی باقی رہی اور تم
 بنی امیہ کی بصیرت بھی جاتی رہی۔“

رحم عقیلؓ نے بڑھاپے میں عقد کیا معاویہ نے کہا ”تم لوگوں میں بھی خواہش
 نفسانی کا کتنا غلبہ ہے۔“ جواب دیا۔ ”ہاں ہمارے مردوں کو اور تمہاری
 عورتوں کو۔“

۱۵) سب سے دشوار گزار وہ منزل تھی کہ معاویہ نے ایک صحبت قرار دی
 اور طے کیا کہ ہر شخص حاضرین میں سے منبر پر جا کر علی بن ابیطالبؓ کی شان میں
 نامنرا الفاظ کہہ کر اتر آئے۔ جب عقیلؓ کی باری آئی تو وہ بے دھڑک منبر پر
 گئے اور بڑی سنجیدگی اور متانت سے کہا۔

”علیؓ پر لعنت کرنے کے لئے مجھے معاویہ نے حکم دیا ہے۔ تم سب اس پر
 لعنت کرو۔“ معاویہ سمجھتا رہا کہ ضمیر علیؓ کی طرف پھرتی ہے حالانکہ عقیلؓ
 نے اس کا مرجع خود معاویہ کی طرف قرار دے دیا۔

دشمن کی بزم میں اس شیرازہ انداز سے زندگی بسر کی اور کبھی امویت
 کے لئے حرف مدح زبان پر نہ لائے۔ یہ معلوم ہوا کہ مالی فوائد اکٹھے تھے تو
 ہرگز ضمیر فروشی نہیں کی اور یہی ایک سچے انسان کا شیوہ ہونا چاہیئے۔

تہی دستی | وہاں نچتے تھے جب بھی ان کے فقر و فاقہ سے جناب امیر المومنینؓ
 کے دل پر اثر تھا۔ اور خطبہ میں اظہارِ افسوس کرتے ہیں۔ ”بخدا
 ویکہ میں نے اپنے ماں باپ کے عقیل کو کہ نہایت محتاج نان شبینہ کو ہو گئے ہیں اولہ

۱۶) ارشاد یہ چودھویں رات کا چاند ۱۷) بلقیٰ علی امویؓ معاویہؓ فالغزوہ ۱۲) مستقر

بڑی منت سے انہوں نے گھبوں اپنے حصہ سے زیادہ مانگے میں نے ان کی (آداز کی طرف اپنے کان لگا دیئے۔“

عقیل کو سزائے سخت | عدل پرور بھائی کی طرف سے بھائی کے لئے

تجویز ہوئی کہ کچھ ایسا کیا جائے جو اس قسم کی خواہشات کا سد باب ہو جائے۔ اس محل پر خود حضرت امیر فرماتے ہیں ”جب وہ میرے پاس کوشش کر کے آئے اور بار بار گھبوں حاصل کرنے کے لئے کہا میں نے بغوش دل سنا۔ وہ میری توجہ سے سمجھے کہ میں ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنا رویہ چھوڑ کر ان کی پیروی کروں گا۔ میں ایک نوہے کا ٹکڑا آگ سے خوب لال کر کے ان کے جسم کے قریب لایا تاکہ انہیں عبرت ہو۔ لیکن وہ اس طرح چیخ اٹھے جیسے اونٹ بیماری میں جھگھارتا ہے۔ قریب تھا کہ عقیل اس نوہے سے جل جائیں تو میں نے کہا کہ تمہیں رونے والے روئیں اور صف ماتم پر بیٹھیں اس گرم نوہے سے فریاد کرتے ہو جس کو ایک ناچیز بندے نے گرم کر لیا تھا اور مجھے اس آگ کی طرف کھینچتے ہو جسے جبار (دھپا) نے بھڑکایا ہے۔ تم اتنی سی اذیت سے بے چین ہو جاؤ اور میں (آتش) جہنم کی لپک سے نہ بے قرار ہوں۔“ یہ خبر معاویہ تک بھی پہنچی اور اس نے عقیل سے کہا کہ اے عقیل تمہارے بھائی غیب میں اتنے سے گھبوں کے لئے تمہیں جلانے دیتے تھے۔ عقیل نے کہا۔ اے بے عقل تو عبث ان کا ذکر کرتا ہے وہ خود اور ان کی اولاد اگر تنگدستی میں مبتلا نہ ہوتی تو مجھے شکایت کا موقع تھا۔ یہ کہہ کر عقیل نے وہ رویہ بیان کرنا شروع کیا جو اولاد کے ساتھ تھا معاویہ خاموش ہو گیا۔

لے واللہ لقد آیت عقیلا وقد املق حتی استماحی من برکھ صاعاً۔ ملہ ازادیر از شرح ابن ابی الحدید۔

وفات آپ کا انتقال پر طلال معاویہ کی حکومت شام ہی میں ہوا اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔ امیر المومنین علیؑ کی شہادت کے بعد گیارہ یا بارہ سال زندہ رہے۔ ۵۲ھ یا ۵۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ عمر نوے برس سے تجاوز کر چکی تھی۔ تقریباً ۹۳ سال کا سن شریف تھا۔

حضرت عقیل کا آخری مرتبہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب رسالت مآبؐ سے عرض کیا کہ میں آپ کے نزدیک زیادہ محبوب ہوں یا فاطمہؑ۔ پیغمبرؐ نے فرمایا وہ محبوب زیادہ ہیں اور تم عزیز زیادہ ہو گویا میں تمہارے ساتھ حوض کوثر پر ہوں اولہ تم وہاں سے لوگوں کو بٹھا رہے ہو۔ حوض کوثر پر آسمان کے ستاروں کے شمار میں ٹوٹی دار کٹر رکھے ہیں اور تم حسن حسینؑ ناطمہ عقیلؑ اور جعفرؑ بہشت میں ہو اور ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہو اور تم میرے ساتھ ہو اور تمہارے شیعہ بہشت میں ہوں گے۔ اس وقت آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ”دنیا کی تکلیفوں سے جو کچھ ان کے دل میں رنج تھا اس کو بھی ہم نکال دیں گے اور یہ باہم ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر اس طرح بیٹھے ہوں گے جیسے بھائی بھائی۔“ (محامل مترجمہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم ص ۱۲۷ حاشیہ نظامی پر لیں)

خاندان پر صدقہ حرام ہے شیعہ مسلک پیش کرنے کے بجائے مفسرین اہل سنت و جماعت کی رائے کا وزن زیادہ محسوس ہوتا ہے۔ تفسیروں میں یہ بات موجود ہے کہ اصحاب ابو حنیفہ کی

لے مجمع البحرین ۳۷۰ نسخ التواریخ جلد ششم

رائے ہے کہ جن پر صدقہ حرام ہے وہ آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل، آل حرث بن عبدالمطلب ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولادِ عقیل میں عام مسلمانوں سے امتیاز حاصل ہے۔

نسل و خاندان | جس طرح آج اولادِ ائمہ طاہرین علیہم السلام دنیا کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ہے کیا اولادِ عقیل کا بھی وجود ہے؟ اسی سوال کا جواب وعظ کی مشہور کتاب ابواب الجنان کے مطالعہ سے دستیاب ہوتا ہے۔ فاضل ناصح نے کتاب زہد حضرت امیر المومنینؑ کے حوالہ سے مکالم الانطلاق طبرسی سے تحریر کیا ہے۔ لفظی ترجمہ فارسی کا یہ ہے۔ (لوگ) کہتے ہیں کہ شرف الدولہ اولادِ عقیل کے تو نگہ طبقہ میں امیر تھا جو اپنی نجابت اور خوش مزاجی اور بلندی بہت میں بے مثال تھا ایک روز کوئی شخص اس کے پاس حاجت مند بن کر آیا اور سواری کے ساتھ چلا اور اپنی ضرورت ظاہر کی اس بڑے بھاری رئیس نے اس کی حاجت پوری کی اور جب ساتھ سے جدا ہونے لگا تو اپنے سوال کی اہمیت پر تاکید کرتے ہوئے کہا ایسا الامیر لا تنفی حاجتی اے سردار میری مراد کو فراموش نہ کرنا۔ شرف الدولہ نے جواب دیا اذاً قضیتھا نسیتھا۔ میں جب کسی کی حاجت پوری کرتا ہوں تو بھول جاتا ہوں۔ (ابواب الجنان ص ۲۶۲)

اس حکایت سے معلوم ہوا کہ کسی پراحسان کر کے بھول جانا چاہیئے اور اپنے اوپر کوئی احسان کرے تو وہ فراموش نہ ہو۔ ثابت ہوا کہ نسلِ عقیل باقی رہی۔

تفسیر کبیر جلد سویم ۳۸۴ تقطیع کلاں کتب خانہ ممتاز العلماء و تفسیر ابن حیان ص ۵۹ جلد پنجم مطبوعہ مصر۔

ماورِ حضرت مسلم بن عقیلؑ

ماں | عقیلؑ کو علم نسب میں کمال حاصل تھا۔ دوسرے لوگ ان سے پوچھ کر شادی کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے لئے بہترین قوم و قبیلہ کی دختر تجویز کی ہوگی۔ ارباب تاریخ نے لکھا ہے کہ ماں مسلمؑ کی بنیۃ عجمی نسل کی خاتون تھیں جن کا ایران کے فرزند کی گھرانے سے تعلق تھا اور معاویہ ہی کے خزانہ سے۔ انہاں دینارؑ حاصل کر کے عقیلؑ نے ان کو خرید لیا تھا عرب میں برودہ فروشی کی وبا تیزی سے بڑھ رہی تھی اور تونا دار طبقہ مالی ضرورتوں پر اپنی روکیاں لڑنے بیچ ڈالتے تھے اور ہیشہ و برودہ فروشی لونڈی غلام حاصل کرنے کی فکر میں ہر چہاں طرٹ پھرا کرتے تھے۔ لہذا اوقات وہ والدین کی نظر میں بچا کر بیٹوں کو غائب کر دیتے تھے اور اس دام تزییر سے ان کی روزی فراہم ہوتی تھی اور یہ ضروری نہ تھا کہ وہ سب لڑکیاں پست اقوام کی لے آتے ہوں حضرت یوسفؑ کی طرح بڑے معزز گھرانوں کے لونڈی غلام بھی اُن کے پاس بغرضی فروخت رہتے تھے اور قیمت کی گرانی ان کے شریف خاندان اور بلند مرتبہ ہونے کی دلیل تھی۔

ہر سخن موقع و ہر نقطہ مقامے دارد

غزنیات کے جادہ پردلوں میں جو وسوسہ پیدا کرتا ہے ضروری نہیں

۱۰۰ ماہ بنیۃ من آن فرزند کی ۱۲ نور العین فی مشہد الحین قاضی محمد
صبغۃ اللہ علی کتب خانہ آصفیہ دکن۔ الذی طویل من الحجم نیز لون
لبودا العراق ۱۰۰ ایک دینار سوماشہ ۳۰ رتی کا ہوتا ہے۔

کہ وہ انسان ہو یا جن۔ شکوک پیدا کرنے کی صلاحیت دونوں میں مشترک ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کی آخری آیت وسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس اس کی شر سے بچنے کی ضرورت ہے۔ ہجرت سے پہلے جو مجھے محبت کی داد دیا کرتا تھا شہدائے کربلا کی سیرت نگاری پر قلم سے ابرہان بابت ربیع الاول ۳۶۲ھ میں اور بڑی جوشیلی تقریر سے ۲۴ جمادی الآخر ۳۸۵ھ میں بھرپور تعاون کر چکا تھا۔ کچھ ایسا ہوا کہ پورا سال بھر سو ابے کہ سوانح حضرت مسلم بن عقیلؓ کے ایک گوشہ پر قلم اٹھا کر دھجیاں اڑانے کی کوشش کی۔ میں خاموشی سے دیکھتا رہا کہ اونٹ کس کل بیٹھتا ہے۔ قدیم تاریخ گواہ ہے کہ باہمی شمشیر زنی میں کبھی کبھو (ہمسر) کا لحاظ ہوتا تھا۔ ازدواجی رشتہ میں تو نظر انداز نہیں ہوا اگر میں جواب دیتا تو بوڑھا پیے میں جوان سے تصادم کی طاقت کہاں تھی۔ عمر بن عبدود نے پیکر کفر ہوتے ہوئے جان بچانے کا حیلہ نکالا تھا کہ مجھ سے ابو طالب سے دوستی تھی وہ کافر ہوتے ہوئے اپنے ملنے والے کی شناسائی کا سہارا لے کر لحاظ کرتا ہے اور میں اپنے سے ایک بہتر معاصر کے خلیفہ الصغر کے جواب میں قلم اٹھاؤں اور باہمی اختلاف کا ایک اور دروازہ کھلے چپ رہا اور صدائے اختلاف کو گردش نلک کا کرشمہ سمجھا۔ یہ ذکر ہے ۵ ارجنوری ۱۹۷۵ء کے ایمان لاہور میں شائع ہونے والے مقالہ کا جس کے بعد ہی ایک دوسرے اخبار میں مضمون کی تعریف اور تحقیق پر نظر پڑی تو سمجھ میں آیا کہ سازش تو نہیں ہے سہ

غیر کی باتوں کا آخر اعتبار آہی گیا

میری جانب سے ترے دل میں غبار آہی گیا

اب اور زیادہ برداشت کی ضرورت تھی تن تنہا کا دوہری طاقت سے مقابلہ کہاں ہو سکتا ہے۔ گیارہ مہینے گزارے محرم کا خیر مقدم کرنے کے لئے حلی لایوت نے

بیاریوں کے باوجود زندہ رکھا تو فرض ہوا کہ اس غلط فہمی کو دور کرنا ضروری ہے۔ اسی مضمون میں میری کتاب سوانح مسلم بن عقیلؑ کے اس جزو سے کہ عقیلؑ نے شام کا خزانہ سے زر خرید کینز حاصل کی اور اس کے پیٹ سے جناب مسلمؑ پیدا ہوئے۔ یہ تاریخی غلطی اور ناقابل برداشت رائے ہے۔ یہ تو میرا رویہ ہے کہ ان حضرات کا مرتبہ کرنے نہ پائے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی پوری طاقت صرف کرنے اور ۱۲ کالم لکھنے کے بعد اقرار کرتے ہیں کہ دوسرا قول دستیاب نہیں ہوا۔ ہر مصنف کی مشکلات ہوتی ہیں جس کو وہی سمجھتا ہے۔ سوانح مسلم بن عقیلؑ اس خادم دین نے ۲۰ برس پہلے لکھی اور ۱۹۳۵ء میں دوبارہ چھپی۔ تصنیف سے یہ مقصد نہ تھا کہ وہ زینت الماری رہے۔ دوسرے لوگوں کے بزرگان دین پر جو کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں ان کے پہلو میں پہنچاتا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کی لائف البزنس کا ترجمہ بارہ روپیہ کو فروخت ہوتا ہے۔ آثار شافعیؒ کی بھی یہی قیمت ہے۔ کتاب کو کھنڈنظر آباد کے صدیق بکڈپو میں لانا تھا۔ حضرت مسلمؑ کی بلند وبالا شخصیت پر بجا الانوار اور لہوت سے ماخوذ قلم اٹھاتا تو محدود ہو کر رہ جاتی۔ ۵۲ کتابیں عربی فارسی قدیم و جدید تواریخ سامنے رکھ کر ترتیب دی جن کے نام مصادر کے تحت میں موجود ہیں۔ ان سب کا عطر محترم معترض کو خلاف عقیدہ نظر آیا۔ اس شبہ کی بنیاد یہ ہوئی کہ وہ خزانہ شام کو ملکیت معاویہ سمجھتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ روئے زمین کے تمام خزانے امام کی ملکیت ہیں اور حقیقی قبضہ اس کا ہے اس وقت جس کے زیر تصرف ہے وہ غاصب ہے تو جس نے بھی اس سرمایہ سے پایا وہ واقعی استنفاذ حق تھا۔ معترض اور مصنف کا ایک عقیدہ ہوتا وہ تاریخ کی روشنی میں حساب کی زحمت اٹھا کر اس رقم کا حاصل ہونا صحیح نہیں سمجھتے تو دیگر مواقع پر حضرت عقیلؑ ایسے برادر بزرگ مولا کے مالی انتفاع کا جواز کیا قرار دیتے ہیں۔ اگر خزانہ شام کو اولاد ابی سفیان کی ملکیت قرار دیتے ہیں

تو جناب عقیل کے خورد و نوش اور اس سرمایہ سے زندگی کی دوسری ضرورتیں مشکوک ہو جائیں گی۔ اور جناب والا کی ایک رائے کی زد میں کس کس سے انکار کرنا پڑیگا اور کس کس کو حکام جوڑ کا کانسہ لیس کہنا پڑے گا۔ اور طر تاج بن عدی الیاضیب اعظم فصحا و بلغا و کاسر تاج اس کی بھی دشمن کے دربار میں آپ کے نظریہ سے تذلیل ہوتی ہے ہرگز صحابی جلیل مولا اس زد میں نہیں آ سکتا۔ وہ اس مالی مدد پر خود گفتگو کر چکے ہیں۔ دس ہزار روپیہ کو تیس ہزار تک پہنچانا بھی زد میں آئے گا۔ دیکھو خلافت الاخبار علامہ سید محمد مہدی (ستر آبادی طبع ایران ۱۹۹۷)۔ ارشاد ہے چودہویں رات کا چاند تاج العلماء سید علی محمد خلیفہ رضوان مآب طبع عظیم آباد وغیرہ۔ روئے زمین کے تمام خزانے ملکیت امام ہیں۔ اور شاہی حاکم کی حکم مولا سے معزولی ہو چکی ہے۔ امام برحق کے ملک میں بھائی متصرف ہوتا ہے۔ شیخ کے دل میں کیوں درد ہے؟ یہ ذاتی خیال نہیں ہے جو سوانح مسلم میں سپرد قلم ہوا مذہب حق کا مسلمہ ہے علی خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں۔ واقعات بھی ساتھ دیتے ہیں۔ مامون رشید کے زمانہ میں ایک سید چوری کے الزام میں گرفتار ہوا اور اس نے بجائے اقرار جرم خود مامون کو چور کہا۔ امام رضا نے سید پر حد جاری نہیں کی (سرقہ ثابت نہ ہو سکی) بری کر دیا۔ ملزم سید کی یہ ذاتی رائے تھی کہ مامون چور ہے۔ بلکہ اس قسم کے فرمانروا مہاجرین و انصار کے اجماع سے چور قرار پا چکے ہیں۔ تفسیر کبیر امام رازی مفاتیح الغیب اور غرائب القرآن و دو اسئلہ علماء اہل سنت و جماعت علامہ مفتی میر عباس اپنی کتاب روائع القرآن میں لکھتے ہیں کہ جب اس شخص نے مدینہ رسول میں پہنچ کر پیغمبر خدا کے مسئلے پر ان کی مسجد میں نماز پڑھائی اور سورہ حمد سے بسم اللہ الرحمن الرحیم ترک کیا تو ناداکا المہاجرین و انصار لقد سرقت فی الصلوات جتنے مہاجر و انصار اقتدا میں تھے انہوں نے بالفاق کہا کہ (سرکار) نے چوری کی ایسے دنیاوی فرمانروا کو شاہ سمجھنا نہ

عقل اجازت دیتی ہے نہ عقیدہ۔ حضرت عقیل کا مالی فائدہ اٹھانا اپنا حق تھا۔ محترم معترض کتب فقہ میں استنفاذ حق کی بحث دیکھیں متاخرین کہ مرجع خلقی فروشیخ زین العابدین از ندرانی وفات ۱۳۹۹ھ کا فتویٰ ہے کہ جان اور عزت کا خطرہ نہ ہو تو کافر کا مال وقت ضرورت سے سرقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

اولادِ عقیل کی خدمات فتح معر میں مجھے تسلیم ہیں جو تدوین سے پہلے مقالات میں اور اب شامل کتاب ہیں۔ اس کی تصریح میں کوئی ندرت نہیں۔ مذکورۃ الصدر ۱۲ کالم (جو اس وقت نظر کے سامنے ہیں) میں فاضل محترم نے قیسرے کالم میں یہ بھی تحریر کیا ہے۔ ”اس سلسلہ میں ایک فاضل نے امام حسین علیہ السلام کے متعلق ۶۱۶ صفحہ کی کتاب لکھی۔ اس حجت الاسلام قسم کے تمام کارنے چند اردو کتابوں کے اقتباسات سے یہ طویل کتاب تیار کی جو ذوقِ مطالعہ کو کند کرتی جا رہی ہے“

یہ اشارہ میری طرف نہیں ہے۔ میری کتاب سوانحِ مسلم میں مصادر کی مکمل عربی فارسی فہرست ہے۔ صفحہ ۴ سے ۶ تک بلند پایہ کتابوں کے نام ہیں۔ صفحہ لوح (ڈائٹیل) پر نام صرف ”آغا مہدی لکھنوی“ درج ہے۔ حجت الاسلام نہیں ہے۔ ۱۷۱ پر جو تاریخ کا نظم قطع ہے ”مدح شہید غربت“ پر مصرعہ سے سنہ طباعت ۱۹۷۷ء واضح ہے۔ امام حسین علیہ السلام پر میری کوئی ۶۱۶ صفحہ کی ضخیم کتاب نہیں یہ کوئی دوسرا بدلہ نصیب ہے جو زیرِ نظر ہے۔

آخر میں شکریہ ادا کرتا ہوں ”الایمان“ کی اشاعت اور ع مرغ صاحب کی فرمائش پوری نہ ہوتی تو یہ توضیح مجھے نہ کرنا پڑتی اور امام مسجد کوفہ کی مادرِ گرامی کی ذات پہچانی نہ جاتی تاخیر میں امام مظلوم کی بارگاہ میں السلام علیک یا وارثِ موسیٰ کلیم اللہ عرض کر کے یہ بھی عرض کر سکتا ہوں کہ جس طرح مادرِ موسیٰؑ دودھ پلانے والی عورت بن کر فرعونؑ کے اخراجات پر ان کو پرورش کرتی رہیں وہ الہی اقتدار تھا۔ اسی طرح مادر

مسلم کا خزانہ شام سے حاصل ہونا یرید بیت پر وہ ضرب ہے جو یادگار ہے اور مالک زمین و زمان شرمندہ احسان کسی کا نہیں۔

شہزادہ اباباب کی اعلیٰ سیاست یہ تھی کہ شام کا سفر کر کے بھائی کو پہنچوایا ورنہ ہندہ جگر خوار جمعیت میں علی کا شناسا کوئی نہ تھا۔ مسلم نے قتل و غارت میں ابتدا نہ کر کے امامت کو پہنچنویا، کوفہ کی تنگ و تاریکیوں میں شجاعت کے جوہر دکھا کر کربلا والوں کی بہادری پر مہر تصدیق ثبت کی ان کا عزم ارادہ الہی گز فیکنون کو یاد دلانا ہے۔ ان کا عمل خلق محمدی کی تصویر ہے۔ ان کے پاکیزہ خون کے قطرے ہابیل کے مقدس لہو اور عیسیٰ بن زکریا کے خون ناحق سے کم نہیں ہیں۔

دنیا کے پہلے شہید فرزند آدم کی لاش قاتل بھائی کا ندھے پر رکھے ہوئے زمین پر چلتا رہا یہاں تک کہ سیاہ پوش پرند غراب نے دفن کا طریقہ بتایا اور بھائی بھائی کے ہاتھ سے سپرد خاک ہوا۔ مگر مسلم بے کس کی لاش زمین پر دشمنوں کے ہاتھ سے کھینچی گئی۔ کوفہ کا چپہ چپہ لہو کی بوندوں سے رنگین ہے۔

کتنی پاک طینت تھی وہ ماں جس کے لالہ نے دشمن کو لپٹ نہیں دکھائی۔
ظالم عبید اللہ بن زیادؓ پر سلام نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے لاکھوں سلام اور تحیات تیرہ سو برس سے زیادہ ہو چکے پہنچتے ہیں اور پہنچتے رہیں گے۔ اس وفا شعار پر جس نے باطل کو کچل دیا۔ شہداء میں اولیت حاصل کی۔ فوج حسینی کا ہر آدمی حُر نہیں مسلم ہیں۔ ان کی لائف مسلمانوں کے لئے درس عمل، ان کی سیرت اور زندگانی اسوۂ حسنہ، ان کی کوفہ کی گلیوں میں دست بدست جنگ کربلا کے چٹیل میدان کی جنگ سے بہت دشوار جنگ تھی۔ پہلے وہ مکرو فریب کی تیغ سے قتل ہوئے ان کے قاتلوں کو سورہ بقرہ کا پہلا رکوع یاد نہ تھا۔ تلاوت قرآن میں حسینؑ کی یاد تو اس وقت تازہ ہوتی ہے جب خوف اور گرسنگی اور انسانی امتحان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کی آیت

پڑھتے ہیں مگر مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ دوست نما دشمن کا فریب قرآن کریم سے پہلے رکوع کے پڑھنے پر فراموش نہیں ہوتا۔ خدع بدترین حربہ ہے جو منافق استعمال کرتا ہے۔ حافظ حقیقی قوم کو اٹھتی ہوئی ان بلاؤں سے بچائے۔

حضرت مسلم کا خاندان اور اس کے مشہور افراد
 سیرت نگاری کا ایک اہم فرض یہ بھی ہے کہ ہم حضرت مسلمؓ کے خاندان اور ان کے گھرانے کی مخصوص ہستیوں

کا بھی ذکر کریں۔ اگر کتاب کا حجم بڑھانا ہوتا تو مختصر حالات آپ کے چچا جناب جعفر طیارؓ کے بیان کئے جاسکتے تھے اور دوسرے چچا حضرت علیؓ کی سبق آموز زندگی پر بحث ہوتی، دادا کے تعارف میں جناب ابوطالبؓ کی زندگی پر قلم اٹھاتے لیکن طول کلام کا خوف سدراہ ہے۔ اور ہم خاندان کے ایک فرد کا حال لکھیں گے جو محمد اللہ ناظرین کو سلف سے آج تک کسی کتاب میں یکجا نہ ملے گا۔

حضرت امؓ بانی
 حضرت علی مرتضیٰؓ کی بہن اور جناب مسلمؓ کی سگی بھوپتی تھیں جو بنی ہاشم میں نہایت عزت دار خاتون سمجھی جاتی تھیں۔ اولاد ابوطالبؓ میں ان کو بھی فاطمہؓ بنت اسدؓ کے بطن سے ہونے کا فخر حاصل تھا، نام فاختہؓ اور کنیت امؓ بانی تھی۔ ان کی ایک دوسری بہن تھیں جن کا نام جماناؓ تھا۔ تاریخ خاموش ہے کہ ان کا عقد کس کے ساتھ ہوا۔ بعض غیر ذمہ دار اہلسنت نے صرف امؓ بانی کے بارہ میں لکھا ہے۔

شادی
 ایک مرتبہ خود جناب سرور کائنات صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ نے امؓ بانیؓ کی خواستگاری کی تھی اور امؓ بانیؓ نے کچھ مقول وجوہ بیان

۱۔ نور الاخبار فی تاریخ النبی وآلہ الاخیار۔ ۲۔ تفسیر ابن حیان

کر کے عذر کیا جس کو مرسل^۱ نے تسلیم کیا۔ شیعہ روایات میں مجھے اس کا پتہ ابھی تک نہیں ملا۔ یہ گروہ مخالف کا افسانہ ہے۔ اُم ہانی کے شوہر کا نام ہمیشہ بن ابی دہب تھا

رسول کی نظر میں احترام | حضرت سرور کائنات صلعم بھی ان کو بہن سمجھتے تھے اور خاص عزت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ان کے گھر بقر عید کی نماز پڑھی تھی معراج اُم ہانی ہی کے گھر سے ہوئی تھی۔

(۱) تفسیر جامع البیان طبری چھاپ مصر ۱۳ ص ۲ (۲) یوسف زلیخا بے جامی ص ۱ (۳) حاکم مستدرجہ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم

علم و عمل | ظاہر ہے کہ اُم ہانی علی سے پیکر علم کی ہمیشہ اور رسول ص کی بہن ہونے کے علاوہ صحابیہ بھی تھیں لہذا ان کو علوم دینیہ کا

خزانہ دار ہونا چاہیے۔ کتب اخبار میں ان سے روایات بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ حدیث غدیر من کنت مولاً فقد اعلى مولاً کو انہوں نے بھی روایت فرمایا ہے اور حج و داع میں وہ موجود تھیں ان کے غلام کا نام ابو مرہ تھا جن سے محمد بن اسماعیل بخاری نے روایت حاصل کی ہے۔

افتادِ طبیعت | آثارِ قدیمہ سے ان کو دلچسپی تھی۔ قوم لوط کا تختہ الٹ دیا گیا اور ساتوں شہر برباد ہو گئے۔ اس محل پر قرآن مجید میں ہے ”پھر ہم نے اس بستی کو اٹ کر اسی کے اوپر کے طبقہ کو اس کے

۳۵ مجالس المؤمنین ص ۵۵ ادب المفرد ص ۱۲۵ الطبع ۱۳۵۵
۳۶ تفسیر ابن حیان ص ۳۹ جلد مفہم مطبوعہ مصر ۱۳۵۵ راجح المطالب فی مناقب
اسد اللہ الغالب ص ۶۳ چھاپہ لاہور ۱۳۵۵ فجعلنا علیہا سافلہا وامطرنا علیہم
حجۃ من سجنیل ۱۳۵۵

نیچے کا طبقہ بنا دیا اور ان پر پتھر برسائے۔
ابن صالحؒ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اُمّ ہانیؓ کے پاس وہ پتھر بخشیم
خود دیکھے جن پر سرخ لکیریں جزیع (یمانی) کی طرح بنی ہوئی تھیں۔

شجاعت میں جانتا ہوں کہ عورت کے لفظ سے شجاعت کا تعلق

نہیں ہے لیکن اگر کوئی وقت پڑ جائے اور عورت دہشت زدہ ہو جائے تو کم از کم
خانہ ان رسالت کی خواتین اس عیب سے مبرا ہیں فتح مکہ میں بعض لوگوں کی
نسبت پیغمبر خداؐ کا خاص تاکید یہ حکم ہو چکا تھا کہ ان میں سے جو کوئی اور جہاں
ملے قتل کیا جائے۔ جب یہ معلوم ہوا تو چند شخصوں نے اُمّ ہانیؓ کے مکان میں
پناہ لی۔ جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا کہ مقرور میری
بہن کے گھر میں پناہ گزین ہیں تو اچانک بہن کے گھر میں داخل ہو گئے۔
اُمّ ہانیؓ نے آلات حرب میں ملبوس ہونے کی وجہ سے نہ پہچانا اور بے اجازت
گھر میں چلے آئے کو ایک جرم سمجھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کلانی پر ہاتھ
ڈال دیا اور کہا اے شخص میں تیری شکایت کروں گی۔ رسول خداؐ اسے۔ جناب
علی مرتضیٰ کا بیان ہے کہ جناب اُمّ ہانیؓ نے اس زور سے میری کلانی پکڑی
کہ گویا ان کی انگلیاں میرے جسم میں درائیں (جب بنت اسد کے شیر کی
طاقت دیکھی تو سر سے خود اتارا۔ اس وقت اُمّ ہانیؓ نے پہچانا کہ یہ تو میرے
بھائی ہیں۔ بھائی کو گلے سے لگالیا اور کہا کہ میری استدعا ہے کہ جن لوگوں
نے میرے گھر میں پناہ لی ہے ان کو پیغمبرؐ کا حکم ثانی لئے بغیر قتل نہ کیجئے۔
اس عرصہ میں پیغمبر خداؐ بھی تشریف لے آئے۔ نماز کا وقت تھا۔ آپ نے فریضہ
واجب ادا کیا۔ اُمّ ہانیؓ نے پناہ گزینوں کی سفارش کی۔ رحمۃ اللعالمینؐ نے

یہ تفسیر کر سورہ حجر

فرمایا کہ بہن جن کو تم نے پناہ دی میں نے بھی ان کو پناہ دی۔

وفات تاریخ میں آپ کی وفات کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ واقعہ کربلا تک

زندہ تھیں۔ البتہ امیر المومنینؑ نے اپنی ایک صاحبزادی کا نام اُم بانی رکھا تھا اور وہ شہزادی دشمنوں کے خوف سے مملکت رے کی ایک مسجد میں پوشیدہ رہیں اور یوسف دوانقیؑ نے ان کو ایک چشمہ کے پاس قتل کر دیا۔

پرورش مسلم حضرت مسلمؑ کی پرورش ان ہی گودیوں میں ہوئی جن کے کمالات ہم اد پر بیان کر چکے ہیں۔ عام طور

پر نادر اماں باپ کی اولاد چچا یا دوسرے عزیزوں کے زیر تربیت رہتی ہے مسلمؑ اور ان کے بھائی جناب امیر المومنینؑ کے سایہ عطف و شفقت میں فقر و فاقہ میں پلے جن کے فقر و فاقہ کا آپ پر گہرا اثر تھا۔ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

”میں نے عقل کے بچوں کو دیکھا کہ بھوک کی شدت اور محتاجی سے ایسی سیاسی ان کے چہروں پر چھا گئی ہے گویا پتیل یا دسمہ کا رنگ ان کی نازک جلد پر آ گیا ہے“

پچھلے کپڑے اور سوکھے ہوئے خرے کھا کر نشوونما ہوئی مگر روحانی غذا اور تعلیم و تربیت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ تحصیل علم کے لئے باب مدینہ علم کی ذات کافی تھی اور فنون جنگ ان کا خاندانی جوہر تھا۔ بزرگوں کے آگے زانوئے ادب تہہ کر کے وہ کمال حاصل کیا کہ فرزند رسول الشقیںؑ امام حسینؑ نے اپنا نائب بنا کر ان کو ثقہ کہنے پر تیار ہوئے۔

ذاتی اوصاف اگر مسلم بن عقلؑ کی سوانح حیات پر ہم نظر کرتے ہیں تو ان میں فردا فردا وہ صفاتیں تھیں کہ اگر ان کو عنوان کلام

لہ الحاق اہل اسلام مطبوعہ مطبع الانوار لکھنؤ ۱۸۹۶ء ص ۱۲۸ از سیرت ابن ہشام و تاریخ خمیس در وصفہ الصفا۔ لہ شہید انسانیت طبع اول ص ۲۶۹ لہ تنزیہ الانساب

قرار دیا جائے تو بجا ہے۔ علمی امتیاز اگر ان کو حاصل نہ ہوتا تو کوفہ کی سمت اپنا نائب مقرر کر کے ان کو روانہ کرنے کے کوئی معنی نہ تھے۔ نائب بنانے کا مقصد یہ ہے کہ اہل کوفہ کی تمام علمی ضروریات کو وہ پورا کر سکتے تھے، صفت عدالت اگر ان میں نہ ہوتی تو وہ مسجد کوفہ کی امامت کا قریضہ انجام نہ دیتے۔ اصحابِ حسین جو کربلا میں شیعہ امامت کے پیروانہ تھے امام حسین کی موجودگی کی وجہ سے ان میں کسی ایک کو یہ موقع نہ ملا کہ امام جماعت قرار پائے حضرت مسلمؓ نے کوفہ کی مسجد اعظم میں پورے دو مہینہ حافظانِ قرآن، اصحابِ امیر المومنینؓ اور ایسے فقیہ طبقہ کو نماز پڑھائی جن کی فقہانیت پر خود امامؓ کے اقوال گواہ ہیں۔

زہد میں کمال اس طرزِ زندگی سے واضح ہے جو طغولیت سے قائم ہو چکا تھا۔ ان کے ترک دنیا کا اس سے بہتر کوئی ثبوت نہ تھا کہ اگر وہ بھی طالبِ جاہ ہوتے باپ کی طرح تو نیرید کے دربار میں حاضر نہ کر مالی فوائد حاصل کرتے لیکن مسلمؓ کی زندگی میں ایک درہم سے بھی اموی خزانہ نے مدد نہیں دی۔

عبادت میں یہ امتیاز تھا کہ کوفہ کی مسجدِ نبویہؐ میں نماز کی گواہی دینا مختار کا گھر، محمد بن کثیرؓ کا مکان، ثانی کا قصر، طوعہ کا ہمان خانہ تکبیر و تحلیل کی صدا سے معمور ہے اور زیارت میں پکار کر کہا ہے کہ آپؐ نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی۔ حضرت مسلمؓ کوفہ میں قرضدار ہو چکے تھے بظاہر زکوٰۃ مال کا تعلق تو ان سے نہیں ہے بلکہ تزکیہ نفس کا یہ تذکرہ ہے۔

شجاعت میں وہ اس قدر شہرہ آفاق تھے کہ کوفہ کی گلیاں آج تک ان کی جنگ کو یاد دلاتی ہیں۔ ادھر فوجِ ابنِ زیاد کا ہر سپاہی بہادری کا کلمہ پڑھتا تھا اور ادھر زیارت میں ان کی بہادری پر صدائے تحسین و آفرین بلند ہے۔

”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بہادری کی اُن حدود سے گزر گئے جن پر بدر کے مجاہدانے تڑپتے تھے۔“

ایسا کیا کہ مجاہدہ نفس اور جہاد بالسیف دونوں صفتوں کو بیک وقت جمع کر دیا اور زیارت میں یہ فقرہ وارد ہوا۔ ”میں گواہ ہوں کہ آپ نے خدا کے لئے جو جہاد کا حق تھا وہ ادا کیا۔“

قوت اتنی تھی کہ معصوم کی شہادت ہے۔ ”میں گواہ ہوں

کہ آپ جنگ میں سُست نہیں ہوئے اور نہ بزدلی ظہور میں آئی۔“ رحم ایسا تھا کہ دشمن کو قابو میں لا کر بھی قتل کرنا نہ چاہتے تھے۔ صبر ایسا کیا جس کی مثال صرف کربلا والے پیش کر سکتے ہیں اور بعض خصوصیات میں ان پر بھی سبقت لے گئے۔ سیاست میں وہ ایک اعلیٰ درجہ کے مدیر اور جنگ کے ماہر تھے۔ کوفہ میں ان کی وہ حیثیت ہو گئی تھی کہ بات کہتے قتل کر دیئے جاتے اور ان کی شہادت کی کوئی اہمیت نہ ہوتی مگر انہوں نے اپنی شجاعت کو محفوظ رکھتے ہوئے اپنے رئیس ہر محل پر بچایا اور آخر میں وہ موقع بے پناہ جنگ کا ان کے ہاتھ آیا جو روز قیامت تک صفحہ تاریخ سے محو نہ ہو گا۔ کیوں نہ ہو جناب علی مرتضیٰؑ ایسے بطل اعظم کی نگاہیں دیکھے ہوئے تھے۔ فنون حرب و ضرب سے واقف تھے۔ غرض وہ تمام صفات حسنہ کے مجموعہ اور کمالات کے جامہ زیب تھے۔ مجلسی علیہ الرحمہ ان کی کوفہ کی روانگی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: ”مسلم بن عقیلؓ پسر عم خود را کہ بوفور علم و عقل و تدبیر و صلاح و سداد و شجاعت و سخاوت و ممانعت از ہلکمان ممتاز بود۔“ (جلال العیون)۔

لے اشہد انکے مضیت علی ما مضی علیہ البدر یون المجاہدون۔

مفاتیح الجنان۔ لے و جہدت فی اللہ حق جہادہ۔ منہ

لے اشہد انکے لم تھن ولم تنکل

اپنے چچرے بھائی کو (بھیمبا) جو علم کی زیادتی اور عقل و تدبیر اور نیکی اور راست گفتاری اور بہادری اور سخاوت اور ممانعت میں سب سے ممتاز تھے۔
شادی ان صفوں کی جھلک ان میں عنفوانِ شباب سے تھی۔ جناب

امیر المومنین علیہ السلام کی قدر شناس نظروں نے ان کو دامادی کے لئے منتخب کیا اور زیادہ تر بنی ہاشم میں آپس ہی میں شادیاں ہوتی تھیں ایک بھائی کی اولاد دوسرے بھائی کی شریک زندگی قرار پاتی تھی۔ مسلم کی شادی اپنی صاحبزادی رقیہ سے کر دی۔ اولاد امیر المومنین میں دو صاحبزادیوں کا نام رقیہ تھا۔ بڑی رقیہ کو بعض مورخین آپ کی بی بی صہبا خاتون کے بطن سے اور بعض اُم حبیبہ بنت عباد بن ربیعہ بن یحییٰ بن عبد بن علقمہ تغلبیہ کے بطن سے بتاتے ہیں اور چھوٹی رقیہ کی ماں کا نام حالات میں موجود نہیں ہے۔ مسلم کے جالہ نکاح میں رقیہ خاتون کا ہونا فریقینؒ میں مسلم ہے اور وہ واقعہ کر بلا میں موجود تھیں۔ فاضل شاعر رخصت علی اکبر کے سلسلہ میں ذمہ دارانہ الفاظ میں کہتا ہے

چچی بھی بھوپتی بھی تھی رقیہ زوجہ مسلمؐ پکاری آہ بھر کر دخترِ حیدرؐ خدا حافظ
 ابوطالبؐ عقیلؐ و حمزہؐ مسلمؐ کو تمہیں سونپا محافظ ہو تمہاری جان کا جعفرؐ خدا حافظ
 رقیہ حضرت عمر بن علیؓ کی سگی بہن تھیں۔ پردیس میں زند آپؐ کی مصیبت اولاد کی شہادت دوسری کی زحمت اس خاتون کے وہ دل ہلا دینے والے مصائب ہیں جن پر تبصرہ کرنے میں قلم تھوکتا ہے چونکہ وہ اولاد علیؓ سے تھیں اس لئے ان کا

۱۔ قاضی محمد صنغنتہ اللہ بن محمد غوث حالات حضرت مسلمؐ میں لکھتے ہیں تزوج برقیہ بنت علی (نور العین صفحہ ۲۹ تنقیح المقال جلد دوم صفحہ ۲۱۷)

۲۔ یہ کلام مرزا فیض علیار حمہ کا ہے میرے نزدیک ان کی حیثیت ایک محقق کی ہے برق لامع کے حواشی ان کی تحقیق اور احتیاط کے گواہ ہیں۔

امتحان بھی سخت تھا اور ایک وہ سخت وقت آیا کہ اس شاہزادی کو بھان کے خوف میں مدینہ سے ہجرت کرنا پڑی۔ کجا مدینہ اور کجا حدود ایران میں مملکت رہے۔ یہ وہی صوبہ ہے جو قتل حسینؑ کے انعام میں پسر سعدؑ کو ملنے والا تھا۔ رقیہؑ اپنی بہن اُم بانیؑ کے ساتھ جیسا کہ گذرا کسی مسجد میں پوشیدہ ہوئیں اور یوسفؑ و دانیؑ نے ان کو چشمہ کے کنارے لے جا کر قتل کر دیا۔ اگرچہ تاریخی حیثیت سے اس روایت کے ثبوت ابھیرے مانتے نہیں ہیں مگر یہ دیکھتے ہوئے کہ دشمن علیؑ اور ان کی طرف نسبت رکھنے والے ساری کائنات کو مٹا دینے پر تیار تھے کچھ بعید نہیں اصحاب علیؑ میں کیل بن زیادؑ، میثم تمارؑ، رشیدؑ قتل ہو جاتے ہیں قبر غلام ہونے کی فرد جرم لگا کر ذبح ہو جاتا ہے اولاد سے تو اور زیادہ کینہ بچتا۔

دوسری بی بی کنیز تھیں۔ ان کا قیام مدینہ میں تھا اور چونکہ بنی ہاشم سے نہ تھیں اس لئے واقفہ کر بلا میں بھی ان کی شرکت نہیں ہوتی۔ حضرت مسلمؑ مکہ سے سفارت کے عہدہ پر فائز ہو کر چلے ہیں اور مسجد نبیؐ میں نماز پڑھ کر خیال سے رخصت ہوئے تھے تو یہ دداع بظاہر انہیں بی بی سے ہے۔

حاکم شامؑ نے جناب مسلمؑ سے ایک اراضی بہت ہی کم قیمت میں خرید لی اور آپ اس کے دام تزویر میں آ گئے۔ امام حسنؑ کو جب یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے مسلمؑ کو اس غلطی پر آگاہ کیا۔ مسلمؑ کو غصہ آ گیا

معاویہ کے دربار میں
مسلم کی سخت گفتگو

۱۔ تنزیہ الانساب ۲۔ تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی۔
۳۔ فاقبل مسلم الی المذینہ و صلی فی مسجد النبی و وجع اہلہ تاریخ کامل
۴۔ ارشاد یہ چودہویں رات کا چاند۔

اور پیش میں معاویہ کے پاس پہنچے اور چاہا کہ اس معاملہ کو فسخ کر دیں۔ اس نے انکار کیا۔ آخر آپ نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور بہت کچھ بُرا بھلا کہا۔ معاویہ ہنس پڑا اور کہا مجھے تمہارے والد یاد آگئے۔ انہوں نے ایک دن مجھ سے دس ہزار دینار طلب کئے۔ میں نے پوچھا کیا کرو گے؟ کہا ایک کنیز خریدوں گا۔ میں نے کہا کنیز سود و سو کو مل جائے گی اس قدر زیادہ قیمت کی کیا ضرورت ہے۔ وہ کہنے لگے کم قیمت نو نڈی اسیل نہ ہوگی۔ مجھے حسب و نسب میں نہایت بلند مرتبہ عورت کی ضرورت ہے تاکہ اس سے جو اولاد پیدا ہو وہ ایسی عالی ہمت ہو کہ موقع پر تجھ سے دب نہ سکے بلکہ تلوار تول کر تیرے سر پر کھڑا ہو اور ایک ہی وار میں تیرا سر جدا کر دے۔ آج تمہارے ٹھکانہ دیکھ کر مجھے وہ قول یاد آگیا۔ اگر عقیل اموی دولت سے سائل بن کر فوائد اٹھاتے تو ان کے یہ تیور ہرگز نہ ہوتے وہ مالِ مسلمین سمجھ کر سوال کرتے تھے اور معاویہ ان کو صحیح معنوں میں حقدار سمجھ کر امداد کرتا تھا۔

یہ عنفوانِ شباب کا واقعہ تھا۔ اسی آغاز سے مسلم کے انجامِ کاپتہ چل رہا تھا کہ وہ کیسے بہادر انسان تھے۔ واقعہ کہ بلا سے قبل بھی ان کی زندگی دیرانہ تھی۔

واقعاتِ زندگی جناب امیر المومنین کا انتقال ان کے عالمِ شباب میں ہوا۔ پھر باپ کا داغِ مفارقت اٹھایا۔ امامِ حنفی کی گوشہ نشین زندگی اور معاویہ کی شاہی تدبیر کو بھی دیکھتے رہے۔ سبطِ اکبر کی شہادت زہرِ بلاہل سے ہوئی اور وہ وقت آیا کہ معاویہ نے بھی یزید کو قائم مقام کر کے دنیا چھوڑ دی۔ یزیدیت کی داغ بیل کے بعد بنی ہاشم کے لئے عظیم خطرات کا سامنا ہوا اور حسینؑ ایسے غیور انسان سے بیعت کی خواہش

کی گئی صبر و شکیب کا زمانہ گزر چکا تھا۔ شراب خواری بیعت کو ناجائز قرار دیتے ہوئے حسین نے بمصلحت مدینہ چھوڑ دیا اور اپنے عزیز اور دوستوں کی ایک مخصوص جماعت کو لے کر مکہ آ گئے۔ یہ وہی شہر ہے جہاں سے ساٹھ برس پہلے آپ کے نانا ہجرت کے موقع پر مظلوم بن کر نکلے تھے۔ مکہ میں وہ لوگ موجود تھے جو پیغمبر کی بے پناہ محبت حسینؑ سے دیکھ چکے تھے بلکہ موسم حج ہونے کی وجہ سے وہاں ان تمام لوگوں کا مجمع تھا جن کو حسین کے پیغمبرانے میں پیغمبرانے کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا تھا۔

یزیدی مظالم سے دنیا کو آگاہ کرنے کا امام حسین کے پاس یہی ایک آلہ تھا کہ وہ حج کے مجمع میں پہنچ کر بغیر حج کئے ہوئے واپس لٹا کہ پتھر پتھر ان کی مظلومیت کا شاہد رہے اور حجاج کے تمام مجمع میں ہمدردی کی لہر دوڑ جائے۔

درحقیقت یہ پیغمبر کی تعلیم تھی کہ وہ دواعی حج میں اپنی عورتیں اور بچوں تک کو لے کر آئے اور غدیر میں اس جم غفیر کو روک کر اچانک علیؑ کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ حسینؑ بھی نانا کے نقش قدم پر قدم رکھ رہے تھے۔ حج آخر کے ارادہ میں تمام اہلبیتؑ کو لے کر کعبہ میں آئے اور فضا کو پُر آشوب دیکھ کر ناکام واپس ہوئے۔ جو مظلومیت کا مستقل اعلان تھا۔

دوسرا باب

حضرت مسلمؑ اور کوفہ کا سفر | بیچ کس عزت نہ ارد دیا رخویش !
آب تادریکل بود آست و درینکے گلاب

بنی نوع انسان کے لئے نقل و حرکت وہ ضروری چیزیں ہیں جس کے بغیر بشری زندگی ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اس نقل و حرکت کا ایک عنوان سفر ہے۔ سفر و حضر انسانی زندگی کے دو متضاد پہلو ہیں جن میں حضر وطنی زندگی کا اطمینان بخش گھڑیوں کا نام ہے اور سفر پردیس کی زندگی کو کہتے ہیں۔ انسان خواہ کتنا ہی صاحب ثروت ہو مگر مسافت کے میدان میں قدم رکھ کر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی جاہ و شہمت کچھ مدد نہیں پہنچا سکتی۔ اہل عقل نے سفر کو دنیا کی شدید ترین مواقع میں شمار کیا ہے۔ کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ ”وطن کی بے زری مسافت کے تمول سے بہتر ہے“ وہ لوگ جن کو مسافت کے سرد و گرم ہواؤں کا سامنا ہوا ہے اور جو غربت کے لیل و نہار سے دوچار ہوئے انہیں کے دل جانتے ہیں کہ سفر کیا ہے۔ عرب کا کوئی غریب الوطن شاعر گھر پہنچنے کی آرزو میں سفر کو قطعہ عذاب ثابت کرتے ہوئے کہتا ہے ”دوزخ کا سارا عذاب سفر کی تکلیفوں کا ادنیٰ ٹکڑا ہے خدا پھر مجھے وطن کی راحتیں عطا فرما۔ سفر کے وسیلہ ظفر ہوتے میں شبہ نہیں اور سختیوں میں بڑ کر انسان کے جوہر اسے کامیابی کے زمینہ تک پہنچاتے ہیں“

وہ پھول سر چڑھا جو چین سے نکل گیا ؛ عزت اسے ملی جو وطن سے نکل گیا

لے عسرت فی بلد لے اعز من یسرک فی غربتک

لے کل العذاب قطعة من السفر

(ربیع الا برار ز محشری)

یار بادو فی الی لروح الحضر

قرآن مجید نے آوارہ وطنوں سے ہمدردی کا وعدہ کیا ہے۔ ”وہ لوگ جو آوارہ وطن اور شہر بدر کئے گئے اور انہوں نے میری راہ میں دکھا اٹھایا اور جنگ کی اور شہید ہوئے ان کی برائیوں سے ضرور درگزر کروں گا۔ دشتِ غربت کے تھکے ہوئے مسافر خیابانِ خیال میں ٹھہرائے جائیں گے جن کے درختوں کی چھاؤں میں چشمے بہہ رہے ہوں گے“ آئینِ مذہب نے بھی مسافروں کو سہولتِ یوم پہنچانے کا بیڑا اٹھایا ہے اور خدا کی نماز ایسے محترم فریضے میں قصر کردی، روزے کو یک قلم موقوف کر دیا، مسافر کو ابنِ سبیل قرار دے کے خیراتی فنڈ سے امداد کا مستحق قرار دیا۔

یہ وہ راہ ہے جس میں مسلمان کے پائے استقلال میں بھی لغزش آگئی ہے اور موسیٰ علیہ السلام جب مجمع البحرین کے دریائے سفر سے گزر رہے تھے تو ناشتہ کم ہو جانے سے ملول ہو کر پکارے ”اس سفر نے بڑی تکلیف پہنچائی“ مشیتِ ایزدی اور ذاتی کمالات نے مجبور کیا کہ فرزندِ رسولؐ مسلم بن عقیلؓ کو اپنی بہادر اور سرفروش جماعت سے علیحدہ کریں۔ مسلمؓ نے سرباطِ اطاعت خم کیا عرب کے چٹیل میدان میں سفر اور ریگستان کی پُر خطر راہوں سے گزرنے پر تیار ہو گئے۔ گرمی کے دنوں میں بے آب و گیاہ جنگلوں سے گزرنے میں عذر نہ کیل۔

انتخابِ مسلم کا راز | اہلِ کوفہ کی استدعا کے وقت امام حسینؑ کے اہل بیت میں ایسے افراد موجود تھے جن میں سے کبھی ایک کو اپنا نائب بنا کر بھیج دیتے اور مقصدِ تبلیغ پورا ہو جاتا لیکن امام حسینؑ نے منصب کی اہمیت کو محسوس کیا۔ ان کے گھرانے میں ایسے نوجوان بھی تھے جن

لے آل عمران پ ۴ لے لعل لقینا من سفرنا ہذا النصبا

سے منافی عصمت کوئی فعل ظہور میں آتے نہیں دیکھا جس کو حکم دیتے وہ عدالت کی صفت سے متصف اور اس عہدہ کا حقدار تھا۔ کسی نوعمر، نا تجربہ کار کا انتخاب نہیں کیا بلکہ حضرت مسلم ایسے شخص کو (جن کا تابعی اور ثقہ ہونا طبعیہ مخالف بھی تسلیم کرتا ہے) روانہ کیا۔ یہ تو ان میں نائب امام کی حیثیت تھی، اب یہی بات کہ جنگی اصول سے ان کے انتخاب کا کیا راز تھا۔ یہ بھی حینیت کی ایک اعلیٰ سیاست ہے۔ اگر علی اکبر کو بھیج دیتے تو شہزادے کے نام میں علویت کا جوہر موجود تھا۔ علی کے معنی بلند و برتر کے ہیں۔ لفظ میں وہ سطوت و جبروت موجود ہے جس سے تشدد کا پتہ چلتا ہے۔ اگر عباس کو بھیجتے تو عباس کے معنی شیر و درندہ کے ہیں۔ ان کی بہادری اور دلیری سے عرب کا کچھ بچہ واقف تھا لوگ سمجھ جاتے کہ اس انتخاب میں جلال و قتال کے سوا کوئی اور پہلو سامنے نہیں رکھا گیا ہے لہذا عباس کو بھی نہ بھیجا۔ مسلم کو بھیجا۔ اسلام کے معنی گردن نہادوں کے ہیں۔ مسلم کے نام پر ظلو و حدت پرستی ہے ان کے بھیجنے کے بعد کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ حسین تبلیغ دین کے پردے میں جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ انتخاب سے صاف ظاہر ہے کہ نیابت کے فرائض کو وہ ادا کر رہا ہے جو اپنے نام میں بھی تشدد کی جھلک نہیں رکھتا۔

جس طرح حضرت مسلم کو کوثر بھیج دینا انتہائی حکیمانہ فعل تھا اسی طرح اس تصویر کا دوسرا رخ ان کو اپنی بہادر اور دلیر جماعت سے علیحدہ

اپنے ساتھ کر بلا میں
نہ رکھنے کے علل و اسباب

کو دنیا بھی حکمت سے خالی نہ تھا۔ کربلا کی جنگ دنیا کے اصول حرب کے بالکل خلاف لڑائی تھی۔ اگر درحقیقت وہ کربلا میں لڑنے کے لئے آتے تو فوج جمع کرتے، آلات حرب فراہم کرتے، سپاہیوں کا دل بڑھاتے، سامان خورد و نوش

فرام کرتے عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لاتے مگر آپ نے اصول جنگ کے خلاف مستقل جہاد کیا۔ قدم قدم پر اپنے قتل کی خبر دی۔ ساتھیوں کو بیعت سے باہر کر دیا عورتوں اور بچوں کو لے کر چلے۔ پانی افراط سے موجود ہونے پر حجر کے رسالہ کو آتے دیکھ کر پورے لشکر کو میراب کیا۔ جانور تک پیا سے نہ رہے۔ اپنی طاقت کو بجائے منظم کرنے کے متفرق کر دیا۔ محمد حنفیہ کی بہادری اور شجاعت شہرہ آفاق تھی۔ صفین اور جمل کے میدان ان کی زلزلہ انگن جنگ کے گواہ تھے۔ اگر ہم محمد حنفیہ کی شجاعت پر مکمل تبصرہ کریں تو ایک مستقل عنوان درکار ہے۔ حسین کو اگر بڑنا ہوتا تو محمد حنفیہ ایسے بطل اعظم کو اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کرتے مگر انہوں نے اپنی مخصوص پالیسی سے محمد حنفیہ کو مدینہ میں رہنے پر مامور کیا۔ مسلم کی شجاعت اور بہادری سے بھی واقف کر لائیں پورا فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔ وہ کسی طرح محمد حنفیہ سے کم نہ تھے۔ اگر روز عاشورہ ہوتے تو دشمن کے ٹڈی دل فوج ان کے شیرازہ حملے سے زیر و زبر ہو جاتی اور ممکن تھا کہ فتح حسین کی ہوتی اور مقصد شہادت پورا نہ ہوتا۔ اس لئے اپنی طاقت پر دوسری ضرب لگائی کہ ان کو کوفہ کا امام بنا دیا۔ پھر بھی نام نہاد امت کے لئے حسین کو اپنے ہمیشہ کے شیروں سے خطرہ تھا۔ عباس باقی تھے اور ان کی شجاعت کو بھی دیکھتے ہوئے یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ان تینوں بھائیوں میں کون زیادہ دیر ہے۔ وہ سب ایک ہمیشہ کے شیر اور ایک تسبیح کے دانے تھے جن کی بہادری کو مستقل کیا جارہا تھا۔ عہدے تقسیم ہو چکے تھے اور عباس کے لئے کوئی موقع نہ تھا۔ انہوں نے یحییٰ سے ساتھ چھوڑا ہی نہ تھا۔ لہذا مشک و علم دے کر ان کی ذمہ داری کو بڑھا دیا اور صرف پانی لانے کی اجازت دی۔ وقت رخصت

فرمایا: ”بھیا جاد شاید کچھ پانی لے کر آسکو“ (اور بچے سیراب ہوں)۔ اب حسینی فوج میں انصار کے علاوہ ایک جوان اور ایک نوجوان باقی رہ جاتا ہے۔ بھائیوں میں عون بن علیؑ جن کا حملہ تین میل تک (فرسخ) طویل تھا یہ جوان تھے اور علی اکبرؑ نوجوان باقی بنی ہاشم لڑکے اور بچے تھے اور یسلم کو کوفہ بھیج دینے کی وجہ یہ تھی۔

امام حسینؑ کا خط اہل کوفہ کے نام | مسلم بن عقیلؑ مکہ کے دوران قیام میں فرزند رسولؐ کے ساتھ

تھے اور کوفہ سے بلا مبالغہ ہزاروں خط آپکے تھے جن کے جواب میں امامؑ نے یہ طے کر لیا کہ کوفہ کی طرف بھیجنے کے لئے سب سے زیادہ موزوں وہی ہیں۔ مصمم ارادہ کر کے اہل کوفہ کے نام خط لکھا:

”یہ خط حسین بن علیؑ کی طرف سے گروہ مومنین اور مسلمانوں کی طرف ہے۔ بعد حمد و صلوات کے (واضح ہو) ہانی بن ہانی سبعی اور سعید بن عبداللہ حنفی آخری وہ دو شخص ہیں جو تمہارے بھیجے ہوئے میرے پاس آئے اور تمہارے سب خط بھی پہنچے۔ مضامین ذہن نشین ہوئے۔ تم نے لکھا کہ ہم پر کوئی امام نہیں جو رہنمائی کرے لہذا کوفہ آئے تو میں تمہاری طرف اپنے بھائی اور چچا کے فرزند اور اہل بیت میں ثقہ شخص مسلم بن عقیلؑ کو بھیجتا ہوں اگر انہوں نے تمہارے اتحاد و اتفاق سے مجھے باخبر کیا تو میں بھی آسکتا ہوں امام نہیں ہے مگر وہ جو کتاب خدا سے حکم کرے اور عدل کے جادہ پر اس کے

لہ اذہب الی الغرات لعل ان تاتی بشئ من الطاء (نور العین ابو اسحاق اسفرائینی ص ۲۳)
لہ بقت الیکم یاخی وابن عثمٰی وثقتی من اہلبیتی مسلم بن عقیل (تاریخ کامل ابن اثیر)

قدم ہوں اور دین راستی پر سوا اور اپنے نفس کو حد و شریعت میں قید کرے؟
روانگی | یہ خط لکھ کر مسلم بن عقیلؓ کو طلب کیا اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کر کے فرمایا کہ لوگوں سے محبت کے ساتھ پیش آنا

اور اگر کوفہ کے لوگ میرے دوست صادق نظر آئیں اور ان کے دل مکر و فریب سے خالی ہوں تو مجھے اطلاع کرنا تاکہ ان کی دعوت قبول کرنے میں جلدی کروں۔
 قیس بن مسہر صیداوی اور عمارہ بن عبداللہ سلولی اور عبدالرحمن بن عبداللہ ازدی کو جو کوفہ سے پیشوائی کے لئے آئے تھے حضرت مسلمؓ کے ساتھ کیا۔ یہ واقعہ ۵ ابراہ رمضان المبارک ۳۶ھ کا ہے۔ اسی تاریخ بسط اکبر امام حسن علیہ السلام کی ولادت تھی جس سے ظاہر ہے کہ فرزند رسولؐ نے بھائی کو نیک تاریخ میں کوفہ روانہ کیا۔

سفر میں پہلا شگون بد | پہلی منزل کو طے کیا تھا کہ داہنی طرف سے ایک شکاری نظر آیا جو برن کے تعاقب میں

گھوڑا ڈالے آ رہا تھا اور اس نے تیزی سے آہو کو گرفتار کر کے ذبح کیا۔
 فطرت کا تقاضہ ہے کہ اس فال بد سے مسافر کا دل کھٹک جائے۔ آپؐ کے دل میں بھی ایک خوف محسوس ہوا اور بد شگونی سمجھ کر واپس آ گئے۔ اور امامؑ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ میرے خیال میں یہ سفر مبارک نہ ہو گا اور آپ جو چاہتے ہیں اس کی تکمیل مشکل ہے۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ بھائی اگر ڈر کے پلٹ آئے ہو تو مجھے مضائقہ نہیں میرے ساتھ رہو میں کسی دوسرے کو بھیجتا ہوں۔ علم نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے جو نیچہ مشاہدہ کیا تھا اس کو اپنا فرض سمجھ کر آپ کو اطلاع کی (اگر یہی حکم ہے)

اور آپ فرمائیں تو میں دریا میں کود پڑوں اور آگ کے شعلوں سے گزر جاؤں تو مجھے عذر نہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ آخری زیارت نہ ہو۔ میں صرف آپ کو ایک نظر دیکھنے کے لئے آیا۔ یہ کہہ کر امامؑ کے ہاتھ اور پیروں پر بوسہ دے کر شدت سے روئے اور کہا مجھے یہ سامان نظر آتا ہے کہ اب زیارت نہ ہوگی۔ امام حسینؑ نے ابدیدہ ہو کر گلے سے لگایا اور سمجھا کر رخصت کیا۔

دوبارہ رخصت ہونے کا ایسا گہرا اثر دل پر ہوا کہ کسی طرح اہل نہونہ تھمتے تھے۔ جو پوچھتا تھا کہ آخر رونے کا کیا سبب ہے تو فرماتے تھے کہ امامؑ کی مفارقت میں روتا ہوں منزلیں طے کرتے ہوئے مدینہ پہنچے۔ مسجد نبویؐ میں پہنچ کر نماز پڑھی اور متعلقین سے رخصت ہوئے۔ قبیلہ بنی قیس کے دو شخصوں کو بغرض راہبری اجرت پر طے کر کے غیر آباد راستوں سے روانہ ہوئے۔ موسم کی صعوبت اور بے آب و گیاہ جنگلوں سے گزرنے کی سختی میں راہ بھول گئے۔ پیاس سے خطرہ محسوس ہونے لگا سا بھٹیوں کی حالت زیادہ خراب تھی۔ دونوں رفیق سفر با وفا تھے۔ آخر تک اپنے فریضہ پر باقی رہنا چاہتے تھے۔

دوسرا شگون بد | حالت پیاس سے زیادہ خراب ہوئی مگر پانی کے لئے ایک سمت اشارہ کر کے دونوں جان بحق تسلیم ہو گئے۔ آپ اقبال و خیزاں اشارہ پر چلے اور گاؤں میں پہنچ کر جس کا نام مضیق تھا پانی سے سیراب ہوئے۔ پہلی مرتبہ ہرن کا ذبح ہونا اور پھر ساتھیوں کی موت، دل پر ایک چوٹ پڑی اور فال نیک نہ سمجھ کر امامؑ کی

۱۔ نسخ التواریخ ۲۔ اصابع فی تمیز الصحابہ و تارخ کامل
۳۔ ارشاد شیخ مفید ۴۔ ارشاد

خدمت میں خط لکھا :-

”اما بعد دو شخصوں کو دہلیہ قرار دے کر مدینہ سے نکلا جو اثنائے سفر میں راستہ بھول گئے اور پیاس کا غلبہ ہوا، دونوں ہلاک ہو گئے۔ آخر کسی طرح ہم اپنی جائیں بچا کر پانی تک پہنچے۔ یہ شگون بھی اچھا نہیں ہے۔ مجھے اس خدمت سے معاف فرمائیں اور کسی دوسرے شخص کو بھیج دیجیے۔“

(آپ کا مسلم)

یہ خط روانہ کر کے جواب کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ تا آنکہ جواب موصول ہوا اور جبین نامہ پر شکن دیکھ کر کمرِ محنت مستحکم کرنا پڑی۔

خط کا مضمون | ”حسین کی طرف سے ان کے چچا زاد بھائی مسلم کو معلوم ہو کہ استغفار کا خط دیکھ کر مجھے خوف پیدا

ہوتا ہے کہ اس سفر سے تم کو ہز دلی تو نہیں روکتی۔ جس سمت میں بھیج رہا ہوں ادھر جاؤ۔ بھائی میں نے اپنے نانا سے سنا ہے کہ ہم اہلبیت بدشگون کو نہیں مانتے لہذا اس خط کو پڑھ کر میرے حکم کی تعمیل کرو۔“

جناب مسلم! ایک غیر معصوم انسان ہونے کی وجہ سے قدم قدم پر ڈرتے نہ تھے بلکہ ان کے خوف کا سارا راز امام کے فیوض سے محروم ہو جانے میں مضمر تھا۔ ان کے دل کو یقین تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔ پس اسی بات کا سارا ملال تھا۔ انہوں نے بچپن سے کبھی ساحتہ نہ چھوڑا تھا ہمیشہ ساحتہ رہے اور ساحتہ پرورش پائی۔ سفر ان کی زندگی میں پہلا موقع تھا۔ امام بھی اس کو محسوس کرتے تھے ورنہ ممکن تھا کہ پہلی مرتبہ کی معذرت پر کسی اور شخص کا انتخاب عمل میں آتا۔ حسین بن علیؑ کو یقین تھا کہ یہ وقتی اذیتِ مزاج ہے۔ سختی میں پڑ جانے کے بعد مسلم سے زیادہ کوئی مستقل مزاج نہ ہوگا۔

خط کے تہدیانگیز فقرات دیکھ کر ان کے عزم میں جتنی پیدائش ہو گئی اور کوفہ نہ جانے کے خیال کو ہمیشہ کے لئے دل سے نکل دیا۔

رفیق ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ اب تنہا سفر کیا

کوفہ میں داخلہ

اور مضیق سے روانہ ہوئے۔ عید کا چاند راستہ میں دیکھا۔ ۵۔ شوال کو نصف شب کے بعد منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ مختار کے گھر میں قیام کیا۔ اس گھر کو شیخ مفید علیہ الرحمہ کے زمانہ میں دارم سلم بن مسیب کہتے تھے۔ صبح کوفہ میں یہ خبر بجلی کی طرح دوڑ گئی کہ امام حسین نے اہل کوفہ کی دعوت پر لبیک کہہ کر اپنے بھائی کو بھیج دیا لوگ جوق جوق بیعت کے لئے آنا شروع ہوئے۔ جناب مسلم نے امام کا خط پڑھ کر سنایا اور مشرط آتے کے وعدہ سے اطلاع دی۔ کوفہ کا بچہ بچہ منتظر تھا۔ لوگ فرط مسرت سے رونے لگے اور سلسلہ بیعت ۱۸ ہزار آدمیوں تک پہنچا۔ حاضرین میں عابثی، کری، گانے خدا کی حمد و ثنا کی اور اٹھ کر کہا کہ میں لوگوں کے دل کا حال تو جانتا نہیں، اپنی جان پر اختیار ہے، جب مجھے پکارے گا تو جواب دوں گا۔ اور اپنی تلوار سے آپ کے دشمنوں کا قتل کروں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات ہو۔

حبيب بن مظاہر اٹھا اور اس کی طرف نظر کر کے کہا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے جو فرض تھا وہ تو نے ادا کیا میں بھی اسی جادہ پر ہوں۔ پہلی نشست سے جو بیعت شروع ہوئی تو یہ مجموعہ تعداد ۱۸ ہزار نفوس تک پہنچی اور حضرت مسلم نے بیعت لی۔ یہ رفتار دیکھ کر تمام حالات سے فرزند رسولؐ کو مطلع کیا اور آخر زمانہ میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ اگر دل چاہے تو کوفہ کی طرف تشریف لائیتے۔

لہ تاریخ کامل ابن اثیر اور برایتیہ سلیمان بن مرد کے گھر میں ٹھہرے اور اصحاب میں سے کھنڈر مل بن عبید بن جراح قیام کیا

تیسرا باب

بصرہ میں حسینی پیغام
نامہ بر کا قتل

مسلم بن عقیل کا خط امام کی خدمت میں
پہنچا اور جب صورت حال معلوم ہوئی
تو آپ نے تمام حجت اور حلقہ اثر وسیع کرنے کے لئے ایک خط بصرہ
کے مومنین کو لکھا۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔“

یہ خط ہے حسین بن علی کی طرف سے بعد
صد و صلوات کے معلوم ہو خدانے محمد کو تمام عالم پر برگزیدہ اور نبوت سے
معزز کیا اور ان کو رسالت کا شرف عطا فرمایا اور دنیا سے اس وقت اٹھایا
جب وہ بندگانِ خدا کی نصیحت سے فارغ ہو چکے اور اپنے رب کی رسالت
پہنچا چکے تھے۔ ان کے بعد ان کے اہل بیت اور افاضان کے منتخب لوگ قائم مقامی
کے زیادہ حقدار ہیں مگر ہم پر ایک جماعت حاکم بن بھیجی۔ مصلحت نے ہم کو مجبور
کیا کہ (دنوی حاکم) مان لیں اور فتنہ کو دبانے اور طلبِ عافیت کے لئے ہم راضی
رہے۔ میں تمہاری طرف یہ کتاب بھیجتا ہوں اور خدا اور اس کے رسول کی طرف
دعوت دیتا ہوں۔ تم یاد رکھو کہ سنتِ رسول کو مردہ کر دیا گیا ہے۔ اگر تم نے
میری دعوت پر لبیک کہا اور اطاعت قبول کی تو رشد و ہدایت کے راستہ
پر پہنچو گے۔

والسلام

یہ خط آپ نے اپنے غلام سلیمانؓ جس کی کنیت ابو زین تھی کے ہاتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ جلد اس خط کو بصرہ پہنچا دے۔ سلیمانؓ حسب فرمان بصرہ آیا اور اخنفت بن قیس منذر بن جارود، یزید بن مسعود نہشل، قیس بن ہشیم اور دوسرے لوگوں کو خط دیا۔ یزید بن مسعود نہشل کو امام سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ انہوں نے نبی تمیم اور بنی حنظلہ اور بنی سعد کے لوگوں کی ایک کمیٹی کی اور معاویہ کی موت، یزیدؓ کی مداخلت فی الدین اور بدکاری کا اعلان کرتے ہوئے امام حسینؑ کے اوصاف اور آپ کا احق بالخلافت ہونا بیان کر کے کہا خدا کی قسم کوئی ایک بھی اگر ان کی نصرت میں کمی کرے گا تو خدا اس کی اولاد تک کو ذلیل و رسوا کرے گا اور قبیحہ کے لوگ ختم ہو جائیں گے۔ میں نے تو لباس حرب پہن لیا۔ بنی حنظلہ نے یہ تقریر سن کر جواب دیا کہ اے ابو خالد ہم تمہارے ترکش کے تیر ہیں۔ اگر ہم کو کمان سے ہار دو گے تو ہم نشانہ پر ضرور پہنچیں گے۔ اگر دریا اور سنگ میں ڈال دو گے تو واپس نہ ہوں گے۔

سلطہ بروایت ابن نما پیا مبر کا نام ذراع سدوسی ہے اور مولف ریاض المصابی کی تحقیق ہے کہ اس کا نام ذراع تھا اور وہ امام کا برادر رضاعی ہونے کا فخر بھی رکھتا تھا یہ سکہ حقیقت ہے کہ امام حسینؑ نے بجز حضرت فاطمہ زہراؑ کسی کا دودھ نہیں پیا۔ ابیری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک طرف تو عبداللہ بن یقطر کو دودھ شریک بھائی کہا جاتا ہے، پھر ذراع بھی برادر رضاعی تھے۔ یہ سب غلط فہمی ہے جس میں راوی جادہ حقیقت سے دُور ہو گئے۔ ظاہر نظر میں اس نامہ بر کا نام ذراع یا ذراع تھا جو خط پہنچا ایلچی ہونے کے جرم میں قتل ہوا اور سلیمان کو یہ عہدہ تفویض نہیں ہوا۔ سلیمان واقعہ کر بلا میں روز عاشورہ شہید ہوئے۔

بنی سعد بن یزید نے کہا کہ تمہاری مخالفت سے زیادہ مجھے کوئی چیز بُری نہیں معلوم ہوتی۔ ہم تمہارے حکم کے خلاف ایک قدم بھی نہ اٹھائیں گے۔

بنی عامر بن تمیم نے کہا کہ اے ابو خالد ہم تمہارے آباؤ اجداد کی اولاد اور تمہارے حلیف ہیں لہذا ہم ساتھ ہیں۔

ابو خالد نے کہا اے بنی سعد اگر تمہارے قول و فعل یکساں ہیں تو ضرور خدا تمہاری مدد کرے گا۔

بصرہ کے نمودار لوگوں میں کوئی باقی نہ رہا جس نے فرط شوق میں امام کا خط نہ پڑھا ہو۔ مرت منذر بن جاردؓ کو اس خط سے کوئی دلچسپی پیدا نہ ہوئی۔ وہ یزید کا صحبت نشین اور ابن زیادؓ کا خسر تھا۔ بصرہ کی حکومت اس وقت ابن زیادؓ ہی کے ہاتھ میں تھی۔ ایسے جابر اور دشمن خاندان رسالتِ عالم کی رعایا میں فرزندِ رسولؐ سے اتنی ہمدردی باقی رہنا تعجب ہے اور یہ ان کی انتہائی عقیدت تھی کہ فوراً جواب کے لئے قلم اٹھایا۔

(آقائے کونین) آپ کا خط پہنچا اور کاشفِ احوال ہوا۔ خدا نے کبھی زمین کو خالی نہیں چھوڑا ایک ایسے عالم سے جو نیکیوں کو بجالائے۔ نجات کا راستہ دکھائے۔ یقیناً آپ خدا کی حجت اس کی مخلوق پر ہیں آپ شجرِ احمدی کی ہر بلند شاخ ہیں ہر سگِ اصل تھے اور آپ فرع (آپ ادھر تشریف لائیں تو) بنی تمیم کی گردنیں آپ کے سامنے جھکی ہوئی ملیں گی اور وہ جس طرح پیسا اونٹ پانی کی طرف دوڑتا ہے اس سے بھی تیز آپ کی سمت دوڑیں گے۔ بنی سعد بھی مطیع و منقاد ملیں گے۔ میں نے ان کی دلی مخالفت کو سیلابِ نصیحت کے چھینٹوں سے دھو کر چمکا دیا ہے۔

جب یہ نامہ امام کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے دل سے دعائے خیر کی اور

کاتب کے لئے فرمایا ”خدا تجھے بے پناہ دُراوردہشت کے دن اپنے امن وامان میں رکھے اور تشنگی کے دن پیاس بجھائے“

پہلی قربانی ابو خالد خط کا جواب لکھ کر حلقہ الاشک تنظیم میں مصروف ہوئے۔ عرب میں پیامبر کا غیر معمولی احترام کیا جاتا تھا۔ ان کو ہرگز یہ امید نہ تھی کہ حسین بن علیؑ رضی اللہ عنہ کو کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے گا۔ مگر منذر کی خفیہ ریشہ دوانیوں سے کسی طرح نامہ بر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اس نے نام حسین سننے ہی حکم دیدیا کہ ایچی کو قتل کر دیا جائے۔ شہادت کے بعد یہ مردِ نیرِ شہداءؑ پر چڑھا دیا گیا۔ اسلام میں یہ پہلا موقع ہے کہ نامہ بر قتل ہوا۔ اس قتل کے بعد ابن زیاد نے خطبہ پڑھا۔ اور بصرہ میں صرف ایک شب قیام کے بعد اپنے بھائی کو چار بج دے کر کوفہ روانہ ہوا۔ اہل بصرہ سے ہم کو شکایت ہے کہ اس نامہ بر کا نشان قبر باقی رکھا ہوتا تو حسین کے زائر قبر پر عقیدت سے پھول چڑھاتے۔ واقعہ کربلا میں اہل بصرہ نے کیا کیا؟ لشکرے کر اس وقت پہنچے کہ راستہ سے شہادتِ عظمیٰ کی خبر ملے سنی اور بے نیل و مرام دپس ہوئے۔ مورخین نے تو لکھا ہے کہ ”لا جریم بار بکشو دند و لبو گواری نشستند“ لیکن امام جعفر صادقؑ کو ان کے شریکِ غم نہ ہونے کا بھی شکوہ ہے اور آپ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ امام حسینؑ پر وہ چیزیں جو مشاہدہ میں ہیں اور جن کو باصرہ دیکھ نہیں سکتا سب روئے مگر تین مقامات نہیں روئے اہل بصرہ، دمشق، اولادِ حکم بن ابی عاص۔

۱۔ ریاض المصابیٰ عربی چھاپا ۱۸۷۵ء ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۱۸
۲۔ مجبوراً ابنہا ہوا سامان کھول دیا اور شہیدوں کی یاد میں گریہ وزاری شروع کی۔
۳۔ ناسخ التواریخ جلد ششم ص ۲۸۲

چوتھا باب

حضرت مسلم کے مشکلات | امیر المومنین کی تبلیغ کا کوفہ میں خاصہ اثر تھا۔ وہاں لوگ جمعہ و جماعت کے شائق تھے وہ احکام جو رکے مقرر

کئے ہوئے عالموں کے پیچھے نماز پڑھنے پر تیار نہ تھے۔ نماز جمعہ اور عیدین بھی ان سے ترک تھی۔ خطوط میں اپنے دینی تکالیف کا اظہار کر چکے تھے۔ حضرت مسلم کے پیچھے ہی کوفہ میں وہ علمی آثار نظر آنے لگے جو در امیر المومنین میں تھے۔ گروہ مخالف پر یہ رفق بہت شائق تھے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ حضرت مسلم کا اثر عوام میں نہ پھیلے حکومت سے مدد لینے کے بعد حضرت مسلم کا وقار گھٹ سکتا تھا۔ لیکن کوفہ کی عنان نعمان بن بشیر کے ہاتھ میں تھی اور اس کی مرنج پالیسی سے کوئی فائدہ اٹھانا ممکن نہ تھا۔ یزید کے ہوا خواہوں نے نعمان سے اپنا رویہ بدلنے کی خواہش کی نعمان نے جواب دیا کہ میں معصیت خدا میں سخت ہونے سے طاعت الہی میں کمزور کہے جانے کو پسند کرتا ہوں۔ عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ حضرمی نے یزید کو خط لکھا کہ مسلم کوفہ پہنچ گئے ہیں اور شعیان کوفہ ان سے بیعت کر رہے ہیں۔ اگر کوفہ کو اپنے زیر انتظام رکھنا ہے تو ایک ایسا با اقتدار شخص مقرر کر جو ترے احکام کی تعمیل کرے۔ نعمان بن بشیر ایک ضعیف شخص ہے جس کا ننگا ہوں میں کوئی وقار نہیں ہے۔ یہ پہلا خط تھا جو قتل حسین کی تحریک میں یزید کو ملا۔ عمر ابن سعد بن وقاص اور عمارہ بن عقبہ نے بھی اسی مضمون کے خطوط بھیجے اور یزید نے غور کرنا شروع کیا کہ کوفہ کی عنان حکومت کس کے ہاتھ میں دی جائے۔ سرخون رومی معاویہ کا ایک ادنیٰ غلام تھا۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے وزارت کی کرسی تک پہنچا۔ یزید نے اپنے دور حکومت میں اس کے عہدہ کو باقی رکھا

اور یہ تمام خطوط سرحد کے سامنے ڈال دیئے اور کہا تیری نہ اے کیا ہے حکومت کو فہ کس کو دی جائے۔ سرحد ابن زیاد کا نام لینا چاہتا تھا لیکن یزید کو ابن زیاد سے کچھ شکاں تھیں پیدا ہو چکی تھیں۔ اس لئے ظاہر بظاہر تو نام نہ لیا اور یزید سے پوچھا کہ اگر اس وقت معاویہ زندہ ہو کر میرے سامنے آجائے تو کیا باپ کا کہنا مانے گا۔ یزید نے جواب دیا۔ میں یقیناً حکم کی تعمیل کروں گا۔ سرحد نے جیب سے ایک تحریر نکالی اور کہا یہ معاویہ کا عہد نامہ ہے۔ وہ کوفہ کی حکومت ابن زیاد کے نام لکھ چکا ہے۔ یزید نے اس تجویز کو پسند کیا اور اسی وقت ابن زیاد کو لکھا:

”میرے دوستوں نے خبر دی ہے کہ فرزند عقیل لشکر جمع کر رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کو پراگندہ کریں لہذا خط کو پڑھتے ہی کوفہ روانہ ہو اور انہیں اس طرح ڈھونڈ جیسے (گتہ) جواہر کی تلاش کرتے ہیں (مسلم مل جائیں تو) ان کو قتل کر دے یا کوفہ سے باہر کر دے“

یہ خط سلم بن عمر باہلی کے ہاتھ روانہ ہوا اور دوسرا خط اس سے بھی سخت الفاظ میں لکھا:

”اما بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل کوفہ حسین بن علی سے بیعت کر رہے ہیں۔ میں نے جو خط لکھا ہے اس پر جلد عمل پیرا ہوا اور اس خط کے پڑھتے ہی فوراً بصرہ چھوڑ دے (روانگی میں) سستی اور کاہلی نہ ہو (میں چاہتا ہوں علی کی نسل میں ایک بوجھ زندہ چھوڑ دوں مسلم کو قتل کر کے ان کا سر میرے پاس روانہ کر دشمن نے قلع کرے لے لے میرے ترکش میں تجھ سے زیادہ کامیاب برتیر نہیں ہے جو نشانہ سے خطا نہیں کر سکتا۔“

جب یہ خط بصرہ پہنچا تو ابن زیاد کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ بصرہ تو زیر انتظام تھا ہی اب کوفہ پر بھی حکومت کا اختیار حاصل ہوا۔ اعلان کیا کہ

اہل بصرہ مسجد میں جمع ہوں۔ ابن زیادؓ منبر پر گیا اور کہا:

اے اہل بصرہ یزید خلیفہ وقت نے مجھے کوثر کا حاکم بنایا ہے اور میں کوثر جا رہا ہوں اپنا قائم مقام اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو کرتا ہوں تم اس کے احکام کی تعمیل اور اطاعت کرنا اگر میں نے سنا کہ تم میں سے کسی نے اس کی مخالفت کی تو اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔“

ابن زیادؓ یہ خطبہ پڑھ کر منبر سے اتر آیا اور سامان سفر مہیا کر کے مع خدم و حشم کوثر روانہ ہوا۔ مسلم بن عمر باہلیؓ اور منذر بن جارد عبدیؓ اور شریک بن اعور حارثیؓ ابن زیادؓ کے ساتھ تھے۔

(نوٹ: ابن زیادؓ اور شریک بن اعور حارثیؓ کا ساتھ غالباً راستہ تک رہا اور شریکؓ نے دائرہ الامارہ میں قیام کے بجائے ہانی کے گھر میں قیام کیا اور کوثر پہنچ کر وہ بیمار پڑ گئے۔

ابن زیادؓ کوثر میں | ابن زیادؓ کی شان یہ ہے کہ سر پر سیاہ عمامہ جسم میں سفید قبا اوپر سے جنگی جیبہ اور چادر اوڑھے ہوئے منبر پر ڈھاٹا بندھا ہوا کمر میں تلوار کا ندھہ پر کمان چوڑ پر سوار ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے جمعہ کے دن نماز کے وقت داخل کوثر ہوا۔ بیرون شہر پہنچ کر سواری سے اتر کے کسی قدر آرام کیا۔ اہل شہر کو خبر ہو گئی کہ بیرون شہر ایک قافلہ اتر رہے جو ہونہ ہو حسین کا لشکر ہے۔ اہل کوثر عورتیں و مرد جمع ہوئے اور کوثر میں بے چینی کے ساتھ امام کا انتظار شروع ہوا۔ دو گھنٹہ رات جب گزر گئی تو ابن زیادؓ اپنے ساتھیوں کے بیچ میں آکر داخل شہر ہوا۔ شب ماہ اور چاندنی چھٹکی ہوئی تھی مگر ابن زیادؓ نے اپنی ہیئت کو ایسا بدل دیا تھا کہ کوثر والوں کو پہچاننے میں دیر ہوئی۔ ہر

شخص ہی سمجھا کہ امام حسینؑ تشریف لے آئے۔ زبانوں پر ”فرزند رسولِ رحیم“ کی صدائیں جاری ہوئیں۔ عورتیں قسمیں کھا کھا کر کہہ رہی تھیں کہ مرسل زادہ یہی ہے۔ دل کے جذبات زبان تک پہنچ رہے تھے اور سجوم میں یہی سنائی دے رہا تھا۔ ”ہم چالیس ہزار آپ کے ساتھ ہیں“ ابن زیادؓ دل ہی دل میں بیچ و تاب کھا رہا تھا بمعصمت اس نے بجز جواب سلام کسی سے بات نہیں کی۔ جب دارالامارہ کے قریب پہنچا اس وقت بھی نعمان بن بشیر کو حاضرین نے ہی خبر دی کہ امام حسینؑ آگئے۔ نعمان نے نگہبان کو حکم دیا کہ دروازہ قلعہ بند رہے۔ اور آدھی فوج پھانک کے سامنے اور آدھا لشکر کوٹھوں پر چڑھ جائے۔ جب دارالامارہ کا دروازہ نہ کھلا تو مجمع نے نعمان کو سخت گستاخاں لگانا شروع کئے۔ نعمان نے اسی خیال کے تحت میں بالائے قصر سے پکار کر کہا ”یا بن رسول اللہؐ دروازہ کھلوانے سے باز رہیے میں آپ سے جنگ نہ کروں گا۔ دارالامارہ میں آپ کا ٹھہرنا مناسب نہیں“

ابن زیادؓ نے نقاب البط دی اور کہا کہ اے نعمان رات زیادہ آچکی ہے دروازہ کھول دے۔ ابن زیادؓ اپنی خاموشی سے پورا فائدہ اٹھا چکا تھا اور امام حسینؑ کے اثرات کا اندازہ تو کر ہی لیا تھا۔ آخر اس راز کو فاش ہونا تھا۔ آواز سنتے ہی کوفہ کے ایک شخص نے پہچانا کہ یہ تو ابن زیادؓ ہے اور پکار کر کہا۔

حاضرین! اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ تو ابنِ مرجانہ ہے۔ یہ سننا تھا کہ لوگ پرگندہ ہونا شروع ہو گئے۔ اور نعمان نے آواز پہچان کر دروازہ کھولا اور ابن زیادؓ دارالامارہ میں داخل ہوا۔

صبح کو جامع مسجد میں لوگوں کو دعوت دی گئی اور کوفہ کے لوگ سمٹ

آئے۔ وہ سادہ لوحی سے اب بھی یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم حسین بن علی کے زیر قیادت ہیں۔ ابن زیادؓ نے خطبہ میں پوچھا کہ اے اہل کوفہ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ کہا ہاں! آپ حسین بن علی ہیں۔ کہا میں حسین نہیں ہوں، عبید اللہ ابن زیادؓ کی تلوار سہل۔ اپنے تعارف کے بعد کہا امیر المومنین یزیدؓ نے مجھ کو تمہارے شہر کا حاکم قرار دیا ہے کہ مظلوم کا انصاف کروں اور محروم کو اس کا حق عطا کروں اور رعیت پر باپ کی طرح شفقت کروں۔ میرا تازیانہ اور تلوار اس شخص کے لئے ہے جو مخالفت اور عہد شکنی کرے۔

اس خطبہ کے بعد شہر کے سربراہ اور وہ لوگوں کو حکم دیا کہ حاضر ہوں اور یزیدؓ کے مخالفین میں ہر شخص کے نام لکھے جائیں (اس اطلاع کے بعد) جس کی مخالفت کا علم ہو جائے اس کو گھر کے دروازہ پر سوئی دے دیں اور اس کے مال و اسباب کو لوٹ کے عورتوں کو قید کر لیں، اس قرارداد کے بعد ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ عرب کے قبیلوں میں جا کر ندا کرے کہ یزیدؓ کی بیعت میں داخل ہو اور وہ وقت نہ آئے کہ تمہارے سرداروں کے قتل اور عورتوں کی اسیری کے لئے شام سے لشکر آئے۔ مردم کوفہ نے اچانک جو یہ کلمات سُنے تو ان پر ایک غیر معمولی ہیبت طاری ہو گئی اور حضرت مسلمؓ کی بیعت سے نکل کر یزیدؓ کے حلقہ اطاعت میں آگئے۔

نقل مکان اور ہانی کی میزبانی | مسلم بن عقیل مختار کے گھر میں تھے اور جدید انقلاب کی خبریں ان تک برابر پہنچ رہی تھیں۔ ابن زیادؓ کے کوفہ آنے پر وہ روزِ سیاہ آگیا

لہ ریاض المصابی عربی

جس کی تاریکی بڑھتی ہی گئی۔ مادیت اور روحانیت کے تصادم کا یہی وقت تھا۔ حق و باطل کی جنگ کے سامان نظر آئے ظلمت نے نور پر قابو پانے کا پورا پورا ارادہ کر لیا۔ کفر ایمان سے برسرِ پیکار ہوا۔ ایک طرف فسق و فجور تو دوسری طرف زہد و تقویٰ، ادھر مکر و فریب تو ادھر ایمان داری، وہاں ظلم و جور، یہاں عدل و انصاف جو ہرگز باہم جمع نہیں ہو سکتے۔ ایک طاقت کو مٹ جانا ہے اور فنا ہونے والا ہی بقا کا حقدار ہو گا۔ موت کے فلسفہ کو سمجھنے والے نہ دشمن سے ڈرتے ہیں نہ ان کو مر جانے کا خوف ہوتا ہے۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کا مقصد پورا ہو ا یا نہیں۔ ان کی فتح بس یہی ہے کہ بات رہ جائے خواہ وہ نہ رہیں۔ کوفہ کی حکومت میں انقلاب کے ساتھ حضرت مسلمؓ کے نصب العین میں بھی انقلاب پیدا ہوا اور انہوں نے آج نماز صبح اپنی قیام گاہ پر فرادی ہی پڑھی مسجد میں جانا خلافت مصلحت تھا ظہر کے وقت مسجد میں آئے تو نہ موذن تھا نہ نمازی خود اذان کہہ کر نماز پڑھی اور جب مسجد سے نکلے تو ایک نوجوان راستہ میں ملا۔ اس سے پوچھا کہ اب اہل کوفہ نے کیا کیا؟ جواب ملا کہ امام حسینؓ کی بیعت پر اب کوئی باقی نہیں ہے سب یزیدؓ کی بیعت کر چکے ہیں۔ آپ نے کتافوںؓ ملا اور قصد کر لیا کہ مختارؓ کے گھر کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اس ارادہ سے قیام گاہ کا رخ نہیں کیا۔ گلیوں میں پھرتے رہے اور محلہ بنی خزیمہ میں پہنچے۔ اس محلہ میں آپ کا آنا بھی کسی عزم و ارادہ کے تحت میں نہ تھا۔ راہ سے ناواقفیت ہونے کی وجہ سے بلا قصد پہنچے اور ایک عالی شان مکان دیکھ کر دروازہ پر ٹھہر گئے۔ کنیز جو گھر سے نکلی تو پوچھا یہ گھر کس کا ہے۔ کہا بانی بن عروہ کا۔ بانیؓ غیر معروف آدمی نہ تھے، نام پہچانا ہوا

۱۔ ریاض المصائب ۲۔ ریاض المصائب۔

تھا اور اس نام سے بوئے الفت آتی تھی۔ کینز سے کہا کہ ہانیؒ سے جا کر کہہ دے کہ ایک شخص آیا ہے اور تمہیں بلاتا ہے۔ اگر نام پوچھیں تو کہہ دینا مسلم ہیں۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ ہانیؒ اطلاع پا کر گھر سے نکلے اور حضرت کے آنے کو کمر ہمت کی نگاہ سے دیکھا اور جب انہوں نے مہمان ہونے کی خواہش کی تو ٹھہرانے میں غذر کیا۔

میرے نزدیک ہانیؒ کی مروت سے یہ بعید تھا کہ جس خاندان کا وہ کلمہ پڑھتے ہوں اس کے ایک نمایاں فرد سے بے رخی کریں اور تاریخی لحاظ سے بھی اس بیان میں سقم ہے۔ ہانیؒ میں طول مرض سے نشست و برخواست کی طاقت بھی نہ تھی وہ دروازے تک ہرگز نہیں آئے۔ کینز نے گھر سے نکل کر یہ کہا اے میرے سردار ہانیؒ تو بیمار ہیں۔ آپ اندر ہی تشریف لے آئیے مسلم اندر گئے، ہانیؒ کے جسم میں شریکِ روح دو لگی۔ چاہتے تھے کہ بغلیں ہونے کو لیٹر مرض سے اٹھیں مگر قوت نے دفا نہ کی۔

پورے خلوص اور عقیدت کے ساتھ حضرت مسلم کو مہمان کیا اور زنا خانے سے متصل ایک قطعہ مکان میں ٹھہرایا۔ اس معزز مہمان کا آنا قدر شناسا میزان کے لئے کچھ اس قدر مبارک ثابت ہوا کہ ہانیؒ کو صحت ہونا شروع ہوئی اور اتنی قوت آگئی کہ شبانہ روز حاضر خدمت رہنے لگے مسلم کی روحانیت کا وہ اثر تھا کہ اب بھی بعض پُر خلوص عرب خفیہ آکر بیعت کر رہے تھے اور اس امر کی کوشش تھی کہ راز فاش نہ ہو۔ رفتہ رفتہ یہ خبریں ابن زیادؓ ایسے سرکش پر پویشیدہ نہ رہ سکیں۔

لہ تاریخ کامل ص ۵۲ فنحض ليعقنه فلم يعقدہ علی
النحوض ۱۲ ریاض المصائب

پانچواں باب

ہانی کو فہ کے مشہور
انسان تھے۔ ان کی
عزت اور وجاہت
کا تقاضہ تھا کہ

عبید اللہ ابن زیاد کے قتل سے حضرت مسلم
کا انکار اور ہانی کی المناک گرفتاری

ابن زیاد حاکم کو فہ سہی مگر وہ ہانی کی مزاح پڑی کے لئے گھر پر آئے۔ ابن زیاد نے حکومت کے نش میں جب اس اسلامی فرض کو محسوس نہ کیا تو آپ نے حسن تدبیر سے اس شکایت کو کسی نہ کسی طرح ابن زیاد کے کان تک پہنچا دیا اور ابن زیاد نے عیادت کے لئے آنے کا وقت مقرر کیا۔ دوست کے گھر میں دشمن کی آمد۔ حضرت مسلم کے لئے اس سے زیادہ سنہری موقع نہ تھا کہ ابن زیاد کا کام تمام کر دیں لیکن ان کا دماغ ایسی انسانیت سوز تدبیر پر غور کا عادی نہ تھا۔ حضرت مسلم کی انسانیت نواز ذہنیت کے خلافت تو ایک حرف بھی تاریخ میں نہیں ملتا۔ البتہ فنون جنگ کے ماہر اور حفاظت خود اہتیار کے دلدادہ طبقہ نے ابن زیاد کے قتل کی تحریک اٹھائی اور عمار بن عبد سلومی نے کہا ہماری ساری تنظیم اسی میں منحصر ہے کہ ابن زیاد کو قتل کر دیں۔ یہ موقع تو خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس مقام پر تاریخ میں اختلاف ہے۔ ایک قول تو یہ ہے کہ ہانی نے جواب دیا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ وہ میرے گھر میں قتل کر دیا جائے۔ ایک حد تک یہ جواب صحیح بھی ہے۔ لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ قتل کی تحریک

لہ تاریخ کامل

ہانیؒ کی طرف سے ہوئی۔ بظاہر اس کا سبب یہ ہے کہ شریک بن عمرو حارثیؓ کی بھی یہی رائے تھی اس لیے امکان ہے کہ ہانیؒ نے اپنی رائے واپس لی اور آخر میں اس تحریک کے خود محرک ہو گئے اور حضرت مسلمؓ سے عرض کیا آپ مجھے دیکھتے رہیں۔ جب میں عمامہ سر سے اتاروں تو پھرتی کر کے ابن زیادؓ کو قتل کر دیجیے گا ورنہ وہ مجھے اور آپ کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ ابن زیادؓ ششہ عشا کے وقت ہانیؒ کے دروازہ پر مع اپنے حاجب کے پہنچ گیا۔ ہانیؒ نے کنیز کے ہاتھ میں تلوار دے کر کہا کہ اسے مسلمؓ کو دیدے۔ وہ حجرہ میں پوشیدہ ہوئے ابن زیادؓ آیا اور ہانیؒ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ ہانیؒ نے اپنے مرض کی سختی اور بخار کی شدت کا ذکر کرتے ہوئے سر سے عمامہ اتارا اور مجھے تھے کہ مسلمؓ پردے سے نکل کر کام تمام کر دیں گے مگر مسلمؓ برا کدن ہوئے۔ ہانیؒ کو تین مرتبہ عمامہ اتارنے کی نوبت آئی مگر مسلمؓ خاموش رہے۔ اس وقت ہانیؒ نے کچھ اشعار پڑھے۔

جنابِ مسلمؓ حضرت یوسفؑ کی منزل پر
ہانیؒ کے اشعار پڑھنے سے ابن زیادؓ کی جبین پر شکن آگئی اور کہا

ہانیؒ کو کیا ہو گیا ہے جو بار بار شعر پڑھ رہے ہیں۔ حافریؓ نے جواب دیا کہ کچھ نہیں بیماری کا سبب ہے۔ ابن زیادؓ مشتبہ ہو کے ہانیؒ سے رخصت ہوا۔ مسلمؓ اندرونی حجرے سے نکلے۔ ہانیؒ نے موقع پا کر قتل نہ کرنے کی وجہ پوچھی۔ اور بروایت شریک نے کہا کہ آپ کو ابن زیادؓ کے قتل سے کون مانع ہوا؟ فرمایا پہلی وجہ تو یہ تھی کہ ہانیؒ نے اپنے گھر میں ابن زیادؓ کے قتل کو مکروہ سمجھا تھا

۱۔ وکان شریک شیعياً تاریخ کامل۔ شریکؓ وہی جن کو ابن زیادؓ اپنا دوست سمجھ کر بصرہ سے ساتھ لایا تھا۔ ۲۔ وقت عصر ریاضۃ ریاضۃ

دوسرا سبب یہ تھا کہ مجھے رسولؐ کی حدیث یاد آئی "ایمان قتل پر پابندی عائد کرنے والا ہے اور کوئی مسلمان قتل نہیں کیا جاسکتا۔"

حضرت مسلمؒ کی زندگی میں یہ وہ مقام ہے جس سے ان کی انسانیت نواز رویہ کا دشمن کو اقرار کرنا پڑتا ہے اور یہی فرق بنی ہاشم اور بنی امیہ میں ہے وہ آخر تک صراطِ مستقیم پر باقی رہتے ہیں اور یہ ذاتی اغراض کے بندے ہیں مشیتِ ایزدی یہ تھی کہ حضرت مسلمؒ کے دامن پر ابن زیادؓ کے قتل کا دھبہ آنے نہ پائے اور وہ اس پر تیار بھی نہ تھے کہ اپنے قاتل کو قتل سے پہلے سزا دیں۔ اگر امیر المومنینؑ نے واقعہ سے پہلے ابن ملجمؒ کو اور حسین بن علیؑ نے ارتکابِ جرم سے قبل شہر کو سزا دی ہوتی تو مسلمؒ بھی ایسا اقدام کرتے، قدرت کو ان کا وقار رہتی دنیا تک قائم کرنا تھا۔ واقعات کی گہرائی تک پہنچنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے اس ارادہ سے کائنات میں ایسا تزلزل واقع ہوا جیسا حضرت یوسفؑ کو زینجا کے متہم کرنے پر ہوا تھا۔ وہ زنا ایسے فعلِ شنیع کے لئے مجبور کیا جارہے تھے اور ان کو قتل پر آمادہ کیا جا رہا تھا۔ لَقَدْ كَذَبْتَ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ لَّا يُرْكَهَانَ سَابِقًا ان کے مشکلات کی مکمل تصویر ہے قدرتی سامان (برہان رب) نے یوسفؑ کو بچایا اور مسلمؒ کو قاتل ہونے سے بچانے کی ان کی پاکیزہ ذہنیت کے علاوہ ایک صورت تو یہ ہوئی کہ ہانیؓ کی بی بی سدرہؓ ہوئی اور ہباؓ مسلمؒ تم کو قسم ہے خدا کی میرے گھر میں ابن زیادؓ کو قتل کرنا اور دوسرا قدرتی سامان یہ ہوا کہ انہوں نے جب حجرہ سے نکلنے کا

سُورَةُ النِّسَاءِ اٰیة ۷۹ وَ قَالَ مُسْلِمٌ مِّنْ غَنًی مِّنْ ذٰلِكَ خَبَرَ سَمْعَةَ عُمِّیْ
امیر المومنینؑ بنی ابیطالب لیتوں لایمان لمن یقتل مسلماً۔

ارادہ کیا تو کسی نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر روکا اور علف غیبی کی صدا آتی
مسلم خدا کی قسم اور محمد کا واسطہ ابن زیادؓ پر ہاتھ نہ اٹھانا۔

حضرت مسلمؓ نے ابن زیادؓ کو چھوڑ دینے کے بعد وجوہ بیان کئے تو ہانیؓ نے
کہا ابن زیادؓ کا قتل تو ایک ناسق و فاجر کا قتل تھا۔ آپؓ نے مجھے بھی ہلاک کیا
اور خود بھی ہلاک ہوئے۔ ہانیؓ کا یہ خیال بالکل صحیح تھا مگر مسلمؓ حسینؓ ایسے
رحمدل کے نایب ہو کر آئے تھے۔ ان کو جنگ میں سبقت کرنے کا حکم نہ تھا۔
اگر پہل ان کی طرف سے ہوتی تو یہ داع ان کے دامن پر رہ جاتا۔

شریک ابن اعور کی وفات | ابن زیادؓ کے خاندان میں آنے کے
تیسرے دن شریک جانبر نہ ہو سکے اور

انتقال کیا۔ ابن زیادؓ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور خیب معلوم ہوا کہ
شریک نے حضرت مسلمؓ کو اس کے قتل کا مشورہ دیا تھا تو ابن مرجمؓ نے
کہا۔ کہ خدا کی قسم اب میں کسی باشندہ عراق کی نماز جنازہ نہ پڑھاؤں گا۔
اگر زیادؓ کی قبر نزدیک نہ ہوتی تو میں شریک کو قبر کھود کر نکال لیتا۔

حکومت کوفہ کا جاسوس | ہانیؓ ابھی پوری طرح تندرست نہیں ہوئے
تھے۔ صنعت میں اس قدر کمی ہے کہ کسی
حضرت مسلمؓ کی تلاش میں

وقت اپنے دروازہ پر آکر بیٹھتے ہیں اور
شہر کے حالات سے باخبر رہنے کی کوشش سے غافل نہیں ہیں اور ابن زیادؓ
کے دل و دماغ میں یہ خیال پوری قوت سے گردش کر رہا ہے کہ کسی طرح مسلمؓ کو

لہ وقال یا افخی کما هست بالخروج کان قابضاً یقبض علی یدی ولقد
سمعت لیسول سالتک باللہ و بحق محمد لا ینخرج الیہ مقل ابو مخنف لہ تاریخ کامل

گرفتار کرنا چاہیئے مگر یہ مسئلہ حقیقت ہے کہ جب تک ہائی کے دم میں دم ہے
مسلم کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ابن زیاد نے اپنے غلام معقلؓ کو طلب کیا۔
جو مکہ و فریب میں شہرہ آفاق تھا اور اس کو حکم دیا کہ میرے خزانہ سے
تین ہزار دینار لے کر مسلم کو تلاش کر اور یہ رقم ان کے سامنے اس حیلہ سے
پہنچا کہ وہ اس سے اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں صرف کریں اور ان
کے اندرونی حالات سے مجھے خبر دے، معقلؓ نے یہ رقم لے کر جستجو شروع
کر دی۔ ایک دن مسجد جامع میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک سفید پوش شخص
نماز میں مصروف ہے۔ معقلؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی شیعہ علیؑ ہے۔
جائے نماز کے قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو معقلؓ
بغلیکے ہوا اور محبت بھری بات چیت شروع کی۔ نمازی مسلم بن عوسجہؓ
ہیں اور معقلؓ ان کے فریب دینے پر بہت تنصرون ہے۔ تاریخ میں اس گفتگو کا
سلسلہ یوں وارد ہے۔

معقلؓ: میں اہل شام سے ہوں اور خدا نے میرے دل میں محبت
اہل بیت پیدا کی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں خانوادہ رسولؐ کا
کوئی شخص امام حسینؑ کی طرف سے بیعت لے رہا ہے۔ میرے پاس تین ہزار
درہم حاضر ہیں اور آرزو ہے کہ ان کے سامنے پیش کروں اور وہ اس رقم کو
دشمنانِ دین سے جہاد میں صرف کریں۔

ابو بندر گاہ بصرہ کا نام ماقبل اسی غلام کے نام پر رکھا گیا۔ تین ہزار درہم
۱۲ اریاض المصائبؑ معقلؓ ابو مخنف کے بعض نسخوں میں ہے کہ معقلؓ کو
غلط طور پر امام حسینؑ کا فرستادہ ظاہر کر کے یہ رقم حضرت مسلمؑ تک پہنچائی گئی
۱۲ اریاض المصائب

مسلم بن عوسجہؓ: مجھے تو اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں ہے جس نے مجھے میرا پتہ دیا اس کی رائے صحیح نہیں ہے۔

معقلؓ: مجھے دھوکا نہ دو۔ مسجد کے کئی شخصوں نے مجھے بتایا ہے کہ تم امام حسینؑ سے بیعت کی ہے۔ اگر میری بات کالیقین نہ ہو تو یہ دہم موجود ہیں میں آنحضرتؐ کی زیارت کا آرزو مند ہوں۔

مسلم بن عوسجہؓ: (فریب میں آکر) میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے تجھے مجھ سے ملایا۔ اس ملاقات سے میں بہت خوش ہوں۔

معقلؓ نے مسلم بن عوسجہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اقرار کیا کہ میں اس رشتہ عقیدت کو پوشیدہ رکھوں گا۔ مسلم بن عوسجہؓ نے یہ خلوص دیکھ کر وعدہ کیا کہ کچھ دن اور ٹھہر جائیں۔ اجازت لے کر مسلم بن عقیلؓ تک پہنچا دوں گا۔ پھر کیا تھا معقلؓ اپنے جانے لگا۔ تا آنکہ مسلم بن عوسجہؓ نے حضرت مسلمؑ کے دربار میں باریاب کیا اور تجدید بیعت کی۔ حضرت مسلمؑ نے سامان جنگ خریدنے کے لیے وہ رقم ابو ثمامہ صامدیؓ کے سپرد کی۔ ابو ثمامہ کو ان کی دیانت سے صیغہ مال کا افسر قرار دیا تھا اور تمام جنگی ضرورتیں ان کے ہاتھ سے پوری کی جا رہی تھیں۔ وہ کوفہ کے مشہور شخص تھے شجاعت و بہادری میں ان کو عرب کا بچہ بچہ جانتا تھا۔

ہانی کی گرفتاری | معقلؓ نے تمام حالات ابن زیادؓ کے سامنے جا کر دہرائے ابن زیادؓ نے اسماء بن خارجہؓ، عمر بن جراحؓ زبیدیؓ کو طلب کیا

کیا موثر الذکر کی دختر روکیہؓ ہانی کے عقد میں تھی جس سے ایک فرزند یحییٰ نامی موجود تھا۔ جب یہ بزرگان قبیلہ آئے تو ابن زیادؓ نے کہا ہانی ابن عروہ کہاں ہیں۔ میں اپنے دربار میں انہیں کیوں نہیں دیکھتا۔ شاید وہ تجھ سے ملنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ حاضرین نے کہا ان کو کزوری کے سوا کوئی عذر نہیں ہے۔ ابن زیادؓ نے جواب دیا کہ

میں تو سنسنا ہوں کہ وہ روزانہ اپنے دروازہ پر بیٹھتے ہیں۔ اگر واقعی بیمار ہیں تو ایک دفعہ میں ان کی عیادت چکر کر دوں گا۔ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ بانی ایسے شریف قوم میرے ہاتھ سے جنگ کی زحمت اٹھائیں۔ کچھ دن انتظار میں گزرے۔ آخر ابن زیادؓ نے جھنجھلا کے بانی کے بچر لانے کا حکم دیا۔ بانیؓ نے دربار میں آنے سے گریز کیا مگر کامیاب نہ ہوئے اور پھر پرہٹھ کر تلوار صائل کر کے روانہ ہوئے۔ راستہ میں اسامہ بن خاریج سے ملاقات ہوئی۔ بانیؓ نے کہا مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ مبادا ابن زیادؓ سے نقصان پہنچے۔ لہذا مجھے گھر بیٹا دو۔ اسامہؓ نے کہا چچا ابن زیادؓ کی ناراضگی کا خیال نہ کرو، تمہیں کوئی سدم نہ پہنچے گا۔ غرض بانیؓ قصر شاہی میں آئے۔ ابن زیادؓ پر سلام کیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ قاضی شریح کی طرف رخ کر کے کہا خیانت کرنے والا اپنے پیروں سے خود آگیا۔ بانیؓ نے قاضی شریح کی طرف رخ کیا اور عمر ابن معدی کرب کے اشعار پڑھے۔ ابن زیادؓ بانیؓ کی ہمیشہ عزت کرتا تھا مگر آج یہ تو جہی ہے۔ بانیؓ بیماری اور پیرانہ سالی کی عمر میں تین گھنٹہ تک تلوار پر تکیہ کیے ہوئے کھڑے رہے۔ حاضرین نے محسوس کیا کہ بانیؓ کو ناقابل برداشت تکلیف ہو رہی ہے ابن زیادؓ سے کہا امیر یہ ضعیف شخص اشراف کوفہ اور ان لوگوں سے ہے جن کا کہا سب مانتے ہیں ان کو کیوں نہیں بیٹھنے کا حکم دیتا؟ کہا اس شخص کا گھر المومنین کے دشمنوں کی قیامگاہ ہے۔ مہر سکوت ٹوٹا گئی اور یہ سننا کہ بانیؓ نے ابن زیادؓ سے دیرانہ گفتگو کا سلسلہ جاری کیا۔

بانیؓ: میں نے نیزہ کے کسی دشمن کو نہیں ٹھہرایا۔

لہ قال لشریح القاضی اتک نجائی رجلا۔ یہ عرب کی ایک مثل ہے ۱۲ تاریخ کامل

ابن زیادؓ: جس نے مجھے خبر دی ہے وہ تم سے زیادہ سچا ہے۔
 ہانیؓ: غلط، بالکل غلط مسلم میرے گھر میں نہیں ہیں۔
 ابن زیادؓ: (معقل کی طرف رخ کر کے) ذرا سامنے تو آ اور اس بڑھے
 کے جھوٹ کی قطعی کھول دے۔

معقلؓ: ہانی مجھے پہچانتے ہو؟
 ہانیؓ: خوب پہچانتا ہوں تو فاجر اور بہت بڑا جھوٹا ہے۔
 ہانیؓ کو یقین ہو گیا کہ معقلؓ نے اطلاعات میں اپنے جاسوسی کے فرض کو
 ادا کیا اور بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ اصل واقعات دہرا دیں۔
 ہانیؓ: (ابن زیادؓ کی طرف رخ کر کے)

اے امیر خدا کی قسم میں نے کسی کو مسلم کے لینے کو بھیجا اور نہ دعوت دی۔ وہ
 خود میرے پاس آئے اور پناہ لی میں نے انہیں ہمان کر لیا۔ اگر میرا یہ فعل قابل
 اعتراض ہے تو مجھے اجازت ملے تاکہ میں ان سے کہوں کہ وہ جہاں چاہیں
 چلے جائیں۔

ابن زیادؓ: میں تم کو جانے نہ دوں گا جب تک مسلم کے ہاتھ گردن سے
 باندھ کر میرے سپرد نہ کرو۔

ہانیؓ: میں اپنے ہمان کو ہرگز تیرے حوالے نہیں کر سکتا کہ تو قتل
 کر دے۔

ابن زیادؓ: خدا کی قسم ان کو لانا پڑے گا۔
 ہانیؓ: خدا کی قسم کبھی نہ لاؤں گا۔

۱۰۰ مراد یہ کہ گھر کا حقیقی مالک خدا ہے۔

ایک سخت گفتگو ہوئی جسے راوی محفوظ نہ رکھ سکا۔ مسلم بن عمر بانیؓ اٹھا اور کہا۔ امیر مجھے اجازت دے تو میں بانی سے کچھ باتیں کر لوں۔ ابن زیادؓ نے اجازت دی اور مسلم بن عمرؓ نے تخلیہ میں لے جا کر سمجھانا شروع کیا۔ ابن زیادؓ دُور سے دیکھ رہا تھا کہ قصر کے ایک گوشہ میں آہستہ آہستہ باتیں ہو رہی ہیں۔ یہاں تک کہ طرفین سے آوازیں بلند ہوئیں۔

مسلم بن عمرؓ۔ بانی کس خیال میں ہوا، اپنی جان دو گے اور قبیلہ کو نصیبت میں پھنسانے کا ارادہ کیا ہے۔ تمہارا کچھ بگڑتا نہیں مسلم کو ابن زیادؓ کے حوالے کر دو۔

بانیؓ۔ خدا کی قسم اس میں میری بے عزتی اور سخت ذلت ہے کہ اپنے مہمان کو دشمن کے پاس پہنچا دوں اور میرے بازوؤں میں قوت بھی ہو اور قبیلہ جو ان مردوں سے بھرا ہوا ہو۔ واللہ اگر میں تمہارے جاؤں اور کوئی ایک بھی میرا ناہنہ رہے اس وقت اپنی جان دیدوں گا مگر ایسا نہ کروں گا۔ بانیؓ نے مکڑی جی جملہ کہا کہ خدا کی قسم میں مسلم کو ابن زیادؓ کے پاس ہرگز نہ لاؤں گا۔ ابن زیادؓ نے یہ شیرازہ ارادہ دیکھا، بات چیت سُن کر کہا بانیؓ کو میرے پاس لاؤ۔ جب بانیؓ کھانسی آئے تو پھر آخری بار دہی کہا۔

ابن زیادؓ: تم کو لانا پڑے گا ورنہ میں گردن زدنی کا حکم دیتا ہوں۔
بانیؓ: اگر ایسا ہوا تو پھر تیرے قصر کے گرد جلیاں چکیں گی۔
ابن زیادؓ: تجھے تو اوروں سے ڈراتے ہو۔

بانیؓ کی جنگ اور دشمن کے نقصانات | ابن زیادؓ نے بانیؓ کے چہرے پر چھڑی سے حملہ کیا اور بانیؓ نے قبضہ

لے ارشاد شیخ مفید

پر ہاتھ ڈال کر تلوار کھینچی اور دفاعی جنگ شروع کی۔ چہرہ کی ضرب کا جواب سر کے حملہ سے دیا اور تلوار نے ابن زیادؓ کو زخمیں چا دوڑھیں۔ محقق اس کو چاک کر کے ٹوپی کو کاٹتے ہوئے سر کو چھچھلتا ہوا زخمی کیا۔ معقلؓ اپنے آقا کو بچانے کے لئے ہمدردی کے جذبہ میں بڑھا اور بانیؐ نے اس کے رخسار پر حملہ کر کے دونیم کر دیا۔ اس جنگ میں بانیؐ کے ہاتھ سے ابو سوسو برس کے بڑھے اور ابھی بیانی سے اٹھتے تھے کم از کم ۲۵ اور زیادہ سے زیادہ ۳۵ سپاہیوں کو قتل کیا۔ ابن زیادؓ نے فریاد کی آخر دشمنوں نے هجوم کر کے بانیؐ کو گرفتار کیا۔ اس وقت ابن زیادؓ کے عقب سر اس کا غلام مہرانؓ سپاہیانہ انداز سے پہرہ پر تھا۔ ابن زیادؓ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس جلاہے کو میرے پاس جلد لاؤ۔

مہرانؓ نے بانیؐ کی زلفیں پکڑیں اور ابن زیادؓ نے اس بے دست و پا بوڑھے مجاہد کو بے بس کر کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس سے اذیت دینا شروع کی اور بانیؐ کے سر اور ناک پر اتنی لکڑیاں لگائیں کہ سر اور پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔ رخسار کا گوشت کٹ کر لٹک آیا۔

بعض واقف نگاروں کا بیان ہے کہ ابن زیادؓ نے لوہے کے گرز سے اسی وقت بانیؐ کو ختم کر دیا لیکن میری رائے میں یہ بیان صحیح نہیں ہے۔ بیشک بانیؐ کی حالت ایسی سقیم ہو گئی تھی کہ دیکھنے والوں کو موت کا شبہ ہو رہا تھا۔ جب وہ بہت زخمی ہو چکے تو حسان بن اسماءؓ نے کہا امیرؓ نے مجھے بھیج کر بانیؐ

سلا ناسخ التواریخ ۷ ریاض المصابی عربی

۱۲ فاخذ مصران ضفیر قی ہانی واخذ عبید اللہ القضیب

اریخ کامل ۷ ریاض المصابی ۳۰ جلد العیون۔

کو بلایا تھا اور میں ان کو تیری طرف سے امان کا وعدہ کر کے اس حیلہ سے لے آیا اور تو نے ان کے ساتھ یہ مکر کیا۔ غالباً یہی سنارس قتل سے باز رکھنے کا سبب ہوئی۔ غرض ابن زیاد نے حکم دیا کہ بانی کو قید خانہ لے جاؤ۔

قصر ابن زیاد پر ہجوم | بانی ایسے مشہور اور باعزت انسان کا بیدردی کے ساتھ ابن زیاد کے ہاتھ سے مجروح ہونا

معمولی حادثہ نہ تھا گو اس کے چھپانے کی بڑی کوشش کی گئی مگر دارالامارہ کی بات کو نہ بھر میں شہرت پا گئی اور کسی ہمارے اعلان کر دیا کہ اسے بنی مذحج کیا بیٹھے ہو بانی بن عروہ دارالامارہ میں قتل ہو گئے۔ عمر ابن حجاج کی قیادت میں ۴ ہزار آدمیوں نے آکر قصر شاہی کو گھیر لیا اور پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ او ابن زیاد ہمارے سردار کو قتل کر دیا حالانکہ اس نے نہ اطاعت میں عذ کیا تھا اور نہ اختلاف پھیلایا۔ کسی نے کہا اسے بانی اگر زندہ ہو تو جواب دو تمہارے چچا کے فرزند اور قریبی رشتہ دار سب آمادہ جنگ اور حاضر ہیں۔ بزدل ابن زیاد پر اس لیغار کا بڑا اثر پڑا اور اس نے معاویہ شاہی تدابیر سے کام لیتے ہوئے قاضی شریح سے کہا اٹھ اور بانی کو اپنی آنکھ سے اندر دیکھ کر مجمع کے سامنے بیان دے کہ وہ قتل نہیں ہوئے ہیں بلکہ حکومت نے ان کو کسی مصلحت سے اپنی حراست میں لے لیا ہے کہ حالات کی تفتیش میں مدد ملے۔ شریح قید خانہ کے قریب آیا۔ بانی اس کے مکر و فریب کو سمجھ گئے اور غصہ میں کہا۔ کیا میرے قبیلہ کے لوگ مر گئے شہر کے لوگ کہاں ہیں۔؟ یہ کہہ رہے تھے اور خون ڈاڑھی پر بہہ رہا تھا۔ دفعۃً بانی کے کان میں شور کی صدا آئی اور بانی نے کہا یہ آوازیں تو (میرے قبیلہ) مذحج کی ہیں۔ مجھے پورا گمان ہے کہ میرے ساتھی پہنچ گئے۔ اگر دس آدمی بھی دارالامارہ میں آگئے تو بگڑا کھیل بنتا ہے کو نہ

میں کون ایسا تھا جس کے دینی و دنیوی اغراض قاضی شریح سے وابستہ نہ ہوں اور وہ ان کے جبہ و دستار سے مرعوب نہ ہو۔ شریح قصر کے دروازہ پر پہنچا اور یہ مختصر مگر پُر از فکر و فریب تقریر کی۔

”امیر نے تمہاری جوشیلی گفتگو سنی اور وہ صدائیں اس تک پہنچیں جو تم نے اپنے رفیق ہانی کے بارے میں بلند کیں اور مجھے حکم دیا کہ میں ان کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر تم کو خبر دوں کہ وہ زندہ ہیں اور تم کو جس نے خبر دی ہے کہ وہ قتل ہو گئے وہ سراسر غلط ہے۔“

ہانی کے خسر عمر بن حجاج نے کہا کہ جب ہانی زندہ ہیں اور قتل نہیں ہوئے تو ہم کو کوئی شکوہ نہیں۔ ہم ان کے بقید حیات ہونے پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس دام تزدیر میں پھنس کر مجمع پر اگندہ ہو گیا۔

ہانی کی شخصیت اور ذاتی وقار نے ان کو اتنا ہر دلعزیز بنایا تھا کہ قصر ابن زیاد میں بھی ان کے ہمدرد موجود تھے۔ اسما بن خارجہ نے ابن زیاد سے اجازت حاصل کی کہ وہ ہانی سے ہمدردی کرے۔ ابن زیاد پر یہ ارادہ اتنا گراں گزرا کہ حکم دیدیا اسما کو سزا دی جائے اور وہ دربار سے باہر کرائے جائیں۔ اس بے گناہ پر گھونٹے اور طمانچے پڑنے لگے اور زود کو ب کے بعد باہر کر دیا۔ اس زلزلہ افکن منظم کے بعد ابن زیادؓ مسجد میں آیا اور اپنے خطبہ میں زیدؓ کی امامت اور اس کی پیروی پر زور دیتے ہوئے اتحاد کی تعلیم اور یقین کی اور منبر سے اتر آیا۔ ہانی کی امیری کے ساتھ شہر کی ناکہ بندی کرا دی اور تمام راستوں پر پہرے بٹھا دیئے۔ ہر قبیلہ کے سردار کو زیر حراست کر لیا تا کہ آئندہ جو خلفشار ہونے والا ہے اس سے نجات ملے۔ یہ وہ منظم ہیں جنہیں واقعہ کربلا کا پیش خیمہ کہنا چاہیے۔

صدر باطلیف آباد ہوشیار نگر ۸-۷-۸۱

چھٹا باب

حضرت مسلمؒ کا خروج | شریح نے قاضی ہو کر ہانیؒ کی پُروردہ داستان کو چھپایا اور ان کے قبیلہ کے سامنے ان کی خیریت کی غلط خبر دی اور اہل کوفہ ایک حد تک ہانیؒ کی طرف سے مطمئن ہو گئے۔ بظاہر اس مابین خارجہ نے دارالامارہ سے نکل کر اصل واقعات سے پہلے کو روشناس کیا اور کوفہ میں پھر ابن زیادؓ کے خلاف ایک بچسپی پھیلی۔ حضرت مسلمؒ گھڑی میں تھے کہ دیکھا خاندان مراد کی عورتیں یا عشاءؓ یا ثلثہؓ کہہ کر نالہ و شیون کر رہی ہیں یقین ہو گیا کہ ہانیؒ کی خیریت نہیں ہے کیا اب بھی مسلم بن عقیلؓ چھپے ہوئے بیٹھے رہتے یا اس خوف سے کہ یہاں میرا قیام معلوم ہو گیا ہے کسی دوسرے قابل اعتماد شخص کے یہاں جا کر مخفی ہو جاتے لا واللہ غیرت بنی ہاشم کا یہ تقاضا تھا۔ انہوں نے یہ طے کر لیا کہ ہانیؒ نہیں تو پھر میں بھی نہیں۔ (مورخ) طبری نے صاف طور پر تصریح کی ہے کہ مسلمؒ کا جنگ کے لئے نکلنا اپنے ساتھیوں کی اطلاع کے بغیر تھا اور کوئی قرارداد اس دن کے متعلق نہ ہوئی تھی۔ وہ ایک مرتبہ اس وقت کھڑے ہو گئے جب ان کو معلوم ہوا کہ ہانی بن عروہؓ مرادیؓ کو زود کوب کر کے قید کیا گیا۔ واقعہ کی ناگہانی حیثیت کو دیکھتے ہوئے اب یہ توقع تو کی ہی نہیں جاسکتی تھی کہ وہ ۸ ہزار بیعت کرنے والے سب ایک دم میں مسلمؒ کے گرد جمع ہو جاتے اور جنگ میں

لے تاریخ طبری جلد ۵ ص ۵۸

ان کے ساتھ شرکت کرتے اور پھر جبکہ کوفہ کے محلے بھی ایک دوسرے سے متصل نہیں بلکہ کافی فاصلہ رکھتے تھے ہاں یہ محکمہ کہ جس میں مسلم کا قیام تھا کافی وسعت رکھتا تھا اور اسی کے اطراف میں مسلم کے گرد اگر دو ہزار آدمی موجود تھے۔

آپ نے سرداران فوج کے لئے نشان مرتب کرنا شروع کئے۔ قبیلہ کندہ، مذحج، مضر، تمیم، اسد کے لئے علیحدہ علیحدہ راہیں ترتیب دے کر یا منصور امت کا نعرہ کیا۔ یہ الفاظ پہلے سے نعرہ جنگ قرار دیئے جا چکے تھے چار ہزار آدمی گھروں سے نکل آئے اور مسجد و بازار مسلمانوں سے چھکنے لگا اور عام شہرت ہو گئی کہ مسلم نے خروج کیا۔

بیعت کرنے والوں کا یہ اجتماع اچانک تھا۔ پہلے سے کوئی قرارداد نہ تھی اور نہ ان میں سے ہر جوان مسلح تھا لہذا کیا امید کی جا سکتی تھی کہ یہ چار ہزار جوان آخر تک ارادہ پریاتی بھی رہیں گے۔ وہی ہوا کہ قصر تک پہنچتے پہنچتے صرف تین سو آدمی باقی رہ گئے۔ پھر بھی ابن زیاد پر حضرت مسلم کی وہ بیعت تھی کہ لشکر مسلم کی آمد سن کر دارالامارہ میں پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔ آپ نے عبد اللہ بن حازم کو حکم دیا کہ کسی طرح دارالامارہ میں پہنچ کر دریافت کرو کہ بانی پر کیا گزری۔ وہاں ابن زیاد کے پاس ۳۰ سپاہی اور ۲۰ اشرف کوفہ کل ۵۰ آدمی ہیں جن پر قابو پالینا کچھ دشوار نہیں ہے۔ قلعہ کا محاصرہ ہو جانے کے بعد دوسرے قبیلوں کے لوگ بھی اگر شامل ہو گئے اور یہ جماعت پوری طاقت سے مقابلہ پر تیار ہو گئی۔ اس لشکر میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ کچھ تو بیعت مسلم کی لاج رکھتے ہوئے شرمناک جنگ پر تیار ہوئے ہیں اور ایک بڑا

لے قاتلان حسین کا مذہب ۔

حصہ ہانی کی ہمدردی میں برسرِ پیکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجمع پر قابو نہیں ہے کچھ لوگ دارالامارہ پر پتھر برسار رہے ہیں اور کچھ ابن زیادؓ کو ناسزا الفاظ کہہ رہے ہیں۔ پشت دارالامارہ پر جو دروازہ تھا اس سے کوفہ کے کچھ لوگ خفیہ طور پر قلعہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے بالائے قصر پہنچ کر اپنے کانوں سے سنا کہ ابن زیادؓ کو پکار پکار کر نازا زادہ کہا جا رہا ہے۔

دارالامارہ میں ابن زیادؓ کی طرف اقلیت تھی لیکن یہ وہ فتنہ پرداز گروہ ہے جن میں ہر سپاہی پیکرِ فریب ہے اور اپنے مکر سے حضرت مسلمؓ کا رہا سہا اثر خاک میں ملا دے گا۔ وہی ہوا کہ ابن زیادؓ نے کثیر بن شہاب کو بلایا اور کہا کہ قبیلہ مذحج سے تجھے دوستی ہے۔ قلعہ کے باہر نکل کر ان لوگوں کو لشکرِ شام کی آمد اور یزیدؓ کے غیظ و غضب سے آگاہ کر۔ قبیلہ کندہ اور حضرموت کی طرف محمد بن اشعثؓ کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو برخلاف کرے۔ قعقاع ذہلی اور شبث بن ربیعہ تمیمی اور حجار بن ابجر سلمیٰ اور شمر بن ذکوان الجوشنی عامی کو بھی اس غلط پروا دینے کے لئے دارالامارہ کے باہر کر دیا اور اس فتنہ پرداز گروہ نے قلعہ کے باہر قدم رکھتے ہی لوگوں کو حضرت مسلمؓ کے خلاف ابھارنا شروع کر دیا۔ کثیر بن شہاب نے وسط شہر میں پہنچ کر حضرت مسلمؓ کا ساتھ دینے سے لوگوں کو روکا۔ محمد بن اشعثؓ نے بنی عمارہ کے ایک ایک گھر پر جا کر جنگ کرنے سے منع کیا۔

حضرت مسلمؓ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے عبدالرحمن شیبانی کو ایک جماعت کے ساتھ مدافعت کے لئے روانہ کیا۔ لیکن سستا کون ہے حضرت مسلمؓ کے خلاف عافیت پھیل چلی تھی اور جہاں جہاں سے مدد آ رہی تھی اس کو مسدود کر دیا گیا۔

گرفتاریاں

عبدالاعلیٰ بن یزید کلبی اپنے گھرنے کے چند نوجوانوں کو ساتھ لئے ہوئے آرہے تھے کہ کثیر بن شہاب نے گرفتار کیا اور محمد بن عامرہ کی طرف سے عمارہ بن صلیب از دی نے جسم پر معیار آراستہ کر کے چاہا تھا کہ مسلم کے پاس آئیں لیکن وہ بھی گرفتار ہو گئے۔ محمد بن اشعث نے اپنی کامیابی دیکھ کر جنگ کا ارادہ کر لیا۔ ابن زیاد نے روکا اور شیت بن ربیع کو علم دے کر درالعمارہ کے باہر کیا اور کچھ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ یہ خبر مشہور کر دیں کہ ”یزید کا لشکر کو نہ پہنچا چاہتا ہے“ کثیر بن شہاب نے اس خدمت کو خود انجام دیا اور تقریر کی کہ ”اے گروہ مردم اپنے اپنے گھروں میں بیٹھو اور اپنی عزیز جانوں کو قتل ہونے سے بچاؤ۔ یزید کا لشکر آرہا ہے اور ابن زیاد نے عہد کر لیا ہے کہ جو وقت عشاء تک مسلم کا ساتھ نہ چھوڑے گا وہ کل صبح کو ضرور قتل ہوگا۔ اور اس کی تنخواہ بند کر دی جائے گی۔“

اس علم کا نکلنا تھا کہ حضرت مسلم کی جمعیت پراگندہ ہونا شروع ہوئی اور ایک عام بھینسی پھیل گئی اور آپس میں یہ باتیں ہونے لگیں کہ ہم شام کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حالت یہ تھی کہ عورتیں اپنے باپ بھائی کے پاس آتی تھیں اور کہتی تھیں کہ چل واپس چل اور لوگ کافی ہیں اور باپ یا بھائی اپنے بیٹے، بھائی کے پاس آکر کہتا تھا کہ دمشق سے فوج آجائے گی تو پھر کیا کرے گا؟ چل لڑائی سے کنارہ کشی کر اور مجبور کر کے اسے اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔

بیعت شکنی کا آخری منظر

محمد بن کثیر کی میسر بانی

نتیجہ یہ ہوا کہ دس دس بیس بیس آدمی پراگندہ ہونا شروع ہو گئے اور نماز مغرب کے وقت صرف ۳۰ آدمی رہ گئے۔

اور بعد مغرب جب آپ باب کندہ تک پہنچے تو دس آدمیوں سے زیادہ ساتھ نہ تھے

جنہوں نے آگے بڑھنے پر ساتھ چھوڑ دیا اور حضرت مسلمؑ اتہارہ گئے۔ اس وقت ارادہ کیا کہ کوفہ کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اس خیال میں گھوڑے کو ہمیز کیا مگر راستہ سدام نہ تھا۔ اثناء راہ میں سعید بن اخنفؓ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پہچان کر کہا کہ میرے سردار کہاں جاتے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا کہ میں اپنا ہوں کہ کوفہ چھوڑ دوں۔ سعید نے جواب دیا کہ راستے بند اور دروازہ میں قفل ہے جس پر نگہبان مقرر ہیں کوفہ سے نکل جانا ممکن نہیں۔ یہ ہر سہ کہ میرے ساتھ رہیں تاکہ میں ہتھیاری کروں۔ یہ کہہ کر سعیدؓ آپ کو محمد بن کثیرؓ کے گھر لے آئے۔ روزِ اِزدی کہ گھر سے جلد نکل کر مسلمؑ کو مہمان کرے۔ محمد بن کثیرؓ نے پرتپاک چہرہ کیا اور قدم چوم کر کہا کہ میں بارگاہِ ایزدی میں شکر کرتا ہوں جس نے مجھے دامت دی۔ حضرت مسلمؑ گھر میں داخل ہوئے اور ترخانہ میں آپ نے کیا۔

جاسوس نے ابن زیادؓ کو یہ خبر بھی پہنچادی اور اس نے اپنے بیٹے خالد کی پردگی میں کچھ لوگ روانہ کئے کہ محمد کا گھر گھر کر ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ محمد بن کثیرؓ ایک بے یار و مددگار شخص کا اسیر کر لینا کچھ دشوار امر نہ تھا پیادے پیچھے اور محمد بن کثیرؓ کو مع ان کے بیٹے کے قید کر لیا۔ مظلوم سے ہمدردی انسانیت کا فرض ہے اگرچہ کوفہ میں اب انسان صفت لوگ باقی نہیں رہے کچھ اسیر ہیں اور کچھ رولوش۔ سیمان بن مردخرائؓ اور مختار بن ابوعبیدہ ثقفیؓ اور رفاع بن عازبؓ ابھی تک گرفتاری سے بچے ہوئے تھے۔ ان کے دل میں خاندانِ رسالتؐ کی پوری عظمت ہے اور وہ کوفہ میں موجود بھی ہیں۔ محمد بن کثیرؓ کی گرفتاری نے ان کے جذبات کو برا لگنیختہ کر دیا ہے اور آپس میں مشورہ کر کے دل پر ٹھان لیا کہ کل قصر ابن زیادؓ پر حملہ کر کے محمد بن کثیرؓ اور ان کے فرزند کو چھڑالیں اور کوفہ سے

نکل کر امام حسینؑ تک پہنچیں۔

شکر شام کی آمد اور محمد بن کثیرؓ کی مدد افغانہ
جنگ۔ دوسری اور تیسری قربانی

حق کی حمایت میں مرنے
والے ابھی انتقام کا
ارادہ دل ہی میں لیے

ہوئے تھے کہ صبح ہونے سے پہلے دس ہزار سپاہیوں کا لشکر دمشق سے آپہنچا۔
اب تو ابن زیادؓ کی مسرت حد سے بڑھ گئی اور پوری طاقت کے ساتھ حضرت مسلمؓ
کی سراغ رسانی شروع کی۔ محمد بن کثیرؓ کو دربار میں طلب کیا اور ان پر ہائیٰ کی طرح
دباؤ ڈالنا شروع کیا اور اپنی فطری عادت کے موافق غیر شریفانہ اور سخت سست
الفاظ استعمال کئے مگر محمدؓ کے استقلال میں سرسرفراز نہ ہوا اور ترکی بہ
ترکی جواب دیئے۔

محمد بن کثیرؓ کو ابن زیادؓ میں تجھے خوب پہچانتا ہوں اور تیرے حسب و نسب
سے بھی واقف ہوں۔ ابوسفیانؓ اور زیادؓ میں جو تعلق تھا وہ بھی تجھے معلوم ہے۔
ابن زیادؓ عقیل کے بیٹے کو میرے سپرد کرو ورنہ تلوار سے جواب
دوں گا۔

محمد بن کثیرؓ میرے ایک بال کو بھی صدمہ نہیں پہنچ سکتا۔

ابن زیادؓ اس دلیرانہ جواب کے فلسفہ پر غور کرنے لگا کہ ایک غیر معروف شخص
کس جو انداز سے یہ دعویٰ کر رہا ہے ممکن ہے کوئی راز ہو۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی
تھی کہ مزید ۴۰ ہزار سپاہی شام کی سمت سے کوفہ پہنچے اور اب ابن زیادؓ کی جنگی طاقت
بے پناہ ہو گئی۔ فوجوں سے کوفہ چھلکنے لگا۔ محمد بن کثیرؓ مجرموں کی طرح سامنے کھڑے
ہیں۔

ابن زیادؓ۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم کو اپنی جان زیادہ عزیز ہے یا مسلمؓ کی؟

محمد بن کثیرؓ۔ مسلم کا خدا نگہبان ہے لیکن میرے بھی ۳۰ ہزار مددگار موجود ہیں۔

غالباً محمد بن کثیرؓ کو مختارؓ اور سلمانؓ کے ارادوں سے کسی نے باخبر کر دیا تھا لیکن ابن زیادؓ پر اب کسی مہم فوج کا رعب تھوڑی ہو سکتا تھا۔ اس کو غصہ آگیا اور محمدؓ کی پیشانی پر دوات اٹھا کر پھینکی۔ جب بن خون آلود ہو گئی اسی وقت تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور جوابی حملہ کیا۔ ابن زیادؓ کا ایک خاص شخص سامنے آیا اور ابن کثیرؓ نے ایک داریں اس کو دو نیم کر دیا اُدھر بیٹے نے تلوار کھینچی اور دونوں تلواریں جلی کی طرح کوند نے لگیں۔ محمد بن کثیرؓ بھاری جرات اور ہمت کا کیا کہنا۔ صفت شجاعت کو صحیح استعمال کیا اور پیش دستی کرتے تو اس آئین کے خلاف تھا جو کر بلا والوں کا نصب العین تھا۔ پہلے خود زخمی ہوئے اس کے بعد تلوار کھینچی۔ ابن زیادؓ نے یہ بہاری دیکھ کر اپنے غلاموں سے کہا کہ ابن کثیرؓ کو تنہا نہ چھوڑو۔ اس حکم کے ساتھ ان پر ہر سمت سے لوگ ٹوٹ پڑے اور محمدؓ نے اپنے آخری سانس تک تلوار کے قبضہ سے ہاتھ نہیں ہٹایا۔ دو شخصوں کو قتل کیا اور اس دار و گیر میں پھر گرفتار ہو گئے۔ بیٹے کی تلوار بھی چمک رہی تھی اور اس بہادر مجاہد کا ارادہ تھا کہ دشمنوں کو قتل کرتا ہوا دارالامارہ کے باہر پہنچ جائے۔ اس جنگ میں ۲۰ آدمی قتل ہوئے اور ابن زیادؓ کے غلام نے جس کا نام وسعتہ تھا پس پشت سے نیزے کا وار کیا اور وہ جان بحق تسلیم ہو گئے۔ ابن زیادؓ نے حکم دیا کہ دونوں باپ بیٹوں کے سر کاٹ کے اہل کوفہ کے سامنے لے جاوے تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو اور مسلم بن عقیلؓ کا اثر دونوں سے محو ہو جائے۔

ساتواں باب

ایک ضعیف العمر عورت کی میزبانی، عبادتِ الہی میں آخری رات پر دلیں میں غیر العقول جنگِ تشنہ و گرسنہ مسافر کی شہادت

حضرت مسلمؒ کے امتحان کی سختی العظمیٰ للہ وہ انبیاء کی طرح مظلوم ہیں موسیٰؑ قبلی کو قتل کر کے وطن سے نکلے تو مدین میں پناہ ملی، اور حضرت شعیبؑ نے داماد بنایا، یوسفؑ چاہ مصیبت سے نکل کر تاجدارِ مصر ہوئے۔ عیسیٰؑ دار پر نظر آنے سے قبل فلکِ چہارم پر اٹھائے گئے۔ آغازِ تنخ تھا تو انجام خوشگوار ہوا مگر پیغمبرِ آخر الزماں صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بھتیجا صبر و شکیب کی اس منزل پر ہے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا مصیبت زدہ ہو۔ مختارؒ کے گھریں قیام کیا میزبان کے لئے خطرہ پیدا ہوا اور مصلحت نے مجبور کیا کہ اس مکان کو چھوڑ دیں۔ بانی بن عروہؒ کو میزبانی کی دعوت دی۔ وہاں ایسی گھڑی پہنچے کہ ان کو گرفتار ہونا پڑا۔ محمد بن کثیرؒ کی گرفتاری بھی اسی جرم میں عمل میں آئی۔ اب تو قریب قریب یہ طے ہو چکا تھا کہ جو حضرت مسلمؒ کو امان دے وہ اپنی جان سے ہاتھ دھوئے اس لئے حضرت مسلمؒ کے مشکلاتِ احاطہِ قہر سے باہر ہیں۔ محمد بن کثیرؒ کی خبر قتل سن کر آپ اس گھر سے بھی نکلے۔ ابن زیادؒ نے راستہ میں جا جا کر ۱۲ ہزار سپاہیوں کو متعین کر دیا ہے اور ہر طرف پہرا ہے۔ جس سمت دشمن کی فوج نظر آتی تھی ادھر سے رخ بدل دیتے تھے تو اربعۃ (خرید و فروخت کی جگہ) جو پہنچے تو خالو کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ سدر راہ پایا۔ قصد

کیا کہ چپ دراست میں کسی طرف سے چلیں جائیں فکر و اضطراب میں کچھ راہ
 ملے گی کہ دور سے محلہ کناسہ نظر آیا۔ وہاں ایک شامی کی مانتی میں دو ہزار سواروں
 کا ہجوم تھا۔ اس عرصہ میں سپیدہ سحر نمودار ہوا اور حارث نے اپنے کو راستہ
 ملے کرتے دیکھ لیا اور دارالامارہ میں خبر کی کہ مسلم کا رخ دروازہ بصرہ کی
 طرف ہے۔ ۵۰ سوار گرفتاری کے لئے روانہ ہوئے اور جب آپ نے گھوڑوں
 کی ٹاپوں کی صدا سنی تو گھوڑے سے اتر کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور محلہ حلاج
 (دھنیوں کی بستی) میں خالی گھوڑا گرفتار ہو گیا۔ ابن زیاد کو راسوار کی گرفتاری
 سے مسرت ہوئی اور حکم دے دیا کہ شہر کے دروازے استحکام کے ساتھ بند رہیں اور
 ہر طرف منادی کرادی کہ جو مسلم کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو انعام ملے گا۔ اس
 اطلاع سے جاہل اور لالچی عرب ہر طرف تلاش میں مصروف ہو گئے اور حضرت
 مسلمؑ ناواقفیت کے عالم میں ایک گلی کی طرف چلے گئے۔ کچھ دور جا کر معلوم ہوا
 کہ ادھر بھی راستہ بند ہے۔ حیرت زدہ ہو کر ہر جہاں طرف دیکھا۔ ایک شکستہ
 مسجد دکھائی دی اس میں پناہ لی۔ تمام دن آپ گوشتہ مسجد میں بے آب و دانہ
 ذکر الہی میں مصروف رہے تا آنکہ سورج ڈوب گیا اور رات کی تاریکی پھیل گئی تو
 مسجد سے نکلے اور بنی جبہ کے گھروں کے سامنے سے ہوتے ہوئے گزرے۔

طوعہ کا گھر اور آخری آرام گاہ | ایک گھنٹہ نظر آیا جس کے دروازہ پر
 مالکہ مکان اپنے بیٹے کے انتظار میں
 کھڑی تھی جو فکرِ معاش میں صبح سے گیا ہوا تھا اور اس وقت تک نہ آیا تھا۔
 حضرت مسلمؑ نے سلام کیا۔ ضعیفہ نے جواب دیا۔ پردیس کی گلیوں میں ٹھوکریں
 کھانے سے پیاس بھر گئی تھی۔ بعد سلام پانی مارا گا ضعیفہ گھر سے جام

آب لے ہوئے برآمد ہوئی اور پایا سے مسافر کو سیراب کیا۔ چلتے چلتے تھک چکے تھے۔ پانی پی کر سوچتے رہے کہ اب کہاں جاؤں۔ کچھ دیر ہوئی تو ضعیفہ نے جس کا نام طوعہ تھا کہا۔

طوعہ: بسائے شخص اپنے خیال کی طرف جا۔ اب کیوں ٹھہرا ہے۔ میرے دروازہ پر رکنا اچھا نہیں ہے۔ مسلم خاموش تھے۔ اور طوعہ نے تین مرتبہ اس کلام کا اعادہ کیا۔

مسلم: کنیز خدا اس شہر میں میرا مکان نہیں ہے نہ عزیز و اقارب ہیں۔ تو کچھ ثواب حاصل کرنا چاہتی ہے؟

طوعہ: کیسے؟

مسلم: میں مسلم بن عقیل ہوں۔ کوفیوں نے مجھ سے دغا کی۔

طوعہ: آپ مسلم ہیں تو یہ گھر حاضر ہے۔ تشریف لائیے۔ مسلم داخل خانہ ہوئے اور طوعہ نے اپنے گھر سے ملحق جو دوسرا قطعہ مکان تھا اس میں ٹھہرایا۔ بستر لگا کر کھانا پیش کیا۔ آپ نے قیام تو کیا کھانے سے انکار کیا۔ زندگی کی آخری رات یہی تھی۔ کسی قدر راحت کے بعد آپ نے چائیاں تو کھا کر رخصت ہو جائیں مگر طوعہ نے روکا۔ تمام مالوں کو اس پردہ نشین خاتون کا احسانمند ہونا چاہیے جس نے خاندان رسالت کے ایک فرد کا احترام کیا۔ اور اپنے گھر میں امان دی۔ ادھر رات کا حصہ تیزی کے ساتھ گزر رہا تھا۔ ادھر حضرت مسلم زاد آخرت فراہم کرنے میں مصروف تھے۔

لے فدخل بیتنا فی دارھا غیر البیت الذی تکنون فیدہ۔ ارشاد شیخ مفید

(۲) بزدل ابن زیاد کا خطبہ
اور گرفتاری پر انعام

کا خطرہ تھا۔ قدم قدم پر حضرت مسلم بن عقیلؓ کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا تھا اور یہ اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو دشمنی تلوار کا سامنا ہو جائے۔ ڈھونڈنے میں ناکامی سے مزاج حکومت بھی برہم تھا۔ مگر نمازِ عشاء کے لئے مسجد کوفہ میں آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ یہ وہی مسجد کوفہ ہے جہاں چند روز پہلے حضرت مسلمؓ امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اب ابن زیادؓ نماز پڑھاتا ہے۔ نماز عشاء کے لئے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سپاہیوں کو حکم دیا کہ مسجد کے چپہ چپہ میں قندیلیں لے کر مسلمؓ کو تلاش کریں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی جگہ مخفی ہوں اور ان سے نقصان پہنچے۔ ساری مسجد میں آپ کو تلاش کیا اور مسجد کے نشیب میں جہاں سے طوفانِ لوح شروع ہوا تھا کٹی کٹی بار روشنی پہنچا کر ڈھونڈا اور اطمینان حاصل ہونے پر ابن زیادؓ کو خبر دی گئی وہ دارالامارہ کے اس دروازہ سے جو مسجد کوفہ سے متصل تھا باہر نکل ہوا اور حکم دیا کہ تمام اہل کوفہ مسجد میں آئیں۔ تھوڑی دیر میں اہل کوفہ مسجد میں سمٹ آئے اور نماز کے بعد ابن زیادؓ نے خطبہ پڑھا اور حضرت مسلمؓ کی ذات پر ناروا حملہ کرتے ہوئے کہا۔

”فرزند عقیل جو عقل سے خالی سادہ لوح اور بالکل جاہل شخص ہے کیا اور تم نے دیکھا کہ کوفہ میں کتنے اختلافات پھیل گئے جس کے گھر میں وہ پائے جائیں گے اس کا گھر لوٹ لیا جائے گا اور خونِ معاف ہے۔“

اس حکم کے بعد عمرو بن حریت کو نشان دے کر امیر فوج بنایا اور کوفیوں کی خانہ تلاشی شروع ہو گئی۔ اور حکم عام ہوا کہ جو مسلم کو پالے وہ ان کے ہاتھ باندھ کر جلد دربار میں حاضر کرے۔

حضرت مسلمؓ کے فتون حرب سے ماہر ہونے اور اعلیٰ سیاست کا یہ ایک قوی ثبوت ہے کہ ابن زیادؓ کا روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے اور کوفہ کی مخالف جمعیت ناکافی قرار پا کر شام کی ٹڈی دل فوج سے شہر چھلک رہا ہے۔ لیکن اس وقت تک وہ ایک تنہا شخص کے گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہے جس کے پاس نہ فوج ہے نہ سرمایہ۔ افسوس ان کی بلند بالا انکرا اور خاندانی علم و فضل میں کمال کا اعتراف کرنے کے بجائے دشمن انسانیت حاکم ان کو یوقوت و جہل کہہ کر یاد کرتا ہے۔ اگر آدمی کے مقابلہ میں ایلیٹ کی آواز ”خدا یا تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے“ صحیح ہو سکتی ہے اور موسیٰؑ بن عمرانؑ سے تصادم میں فرعونؑ کا بنی اسرائیل سے کہنا ”میں تمہارا بلند بالا خدا ہوں“ سچ ہوتا تو ابن زیادؓ کا دعوئے برتری بھی صحیح تھا مگر توبہ! نور و نار، ایمان و کفر، علم و جہل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر مسلم کسی دین زبان کے گھر یا کوہ کی کوچ یا شکستہ مسجد میں قتل ہو جائے تو خاندانی شجاعت کے مظاہرہ کا کوئی موقع نہ تھا اور قتل کی اہمیت نہ رہتی، جبین شجاعت پر عرق انفعال آجاتا وہ محل اور موقع کے انتظار میں گھر گھر چھپتے پھرتے تھے اور ان کو اس وقت کا انتظار تھا کہ جنگ کا موقع ہاتھ آئے اور دیا دیکھ لے کہ حسینؑ نے جس بہادر کو منتخب کر کے پیش رو بنایا وہ کیسا دلیر اور نڈر انسان ہے۔ وہ اپنی شجاعت کو آج تک محفوظ رکھتے رہے اور ان کو اسی دن کا انتظار تھا کہ دشمن کی طرف سے پہل ہو اور کبھی طرح انتقام کا

حق پیدا ہے۔

دہ اپنی طاقت کو ذخیرہ کر کے اہل کوفہ کو یہ بتا دینا چاہتے تھے کہ انہیں کربلا میں کیسے بہادر و دیر جواؤں کا سامنا ہونے والا ہے۔ دنیا کو یاد رکھنا چاہیے کہ مسلم نے طوع و تمہ کے گھر میں بجز پانی پینے کے کھانا نہیں کھایا ہے۔

(۳) فارسیں کو یاد ہو گا کہ طوع و تمہ کے انتظار میں دروازہ پر ٹہل رہی ہے اسی کے فرزند کا نام ہلال ہے اور اس کو خاندان رسالت سے کوئی ہمدردی نہیں ہے رات کا ایک حصہ گزرنے کے بعد ماں کی آمد و رفت دیکھ کر اشتباہ ہوا اور سبب پوچھا۔ طوع نے ٹالنا چاہا۔ ہلال نے اصرار کیا۔ طوع نے مجبور ہو کر بیٹے سے اقرار کر لیا کہ اگر راز فاش نہ کرے تو میں حقیقت امر سے آگاہ کر دوں۔ ہلال نے عہد کیا اور طوع نے پورا واقعہ بیان کر دیا۔

یہ ضروری نہیں کہ مال بیٹے کی گفتگو معزز مہمان کے کان میں بھی پہنچی ہو وہ سجادہ پر عبادت الہی میں مشغول ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے میزبان کے تحرے کو خیام حسینی کا نمونہ بنا دوں اور شب عاشور کی عبادت کی تصویر کوفہ میں نظر آجائے۔

بھوکے تو تھے ہی کیا سارنہان کے نزدیک کچھ دشوار نہ تھا مگر مجبور تھے اسلامی آئین سے مہمان بن کر اگر پانی سے بھی انکار کرتے تو حقوق میزبان کے خلاف تھا۔ اس لیے اپنی ضد بھی پوری کی کہ کھانا نہ کھایا اور طوع کا دل بھی رکھ لیا کہ پانی پی لیا۔ اگر رشتہ میزبانی نہ ہوتا تو مسلم حسین کے اصحاب کی مکمل تصویر ہو جاتے۔ عبادت الہی میں آنکھ لگ گئی اور کچھ دیر کے بعد جو آنکھ کھلی تو رو دیئے۔ اس مقام پر اختلاف ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ طوع نے صدائے گریہ سنی اور پانی کا کوزہ لے کر آگئی اور سبب اشکباری پوچھا اور دوسرا

بیان یہ ہے کہ جب حضرت مسلمؓ نے حجرو کے باہر قدم رکھا تو طوعہ آب وضو ہاتھ میں لئے استادہ تھی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ طوعہ نے بھی شب بھر کرام نہیں کیا۔ طوعہ کے استفسار پر حضرت مسلمؓ نے فرمایا کہ میں سجدے میں سو گیا تھا اور ابھی اپنے چچا امیر المومنینؓ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں الوحا الوحا العجل العجل مسلم! جلد دنیا کو چھوڑ دو اور پھرتی کرو آنے میں، میں گمان کرتا ہوں کہ میری (دنیا کی) زندگی کی یہ آخری گھڑیاں ہیں اور حیاتِ اُختر کا آغاز ہے۔

ابن زیاد اور حضرت مسلمؓ کی گرفتاری کا سامان | ہلال ماں کے سمجھانے سے وقتی طور پر راضی ہو گیا تھا ورنہ اس کا بس چلتا تو اسی وقت ابن زیاد کو خبر کر دیتا۔ یہ گفتگو اس کے کان میں بھی پہنچی تھی اور وہ ماں سے پوشیدہ ہو کر دارالامارہ کی طرف بڑھا اور اپنے باپ اُسید حضرت کو جو ابن زیاد کا خاص پہرہ دار تھا حضرت مسلمؓ کی اطلاع کر دی اور کہا کہ ماں نے دشمن کو پناہ دی ہے۔ اُسید نے تعجب سے پوچھا کون دشمن؟ ہلال نے کہا مسلم بن عقیل۔ اس خبر کے سننے کا تو انتظار ہی تھا، امیدیں برائیں اور اس خدمت کے صلہ میں ابن زیاد نے ایک نیزہ زرقار گھوڑا اور زرنگار تاج اور اپنی گردن سے سونے کا طوق اتار کر ہلال کو دیا اور محمد بن اشعثؓ کو گرفتاری کے لئے مامور کیا۔ عبید اللہ بن عباس سلمیٰ کو بنی قیس کے شتر آدمی دے کر روانہ کیا۔ اغم کو قتی نے اس تعداد کو ۳۰۰ اور ابو مخنف نے ۵۰۰ ظاہر کیا ہے۔ یہ صلح فوج طوعہ کے گھر پہنچی اور کان کا

لہ ریاض المصائب | نسخ التوارخ

خاموش کر لیا۔

شیر گرسنہ کی جنگ | (۱) بھتیزار کی جھنکار اور گھوڑوں کے نہانے کی صدا کان تک پہنچی تو طوعہ سے کہا بھتیار لا۔

طوعہ :- اے میرے سید و آقا موت پر مستحکم کر باندھ لی ؟
مسلم :- ہاں اب چارہ نہیں۔ یہ کہہ کر زرہ پہنی اور دشمن کی تعداد پر نظری اور تنوار کو ہاتھ میں لے کر چند مرتبہ ہلایا اور ایک ملک شگاف نعرہ کیا۔
جیسے شیر اپنے شکار پر حملہ کرتے وقت ہمہ کرتا ہے۔ طوعہ نے اخلاقی فرض سمجھ کر روکا۔ مگر تو اب ہاشمی شیر کو کون روک سکتا تھا۔
مسلم :- مجھے اندیشہ ہے کہ تیرے گھر میں فوجیں نہ آجائیں۔

آفرین اس بہت مردانہ پر۔ ایسے سخت وقت میں بھی فرائض اخلاق کو فراموش نہ کیا۔ اگر طوعہ کے گھر میں فوجیں داخل ہو جاتیں تو اس بے حرمتی کا باعث حضرت مسلم ہوتے۔ فوجوں کے آنے سے قبل اپنے برآمد ہونے کا سامان کر لیا۔
طوعہ :- خدا آپ کو بڑا وقت نہ دکھائے۔ اگر آپ قتل ہو گئے تو خدا کی قسم میں بھی آپ کے ساتھ یا آپ کے بعد قتل ہو کر آپ پر فدا ہو جاؤں گی۔

حضرت مسلم کے پاس اس گلدستہ، عقیدت کا کوئی جواب نہ تھا۔ گھر سے نکلے اور حملہ کیا۔ طوعہ بالائے بام سے اپنے مہمان کی جنگ دیکھ کر کلماتِ تحریریں کہہ رہی ہے۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر میں فوجوں کو زبر و زبر کر دیا۔ عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ مسلم اس عظیم الشان بہادری کے ساتھ لڑے کہ پہلو انوں کی مکر میں ہاتھ

ملہ وجعل ينظر الى القوم ويهزحسامله وعاد يصد وكماسيصد والاسد
علی فرلیستہ۔ اے نعمتِ مسلم الی الباب فتحھا آپ نے دروازوں پر بھٹو کر لگائی اور دروازہ جسے بظاہر یاہر سے بند کر دیا تھا گرا دیا ۱۲ ریاض۔

ڈال کر ان کو کوٹھوں پر پھینک دیتے تھے اور وہ زمین پر پینچے پینچے تمام ہو جاتے تھے۔ ۱۸۰ سپاہیوں کو قتل کیا اور بقیہ فوج کو شکست ہوئی۔ محمد بن اشعث نے جب یرنگ دیکھا تو ابن زیاد سے مدد طلب کی۔ اس نے ۵۰ سپاہی اور کھج دیئے۔ مسلم نے ہتکے ہوئے ہاتھوں سے ایک بار پھر حملہ کیا اور ایک جماعت کو اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اتار دیا اور بچا ہوا لشکر بھاگا۔ محمد بن اشعث نے دوبارہ ملک چاہی اور اطلاع کی کہ مسلم کی تلوار سے کوئی جتنا نظر نہیں آتا۔ جو قتل سے بچ گئے ہیں وہ ایسے زخمی ہیں کہ لڑ نہیں سکتے۔ ابن زیاد کو غصہ آگیا اور کہا کہ ایک تن تنہا سے لڑنے کے لئے اتنے سپاہی کافی نہیں ہوئے تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اس وقت کیا ہو گا جب ہم تمہیں ان سے زیادہ بہادر انسان کی طرف بھیجیں گے۔ (یہ اشارہ واقعہ کربلا کی طرف تھا)۔ محمد بن اشعث نے جواب دیا کہ اے امیر تو گمان کرتا ہے کہ ہم کو کوفہ کے کسی بیٹے یا کسان کی طرف جنگ کرنے بھیجا ہے۔ تو نے ہم کو شیر درندہ اور خدا کی شمشیر برہنہ کی طرف بھیجا ہے۔ غرض ابن زیاد نے ۵۰ سوار اور کھجے اور اپنے مکر و فریب سے یہ تدبیر بنائی کہ مسلم کو امان دو۔ بغیر اس کے ان پر قابو حاصل نہیں ہو سکے گا۔ حضرت مسلم نے تیسرا حملہ کیا اور رجز میں یشعر پڑھے۔

هو الموت فاصنع ویکلمات صانع فانکس الکاس الموت کلا شک جارع
فصبر الامور اللہ جل جلالہ فحکم قضاء اللہ فی الخلق زائع

میدان جنگ میں رانا سہل ہے اور تنگ راستہ میں دست بدست جنگ ایک کار نمایاں ہے جس کا موقع کسی دلیر کو کم ملا ہو گا۔ حضرت مسلم کے ہاتھ سے کوفہ کی گلیوں میں گھسان کی لڑائی ہوئی اور دشمن کو پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اکثر عرب کے جنگجو افواج اپنے ساتھ لڑائی میں عورتوں کو بھی رکھا کرتے تھے تاکہ وہ

اپنی پُر جوش باتوں سے مجاہدین کا دل بڑھائیں۔ حضرت مسلمؓ کی اچانک جنگ میں اس کا موقع کہاں تھا۔ وہ تو مہمان بن کر کرام کی زندگی بسر کرنے آئے تھے مگر خدا بُرا کرے یزیدیت کا جس نے ان کی مہمان نوازی یوں کی طوع نے اس رسم کو پورا کیا اور تاریخ میں ہے کہ آپ جنگ کر رہے تھے اور وہ بالائے سطح سے جوش دلانے والے کلمات کہہ رہی تھی۔ دنیائے دیکھا کہ عرب کی حمیت کو فہ کے نامزدوں کے ہاتھوں خاک میں مل رہی ہے اور طوعہ عورت ہو کر میزبانی کے فرض کی تکمیل کر رہی تھی۔ رسول اسلامؐ کے جہاد میں نسیبہ کی وفا اور مسلمؓ کی جنگ میں طوعہ کی وفا یاد رکھنے کے لائق ہے۔ ابھی مسلمؓ کی خوں اشام تلوار لہو برسا رہی تھی کہ محمد بن اشعثؓ نے پکار کر کہا۔ اسے مسلم جہاد نہ کرو۔ امیر نے تم کو امان دی ہے۔ فرمایا کہ میں تم کو امان دینا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر حمران بن مالک خثعمی کے اشعار حسب حال سمجھ کر بیٹھے۔

میں نے قسم کھائی ہے کہ آزاد آدمی کے سوا کسی اور کو قتل نہ کروں گا اگرچہ میں موت کو ناپسند چیز دیکھتا ہوں۔ مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو دھوکا دوں یا فریب یا کھنڈے اور گرم کو سمودوں۔ سورج کی کرن اپنے ٹھکانے کی سمت پلٹتی ہے۔ ہر انسان عذابِ آخرت سے دوچار ہوگا۔ میں تمہیں تلواریں لگا رہا ہوں اور برائی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ میرا لڑنا اس بہادر کی طرح ہے جو کبھی جنگ سے نہیں بھاگا۔“

یہ بیان حرف بحرف صحیح ہے فرار کے مواقع پر کبھی پائے ثبات میں توفیق نہیں ہوئی۔ اصحابِ فیل جب غارِ خدا کو گرانے کے لئے آئے اس وقت ابرہہ کے خوف سے مکہ خالی ہو گیا مگر صرف عبدالمطلب کا گھرانہ ثابت قدم رہا۔

لو والمرأة من فوق السطح تحرسه على القتال

فاطمہ بنت اسد کے جب دروازہ شروع ہوا اور کعبہ کی دیوار شقی ہوئی تو گرتی ہوئی دیوار کے پاس سے ان کو بھاگنا چاہیئے تھا مگر وہ راہ فرار اختیار کرنے کے بجائے کعبہ کے اندر چلی گئیں۔ بدر سے حنین تک جتنی لڑائیاں ہوئیں ان میں بنی ہاشم کے دامن شجاعت پر فرار کا داغ نہیں آیا۔ بجا ہے۔ اگر مسلم بن عقیل اس روایتی خصوصیت پر فخر کریں اور پھر دشمن کے سامنے جو تذلیل تو کیا قتل پر آمادہ ہو۔ کوفہ اور شام کے جوان خاموشی سے رجز سنتے رہے اور ایک مصرعہ سے اختلاف نہیں کیا۔ اس رجز کے وقت بھی دشمن کی ایک جماعت قتل ہوئی۔ اس بے پناہ جنگ کے بعد یقیناً ہاتھوں کی قوت نے جواب دیدیا ہوگا۔ اب انصاف کا خون اور انتہائی بزدلی ہے اگر کوئی نبرد آزما مستقل جنگ کے ارادے سے سامنے آئے۔

ملک رو دغا تو زیدیت کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا۔ منہج اور ناتواں پر ہاتھ اٹھانا ان کی متین تہذیب تھی

پہلوان کی لڑائی

عرب کی خصوصیات کب کی ان کی بہیمیت اور بربریت کی نذر ہو چکی تھیں جب مسلم نے شک کر ایک دیوار سے تکیہ کیا تو مالک مکان بکر بن حمران آل اب حرب سے مصلح ہو کر سامنے آیا اور انفرادی جنگ شروع ہوئی۔ بکرفوج کے مشہور پہلوانوں میں ہے اور بڑے کروفر سے حملہ آور ہوا۔ بکر کو غالباً اسی وقت کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ مسلم نے بھی اپنے لڑنے ہوئے ہاتھوں سے جوابی حملہ کیا اور کئی ضربوں کی رد و بدل ہوئی۔ بکر نے تیز دستی سے دھن مبارک پر تھار لگائی اور اوپر کا ہونٹ زخمی کر دیا۔ مسلم نے سر پر حملہ کیا اور ایک کاری ضرب کے بعد اس نے راہ فرار اختیار کی۔ اس کے بعد کوفہ کے لوگ سمجھ گئے کہ مسلم پر کسی صورت سے فتح حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہر طرف سے ان کو نہ گھیرا

جہاد یا وطن پرست یا ان پرست نمبر C1-8

جائے۔ اس ارادہ کے ساتھ لشکر ہر طرف تقسیم کر دیا گیا۔ فوج کا ایک حصہ کوٹھوں پر پتھروں سے حملہ کرنے کے لیے مامور ہوا۔ تیر انداز سپاہ نے پوری طاقت سے کمانوں کا رُخ یکہ و تنہا مسلم کی طرف کر دیا۔ حکم کی دیر تھی ادھر کوٹھوں پر سے اگ اور پتھر برسنے لگے ادھر کمانوں سے تیروں کی بارش ہوئی۔ مسلم نے سر اٹھا کر کہا: ”تم کو کیا ہو گیا ہے۔ پتھروں سے مجھے ہلاک کر رہے ہو جیسے کافروں کو سنگسار کرتے ہیں میں تو نبیؐ کے گھرانے سے ہوں درُسلؐ کے حقوق ان کی ادلاد کے ساتھ یونہی ملحوظ رکھے جاتے ہیں“ ۹

اس پند و نصیحت کا سننے والا کون تھا؟ بات کہتے کہتے جنابِ مسلمؐ کے جسم پر اس قدر تیر پیوست ہو گئے جیسے سہاوی کے جسم پر خار ہوتے ہیں۔ فضائی حملہ نے سر تاپا زخم بنادیا۔ اتنے زخموں کے بعد بھی اہل کوفہ کو ان کی شجاعت سے اندیشہ تھا۔ اس راہ میں جدھر مسلمؐ بڑھتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ایک خندق تیار کر کے خص پوش کر دیا اور طے کر لیا کہ ہم پیچھے ہٹتے چلے جائیں یہاں تک کہ مسلمؐ اس خندق میں جا پڑیں۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام نے سب سے پہلے اپنی حفاظت کے لیے جنگ احزاب میں خندق تیار کیا تھا مگر اس سے دشمن کو کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا لیکن یہ خندق تو زید بن حارثہ اور بزدلی کا ایک افسوس ناک عملی نمونہ ہے جس کو آئین جنگ سے کوئی تعلق نہیں۔ پورا لشکر حملہ کرنے کے بعد پیچھے ہٹا اور مسلمؐ نے دائیں بائیں شمشیر زنی کرتے ہوئے سپاہیوں کو قتل کر کے فحاک پر گرانہ شروع کیا اور نشیب میں گر پڑے۔ محمد بن اشعثؓ نے چہرے پر تلواریں لگائیں جلس سے بنی مبارک کے اوپر کا حصہ اور حلقہ چشم اور داڑھیوں پر کاری زخم پیچھے۔ ابھی مسلمؐ نے نہیں پائے تھے۔ لپٹ کے نیزے نے منہ کے بل زمین پر

سہ فصار جلدہ كالقنفذ من كثرة التبل ۱۲ ریاض المصابی

گرایا گویا شرط وفا کی تکمیل پر سجدہ شکر کیا۔

ایک وقت وہ تھا کہ ماحول کی محبت میں کوفہ کی سفارت پر خوشی سے آنند نہ تھے اور قدم قدم پر سفر سے غدر تھا لیکن حکمِ امامت کے نہیب نے ارادے میں وہ پختگی پیدا کی کہ پھر ان سے زیادہ کوئی استقلال پسند نہ تھا۔ اسی طرح کوفہ پہنچ کر کشت و خون سے گریز کرتے رہے۔ جہاں خونریزی کا اندیشہ ہوا اس جگہ کو خالی کر دیا۔ ابن زیاد کو قابو میں لا کر چھوڑ دیا۔ اور خود گھر گھر پناہ لی۔ مسجدوں میں پوشیدہ ہوئے۔ مگر جب وقت آ پڑا اور تلوار نعام سے کھینچی تو وہی ثبات قدم تھا جو شیر خدا کے بھتیجے میں ہونا چاہیے۔ یہ ہے خاندانِ رسالت کا رویہ جس سے دنیا کو سبق لینا چاہیے۔ اُس انسانیت نواز تہذیب اور تمدن پر دلوں میں جذب پیدا ہوتا ہے برخلاف بنی امیہ کی ظالمانہ پالیسی کے جس پر عالم تہذیب میں صدائے نفرت بلند ہے۔ جب تک دست و بازو میں طاقت رہی کوئی نامزد ہارنے نہ آیا۔ صبح سے عصر کے وقت تک لڑتے رہے۔ جب بیشمار فوجوں کو زیر و زبر کر چکے تو کوٹھوں سے پتھر برساکر زخمی کیا۔ برآمدوں سے دھکی بیوی آگ پھینک کر جیلانا چلا اور آخر چاہِ خسیعوش میں گرا کر اسیر کیا۔ بزدلی اس کو کہتے ہیں۔ ان ہی بھیجے حرکات پر دعوائے انسانیت ہے !

اسیری اور زندگی کے آخری لمحات | وہ حضرت مسلم کے گرتے ہی ان پر حملہ طرٹ سے نزع ہو گیا۔ محمد بن اشعث

نے بڑی بیداری سے مجروح جسم سے زرہ اتار لی اور تلوار پر قبضہ کیا اور گرفتار کر کے کشاں کشاں دروازہ دار الامارہ تک لایا جہاں ابن زیاد کے خاص خاص ملنے والے انتظار میں تھے عمارہ بن عقبہ ابن ابی معیطؓ، عمر بن حریثؓ

ملہ و بکر والی قوم الیہ بکرة و عاد یقاتل الی وقت عصرہ ریاض

مسلم بن عمرؓ، کثیر بن شہابؓ، ابن زیادؓ کی اس فتح پر خوش ہوئے اور مسلمؓ خون میں ڈوبے ہوئے تنورِ حرب سے نکل کر جو قصر ابن زیادؓ کے قریب آئے ٹھہرے پانی سے بھرے ہوئے برتن دیکھے اور ابوحنیفہؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے دودن سے پانی نہ پیا تھا۔ شبانہ روز رکوع و سجود میں معروف رہے اور اب سرد دیکھ کر پانی مانگا۔ مسلم بن عمرؓ باہلی پر دیکھتے ہو کيسا ٹھنڈا پانی ہے مگر خدا کی قسم ہم اس میں سے ایک قطرہ تم کو نہ دیں گے۔ یہاں تک کہ تم دوزخ کے گرم کھولنے ہوئے پانی سے سیراب ہو۔

مسلم بن عقیلؓ: تجھ پر واسے ہوا تو کون ہے؟
مسلم بن عمرؓ: میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا اس عالم میں کہ تم اس سے انکار کر چکے تھے اور میں نے اپنے امام کی اطاعت کی جبکہ تم اس سے برسرِ پیکار تھے میرا نام مسلم بن عمر ہے۔

مسلم بن عقیلؓ: تیری ماں تجھ کو روئے کس قدر سنگدل ہے تو جہنم میں جانی ملا تو ہے اور دوزخ کے آبِ گرم کا منہ اور ابھی تو ہے (دکھ میں)
یہ ناعاقبت اندیش سمجھتے تھے کہ بہشت کی تقسیم بنی امیہ کے چشم و ابرو پر ہے۔ جنت جاگیر ہے نیز بیکار کی۔ بھلا اس سنگ نظری کی بھی کوئی حد ہے کہ رسولؐ کا بھتیجہ مستحق دوزخ بنایا جائے اور ہندہ جگر خوار کی اولاد امام ہو اور اس کے حق پر ہونے کا نثر میں قصیدہ پڑھا جائے۔ یہ اسلامی تعلیم ہے کہ پانی کا قریب تک کو پیلاتے ہیں۔

سلا وکان مسلم بن عقیل یوہیں ما شرب فیحصا صلا کافہ کان لیلہ ونهارہ
ساجدا وراکعا۔ ریاض۔ یہ رائے سابق کے بیان سے مخالف نہیں ہے۔ طوے کے
گھر میں اس کی حیثیت پر ایک مرتبہ پانی پینا ثابت ہے جو آدابِ منیزانی کے تحت
میں تھا یقیناً وہ دودن کے پیا سے تھے ۱۲۔ مؤلف

حضرت مسلم حجت تمام کرتے تھے ورنہ ان کو اس وقت آخر میں پانی کی ضرورت نہ تھی۔ جب آپ نے لوگوں کی یہ سختی دیکھی تو دربان کو قسم دی اور کہا تجھے محمدؐ کا واسطہ پانی کا ایک گھونٹ پلندہ ہے۔ اگر میں زندہ رہ گیا تو تیرا یہ احسان باقی رہے گا اور اگر مر گیا تو اس کی جزا خدا دے گا۔ ادھر پیغمبر کے چچا زاد بھائی سے اجڑ لینا۔ دور وائیتیں اس مقام پر ہیں۔ ایک تو یہ کہ دربان یہ گفتگو سن کر رو دیا اور اس نے پانی کا کوزہ بھر کر پیش کیا اور دوسری روایت یہ ہے کہ ابن عمرؓ بالی کے سخت اور عامیانہ جواب سے عمر بن حریث بھی متاثر ہوا اور اپنے غلام حکم دیا کہ ایک جام آب سرد کا لائے۔ غلام نے تعمیل حکم کی اور پانی جو دہن مبارک تک پہنچا زخم سے لہو جاری ہوا اور پانی خون آلود ہو گیا۔ دوسرا کوزہ لائے وہ بھی خون سے مزوج ہو گیا۔ تیسری مرتبہ آگے کے دونوں دانت کاٹ لے اب میں گرے۔ اس وقت شکر خدا کرتے ہوئے کہا الحمد للہ اگر میرے قسمت میں رزق ہوتا تو میرا بھو جاتا۔ اس گفتگو کے بعد سنبھل نہ سکے، دیوار پر تکیہ کر کے کھڑے ہو گئے اور انگٹھوں سے آنسو بہنے لگے۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ اپنی بے کسی پر روتے ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم میں اپنی جان جانے پر نہیں روتا اور نہ اپنے قتل پر مرثیہ پڑھتا ہوں۔ میں امام حسینؑ اور ان کی جماعت پر روتا ہوں جو میرے بعد کوفہ پہنچنے والے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے محمد بن اشعثؓ کی طرف رخ کیا اور (غلنریہ) فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں تو امان دینے سے عاجز رہے تو کیا میں تجھ سے ایسا نیکی کی امید کروں اور وہ یہ کہ میری طرف سے کسی کو امام حسینؑ کی خدمت میں بھیج دے میں سمجھتا ہوں کہ وہ آج ہی کل میں کوفہ پہنچنے والے ہیں ان کو آگاہ کر دے کہ مسلم قید ہو گئے اور غروب آفتاب سے قبل ان کے قتل کی امید ہے اور وہ یہ (آخری) پیام

دیتے ہیں کہ میرے ماں باپ کچھ خدا ہوں اپنے اہل بیت کو لے کر آپ پلٹ جائیے اور اہل کوفہ کے فریب میں نہ آئیے۔ محمد بن اشعثؓ نے ظاہری طور پر اقرار کر لیا کہ میں پیام بھیجتا ہوں اور ابن زیاد سے کہوں گا کہ میں نے مسلم کو امان دی ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابن زیادؓ کا فرستادہ آپ کو لینے کے لئے آگیا اور مسلم خون میں نہائے ہوئے دربار میں آئے۔ ابن زیادؓ نے تہقہ لگایا۔ جس سپاہی کی حراست میں تھے اس نے کہا امیر پر سلام کرو مسلم نے فرمایا چپ تجھ پر والے ہو وہ تو میرا امیر نہیں ہے۔ میرا امیر میرا سردار حسینؓ ہے۔ ابن زیادؓ پر تو وہ سلام کرے جس کو مرنے کا خوف ہو۔ ابن زیادؓ نے کہا سلام کرو یا نہ کرو ابہر حال قتل ہو گے۔ فرمایا مجھے اتنی اجازت دے کہ وصیت کر لوں۔ یہ کہہ کر آپ نے دربار پر نظر کی اور عمر ابن سعدؓ پر نگاہ پڑی اور کہا۔

مسلمؓ: اے ابن سعد میری ایک حاجت ہے اور تجھ پر فرض ہے کہ میری کتا پوری کرے۔ ابن سعدؓ نے کچھ پس و پیش کیا۔ ابن زیادؓ نے کہا یہ بے رُخی کیسی جو کچھ کہیں اسے سن۔ عمر سعدؓ اٹھا اور مسلمؓ کو غلبہ میں لے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میری پہلی وصیت یہ ہے کہ خدا نے برحق کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے رسول اور علیؓ ولی ہیں۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ میں نے تمہارے شہر سے ہزار درہم قرض لیے تھے میری زکوٰۃ بیچ کر ادا کر دینا۔ تیسرے میرے سردار حسینؓ بن علیؓ کو مکہ دینا کہ واپس جائیے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ اپنے اہل بیت کو لے کر روانہ ہو چکے ہیں ان کا

علامہ فہرست ابن زیادؓ کا ریاض المعائب ص ۷۸ منہ سہ ص ۱۲۱ سورہم ۱۲
ارشاد شیخ مفید ص ۱۲۰ تلوار فروخت کر کے ۱۲ ارشاد شیخ مفید۔

بھی میرا ایسا انجام ہو گا۔ چوتھی وصیت یہ ہے کہ جب میں قتل کر دیا جاؤں تو میری لاش کو ابن زیاد سے لے لینا تاکہ وہ مجھے منگوا کرے۔

ابن سعدؒ: تم نے کلمہ شہادت کے بارے میں جو کچھ کہا ہم بھی وہی کلمہ پڑھتے ہیں اور زرہ فروخت کرنے میں ہم کو اختیار ہے کہ چاہے قرطی ادا کریں یا نہ کریں۔ اور جو کچھ حسین بن علیؑ کے لئے کہا ہے تو وہ اس طرف آکر رہیں گے اور ہمارے ہاتھ سے ضرور سختیوں میں پھنس گئے۔ یہ کہہ کر ابن زیاد کی طرف رخ کیا اور اپنا اعتبار قائم کرنے کے لئے کہا۔ تجھے معلوم ہوا کہ مسلم نے کیا کہا اور کیا جواب پایا۔ پوری گفتگو دہرا دی۔

ابن زیاد نے کہا امانت دار بھی خیانت نہیں کرتا خدا تجھے رسوا کرے۔ اگر تجھے امین قرار دیتے تو ان کے راز کو چھپانا اے پس سعد تو نے جو یہ خیانت کی تو ہی پہلا وہ شخص ہو گا جو حسین بن علیؑ سے لڑائی کا فرمان حاصل کرے گا۔ اس کے بعد ابن زیاد نے حضرت مسلمؑ کی طرف رخ کیا اور سخت گفتگو شروع ہوئی۔

ابن زیاد: کیوں عقیل کے بیٹے تم اپنے حلقہ اطاعت سے باہر ہوئے اور فتنہ خفہ کو بیدار کیا۔

مسلم: اے فرزند زیادؓ تو جھوٹا ہے مسلمانوں میں تفرقہ معاویہ اور مسلمانوں کے بیٹے نہیں بننے ڈالا ہے اور تو نے اور تیرے باپ نے فتنہ برپا کیا جو نبی علاج کے ثقی گروہ کا غلام تھا۔ میں تو اس بات کا امیدوار بنا ہوں کہ شریعہ ترین مردم کے سامنے قتل ہوں باپ کا پوست کندہ حال سن کر ابن زیاد کو غصہ آیا اور کچھ سخت گفتگو کی حضرت مسلمؑ نے بات کاٹ کر لپو بچھا۔

سہ ریاض الجنان موسوی اشرف علی شہد جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ پیغمبر خداؐ نے جانور کے اعضا پارہ پارہ کرنے کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ اسلام میں حضرت حمزہؓ کی نعش منگوانے کی گئی۔

مسلمؑ: اے پسر مر جائے تو ہی بتا مستحق خلافت کون ہے؟

ابن زیادؑ: یزید بن معاویہ۔

مسلمؑ: ہمارے تمہارے درمیان میں خدا فیصلہ کرے گا۔

ابن زیادؑ: تم گمان کرتے ہو کہ خلافت میں تمہارا حصہ بھی ہے؟

مسلمؑ: خدا کی قسم گمان نہیں بلکہ یقین ہے۔

ابن زیادؑ: اچھا یہ بتاؤ کون سے کیوں آئے؟ لوگوں میں اتحاد و اتفاق تھا۔ تم نے

افتراق پیدا کیا۔

مسلمؑ: میں اس لئے تو نہیں آیا کہ انقلاب ہو۔ تم نے برائیوں کا مظاہرہ کیا اور اچھائیوں کو دفن کر دیا اور لوگوں کی رضا کے بغیر ان پر حاکم بن بیٹھے اور تم نے ان میں قیصر و کسریٰ کی ایسی زندگی بسر کی تو ہم ان کے درمیان میں اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لئے اُٹھے اور کتاب و سنت کی طرف دعوت دی اور ہم اس کے اہل بھی تھے کھری کھری باتیں سن کر ابن زیادؑ کو پھر غصہ آیا اور بہیمانہ انداز میں کہا۔

ابن زیادؑ: اے فاسق تو خود ستائ کرنا ہے اور مدینہ میں شرابخوری کرتا تھا۔

مسلمؑ: میں اور شراب پیوں! خدا جانتا ہے کہ تو سچا نہیں ہے اور میں دلیا

نہیں ہوں جیسا کہ تو سمجھتا ہے۔ شراب پینے کا مجھ سے زیادہ تجھے حق ہے۔ تو نے تو

مسلمانوں کی خونریزی کی؟

ابن زیادؑ کا غصہ اور زیادہ ہوا اور جذبات انتقام میں اور ناگفتہ بہ الفاظ

ابن زیادؑ کے شراب خور ہونے کا ثبوت تاریخ طبری میں موجود ہے۔ یزیدؑ نے باد و پیانہ کے

سلسلہ میں جو اشتد نظم کئے ان میں ایک شعر یہ ہے: استقنی سربة تروی حشاشی یوم ثم تم واصق

مٹھا ابن زیادؑ۔ مجھے ایک ایسا جام دے جو میرے جسم کے ایک ایک جوڑ کو سیراب کر دے پھر

(اے ساقی) کھڑے ہو کر ایسا ہی ایک جام ابن زیادؑ کو پلا۔ (تاریخ الامم والملوک)

جناب امیر المومنین اور حسنین اور عقیل کی شان میں استعمال کئے اور مسلم نے پھر وہی جواب دیا اس کا حق تجھے اور میرے باپ کو زیادہ ہے۔ اب وہ وقت آیا کہ ابن زیاد نے قتل کا ارادہ کیا۔

ابن زیاد: خدا مجھے قتل کرے اگر میں تمہیں اس طرح قتل نہ کروں جس طرح اسلام میں آج تک کوئی قتل نہیں ہوا۔

مسلم: تجھی کو یہ حق ہے کہ جو بات اسلام میں نہ ہوئی ہو وہ کرے؟
ابن زیاد نے حکم دیا کہ کبر ابن حمران احمدی کو لادو۔ اس پر مسلم نے تلوار لگا لی تھی جب وہ شقی سامنے آیا تو پوچھا تو مسلم کو قتل کرے گا۔ اس نے اقرار کیا۔ کہا مسلم کو بالائے قصرے جا کر قتل کرو۔ حضرت مسلم نے کہا اگر تو دلدار الزنا نہ ہوتا تو کبھی میرے قتل کا حکم نہ دیتا۔

سفاک ابن زیاد کے حکم سے حضرت مسلم بالائے بام لائے گئے اس شان سے کہ ہر گام پر تسبیح و استغفار کر رہے تھے اور بارگاہِ محمدیت میں شکوہ سنج تھے۔ بارِ اہل میرے اور اس قوم کے درمیان میں حکم کر جس نے ہم کو فریب دیا اور ہماری تکذیب کی اور ہمیں چھوڑ دیا اور قتل کیا۔ تو حید پرست ایسے ہوتے ہیں کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی خدا کو نہیں بھولتے۔ قتل سے پہلے دو رکعت نماز کی اجازت مانگی قاتل نے انکار کیا۔ اس وقت آپ نے اب دیدہ ہو کر یہ شعر پڑھے۔

جزی اللہ عنا قومنا شر ما جزئی	فترانا الموالی بل اعقوا علما
ہم منعونا احسننا و نظاھروا	علینا وراموا ان نزل و نرغما
اغاروا علینا و یسفکون دمائنا	ولہیر قیوا فینا زما و لا دما
فحن بنو الخنثار لا خلق مثلنا	نبی ابنا کا فہ ان تھلما
نا قسم لولا جیکم آل مذحج	وفرسانھا ولس فیھا المقدما

شہادت

مسلم کس کے ہاتھ سے کیونکر اور کہاں شہید ہوئے ہر ہر جزو میں اختلاف ہے۔ واقعہ کے بعض اجزاء مورخین میں تسلیم شدہ بھی ہیں۔ ہم دیانت کے ساتھ تمام اقوال درج کرتے ہیں۔ ان کے قاتل کا نام اکثر نے بکر بن حمران بتایا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں مسلم کے قتل کرنے کی آرزو تھی۔ آپ کو اپنے قابو میں پا کر پہلے تو اس شق نے شکر کیا اور کہا میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس نے تم پر مجھے مسلط کیا۔ یہ کہہ کر تلوار لگائی اور زخمی کیا۔ اب بھی حضرت مسلم کی جبین پر شکن نہ تھی۔ قاتل نے دوسرا وار کیا اور آپ شہید ہو گئے۔ وہ ہراسیمہ بالائے قدر سے اُترا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اے بکر تجھے کیا ہو گیا ہے۔ بکر نے جواب دیا کہ تم کو قتل کرتے وقت میں نے دیکھا کہ ایک شخص مہیب صورت دانتوں میں انگلی دبائے کھڑا ہے۔ میں سمجھا اس طرح سے نہیں ڈرا جیسا کہ آج خوف طاری ہوا۔ ابن زیاد نے کہا جو ہشت طاری ہو گئی تھی یہ اس کی خیالی تصویر ہے۔

بعض اہل تحقیق کا بیان ہے کہ جب بکر نے قتل کا ارادہ کیا تو ہاتھ نہ اٹھ سکا اور بقولے اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور وہ ناکام پلٹا۔ ابن زیاد کو خبر کی۔ اس نے دوسرا شخص بھیجا۔ جب اس نے تلوار اٹھائی تو دیکھا کہ پہلو میں پیغمبر خدا کھڑے ہیں وہ طر کر گرا اور جان بحق تسلیم ہو گیا۔ آخر کار ایک شامی نے قتل کیا۔ اور بعد شہادت سر بریدہ اور لاش کوٹھے سے گرا دی گئی۔ ان اقوال کا مقصد یہ ہے کہ شہادت کے بعد لاش کو گرایا۔ میرے نزدیک فاضل و طوطا کی رائے تمام بیانات میں مکمل ہے۔ ان کی تحریر سے قاتل کے نام کی بھی تصحیح ہوتی ہے۔

پھر ابن زیاد نے کثیر بن حمران کو حکم دیا کہ وہ مسلم کو سققت دارا لمارہ پر لے جائے اور وہاں سے نیچے گرا دے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی لیکن بالائے قصور

ملہ جلالہ العیون علامہ مجلسی
الغنائم مولفہ امام السنہ ابوالحسن بریلوی ابن ابی نعیم بن یحییٰ بن علی تہجدی معروف بر و طوطا ص ۱۲
مطبوعہ مہر ۱۳۱۸ھ

سے نیچے گرانے کے بعد حضرت مسلمؒ زندہ تھے۔ اس وقت ان کی گردن زدنی کا حکم ہوا۔ اور مرکاٹ کر لاش کو سولی دی گئی۔ ابن زیادؓ نے جو کہا تھا وہی کیا۔ کسی سلطنت نے سخت سے سخت جرم کرنے والے کے لیے قتل میں یہ وحشیانہ انداز ہرگز اختیار نہیں کیا کہ وہ بالائے قصر سے نیچے گرا دیا جائے اور استخوان ٹوٹ جانے کے بعد بھی زندہ رہے، تو تلوار سے گردن کاٹی جائے اور پھر بھی جذبہ انتقام ختم نہ ہو۔ لاش کو سولی دی جاوے۔

مرثیہ | شاعر اہل بیت حضرت دبیر مرحوم نے اس جگر خراش داستان مصیبت میں پورا مرثیہ نظم کر کے اپنے فریضہ عقیدت کو ادا کیا۔ اور ہم ان کے بلند پایہ تخلیقات کو نظر انداز کرنا اصول تالیف کے منافی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہے کہ یہ تخلیقات نہ ہوں اور فاضل شاعر نے کسی مقتل سے تصویر کشی کی ہو۔ پیغمبر خداؐ مدینہ میں موعظہ فرما رہے ہیں اور ان کا مظلوم بھائی جعفر طیارؓ جنگ موتہ میں دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہو رہا ہے۔ مرسل کے سامنے سے حجاب اٹھ جاتے ہیں اور بھائی کو بھائی کا آخری دیدار ہو جاتا ہے۔ اگر وہ رسولؐ کا معجزہ ہے تو حسینؑ بھی پیکر رسالتؐ کا جزو ہیں۔ ممکن ہے کہ مسلمؒ کو وقتِ آخر آپؐ نے زیارت سے محروم نہ رکھا ہو۔ مرزا صاحب طاب ثراہ غالباً اسی نظریہ کے تحت میں فرماتے ہیں :-

تب و حیاں میں شبیرؑ کے مسلمؒ پر پکارے	کعبہ میں ہو یا راہ میں صدقہ میں تمہارے
اب کتا ہے مر لوگ تماشائی ہیں مارے	دیکھو مرے آقاؐ مری حشر کے نظارے
اعجاز سے پردے مر کا آنکھوں سے اٹھا دو	یا سبطؑ نبی آخری دیدار دکھا دو
کعبہ سے اسی روز روانہ ہونے تھے شاہ	مسلمؒ تو لب گور تھے شبیرؑ سر راہ
جبریلؑ نے کوہ کی زمیں سے کہا ناگاہ	ہاں حکم خدا سے تو بلند تائی ہو و اللہ
مسلمؒ مظلوم کی تصویر کو دیکھے	شبیرؑ اسے دیکھے یہ شبیرؑ کو دیکھے

سہ حیات القلوب

کوفہ کی زمیں نے سر رفت کیا پیدا
پر سار کا زمینوں پہ ہوا زلزلہ برپا
چلنے سے رک راہ میں اسپر شد والا
اور تھم گئے سب اشتہر و زینت زہراؑ
باقی نے ندادی یہ محمدؐ کے خلف کو
یا سبط نبیؐ دیکھے کوفہ کی طرف کو
کوفہ کی طرف شاہ نے منہ اپنا پھرایا
سیدانیوں نے حملوں سے پردہ اٹھایا
اللہ نے مسلم کا جمال ان کو دکھایا
بیٹھا ہوا تنوار کے نیچے نظر آیا
پیہم تھی نظاروں میں صدا مائے اخ کی
یاں فاطمہؑ روتی تھیں وہاں روح علیؑ کی
چہروں پر طمانچہ حرم شہ نے لگائے
ملنے کے لئے ہاتھ رقیہؑ نے بڑھائے
چلائی کہ لوا ماں وہ بابا نظر آئے
سب کہتے تھے بابا نے وہاں غہر بسائے
نہ فرش پہ نہ سایہ دیوار کے نیچے
بابا تو مرے بیٹے ہیں تنوار کے نیچے
شبیہ لپکارے تیرا بابا بہت دور
پر خالق مختار کو اب یوں ہوا منظور
تانی سے وہاں کہنے لگے مسلمؑ رنجور
حسرت مری پوری ہوئی اے ظالم مقہور
اب کاٹ کے سر کو یہی مرنے کا مزہ ہے
یہ دلدوز واقعہ ۹ ذی الحجہ ۳۵ھ کا ہے۔ اس سے ایک دن قبل امام حسینؑ
نے مکہ چھوڑا تھا۔

حمایتِ مسلمؑ میں سب سے بڑی چوتھی قربانی
(۲) مہمان کو قتل کرنے کے بعد
ہانی کی شہادت اور مرنے کے بعد صحابہؓ اشتراک
میزبان بن ظلم کے پہاڑ گرائے
گئے ابن زیاد نے حکم دیا کہ

اب ہانی بھی قتل ہوں۔ محمد بن اشعثؑ نے کہا کہ اے امیر ہانی کا جو اعزاز اس شہر میں
ہے وہ تو جانتا ہے۔ ان کے قوم و قبیلہ کا بھی تجھے تعارف ہے۔ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا
کہ وہ بھروسہ ہو جائے۔ ہانی کو مجھے دیدے۔ ابن زیادؑ نے اس تحریک کو مصلحتاً منظور
تو کیا مگر درپردہ حکم دیدیا کہ جب لوگ گوسفندوں کی خرید و فروخت میں مشغول ہوں،
اس وقت ہانی بھی قتل کر دیے جائیں۔ ہانیؑ رسن بستہ آئے۔ یہ وہ شخص ہے کہ چار ہزار سوار

زہر پوش اور ہزار پیادے بانیؒ کے ساتھ رہا کرتے تھے اور جب قبیلہ کنہ یا دیگر قبائل سے کبھی مدد طلب کی تو ہزار زہر پوش جوان بسیک کہتے تھے۔ لیکن آج جب بازار سے قید ہو کر چلے تو ایک ایک قبیلہ کا نام لے لے کر پکارتے تھے مگر کوئی جواب نہ دیتا تھا۔ زمانہ کی انقلابی حالت سے بانیؒ کو اور زیادہ عیش آیا اور در در کے ہاتھوں کو بند رسن سے چھڑا لیا اور پکار کر کہا کہ کاش کوئی چھری یا لکڑی، پتھر مجھے مل جائے تو جہاد کروں۔ ملازمین ابن زیادؓ نے دوبارہ ہاتھوں میں رستی باندھی اور ابن زیادؓ کے غلام نے جس کا نام رشید ترکی بتایا جاتا ہے انتہائی بے درد کا کے ساتھ قتل کیا۔ بانیؒ کی زبان پر شہادت کے پہلے یہ فقرات تھے: ”ہم کو خدا ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے بار الہامیری رضا اور رحمت کی طرف آنا ہوں“

بانیؒ کو قتل کر کے ابن زیادؓ نے حکم دیا کہ مسلم و بانی کے سر کو ذہ کے بازاروں میں پھرائے جائیں اور جس محلہ میں گو سفند فروخت ہوتے ہیں وہاں دونوں (مظلوموں) کو اٹا کر کے سٹولی پر چڑھایا جائے۔

سولی سے پہلے یا بند لاشوں پر یہ مصیبت بھی پڑی کہ کوفہ کے حیوان مسفت ظالم انسان پیروں کو ہاتھ میں لے کر گلی گلی کھینچتے پھرے بالآخر سر تو زینہ کے پاس روانہ کیا گیا جو اس نے دمشق کے دروازہ میں لٹکا دیا اور لاشوں کو سٹولی سے اتار کے قبیلہ مذحج نے غسل دیا نماز پڑھی اور سپرد خاک کیا فرزدقی یا عبد اللہ بن زبیر اسدی نے ایک جگر خراش مرثیہ نظم کیا۔ ”اگر تم جانتے ہو کہ موت کیا چیز ہے تو بانیؒ اور فرزند عقیلؒ کی طرف بازار میں دیکھو۔ اس بہادر کی سمت نگاہ کرو جس نے چہرہ پر تلواریں کھائیں اور پھر وہ کٹھٹے سے گرا کر قتل کیا گیا حکم حاکم ان پر نافذ ہوا اور ان دونوں نے یوں صبح کی کہ ان کی مظلومیت کی داستان راستہ چلنے والوں کی زبان پر ہے۔ وہ فریب کا جو بانیؒ کو ابن زیادؓ کے پاس لے گئے کیوں آرام سے کھوڑوں پر سوار ہیں حالانکہ قبیلہ

سلا امرو بصلبھا منکوسا ۱۲ مناقب ابن شہر آشوب سلا جلال العین
سلا الزبیر الاسدی بفتح الزا و کسر الراء الحواحدہ تاریخ کامل۔

مذبح ان کی تلاش میں ہے اور خون کا بدلہ لینے کے درپے ہے۔

تو اس جسم کو دیکھتا ہے جس کے رنگ کو موت نے بدل دیا۔ اور ہر طرف لہو بہتا ہے۔ بنی مراد اسے گھیرے ہوئے ہیں اور دیت کے منتظر ہیں اور انہیں کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اے قوم اگر تم اپنے بھائی کے خون کا عوض نہ لو تو تمہارا حال اس ناکار عورت کا ایسا ہو گا جو تھوڑی رقم پر راضی ہو جاتی ہو۔ "قیلہ مذبح کے جوانوں نے بائی" اور مسلم کے خون کا انتقام لینے کے لیے تین دن تک پیہم جنگ کی۔ اس جنگ ہی کا نتیجہ تھا کہ لاشیں حاصل ہوئیں ورنہ مجروح جسم بھی نہ ملتے۔

پانچویں اور چھٹی قربانی | گذشتہ بیان میں عبدالاعلیٰ بن یزید کلبیؓ اور عمارہ بن صلیبؓ کی گرفتاری سے قارئین باخبر ہو چکے ہیں جو حضرت مسلمؓ کے ولولہ میں گھروں سے چلے تھے۔ مورخ طبری کا بیان ہے کہ یہ دونوں جانباز بھی مسلمؓ و بانیؓ کی شہادت کے بعد اس زیادؓ کے حکم سے قتل کر ڈالے گئے۔ اور ان کے دل کی آرزو دل ہی میں رہی۔

گرفتاریاں | شیعیان اہل بیت اور حسین بن علیؓ کے ہمدرد جو مٹھی بھر سے زیادہ نہ تھے اس وقت عجیب عالم میں تھے۔ ان کو چھپنے چھپنے گوشتوں کی تلاش تھی جن کا ملنا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ ابن زیادؓ کو معلوم تھا کہ عنقریب حسین بن علیؓ تشریف لانے والے ہیں۔ اگرچہ ہمتیں پست ہو چکی ہیں لیکن ان کے آنے سے کہیں پھر انقلاب پیدا نہ ہو جائے لہذا اس نے تلاش کر کے جن جن اشخاص سے اندیشہ ہو سکتا تھا انہیں قید کرنا شروع کیا۔ چنانچہ مختارؓ ابو عبیدہ ثقفیؓ جو مسلمؓ کے خروج کے موقع پر کوفہ میں موجود نہ تھے اور اسی دن اطلاع پا کر آئے لیکن ایسے وقت پہنچ کہ مسلمؓ کی جنگ ختم ہو چکی تھی اور عمر بن حریث نے رایت امان بلند کیا تھا جو

لہذا وقتواقتا لا تشدیداً ثلاثاً ایام فاخذناہما منحصراً وعلوہما وکفواہما ودفنواہما
۱۲ ریاض۔ ۱۱۰ قاتلان حسین کا مذہب میرا الیڈیش اپریل ۱۹۶۹ء از تاریخ طبری جلد ۱ ص ۱۱۰

شخص اس کے نیچے چلا آئے اس کا جان و مال محفوظ ہے لیکن مختار کو امان نہ مل سکی اور وہ پایہ زنجیر کر دیے گئے اور اسی طرح عبداللہ بن حارث بن نوفل اور دیگر اشخاص کے قید و بند کا سلسلہ جاری ہو گیا اور حبلیوں نے قیدیوں سے پھٹکنے لگے۔

اس سیاست کی نوعیت کا اندازہ ابن زیاد کی اس تقریر میں جو یزید کی ہلاکت کے موقع پر اس نے کی ہے اس فقرہ سے ہوتا ہے: "کوئی ایسا شخص نہیں جس پر لگان بھی ہو سکتا تھا کہ وہ حکومت کی مخالفت کرے گا مگر یہ کہ وہ قید خانہ کے اندر ہے۔"

سہر مسلم یزید کے سامنے

ابانی ایسے با اقتدار شخص کے قتل اور اتنی گرفتاریوں کے بعد اب کو ذرا میں ابن زیاد کے خلاف کوئی ظاہری بیچینی نہ تھی مسلم کا سر دمشق بھیجنے کے لیے عمر بن نافع کو بلا یا گیا اور ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم دہانی کا حال لکھ کر یزید کو اطلاع دی جائے۔ پھر نافع نے تحریر میں غیر معمولی طول دیا۔ اور یہ وہ پہلا شخص ہے جو خطوط میں طول دینے کو حشمت سمجھتا تھا۔ ابن زیاد نے خط کو نا پسند کیا اور حکم دیا کہ یوں لکھو۔ "شکر ہے اس خدا کا جس نے امیر المؤمنین (یزید) کے حق کو محفوظ رکھا اور دشمن کی سختی کو دفع کیا۔ واضح ہو کہ مسلم نے بانی بن عروہ مرادی کے گھر میں پناہ لی اور میں نے ان پر جاسوس اور نگہبان مقرر کیے اور دونوں کو گرفتار کر کے ان کے سر کاٹے جو بانی بن ابی حبیہ داعی اور زبیر بن اروح تمیمی کے ہاتھ روانہ کر رہا ہوں۔ یہ ہماری جماعت کے خاص آدمی ہیں۔ ان سے مفصل حالات پوچھے جاسکتے ہیں۔ والسلام۔

دونوں سر دمشق پہنچے۔ یہ شام کا پایہ تخت ہے۔ یزید نے سروں کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر شاہراہ کے اس تنگ راستہ پر لٹکا دیا جو عام گزرگاہ تھی اور ہر شخص ادھر سے گزرتا تھا۔

سلا ما ترکک لکمہذا ظنۃ اشافد علیکم وھو فی سبھکم۔

لو فقتبہ اسین فی ورب من دمشق المدخل الضیق لاندہ کالباب ۱۲

آٹھواں باب

نامہ برکی سرفروشی، خطوط پر قبضہ کرنیکی کوشش
 شہادتِ مسلم کے بعد کیا ہوا؟ | یزیدی دورِ حکومت میں اگر ایک مدعو
 شدہ مہمان کا قتل ہو جانا ممکن ہے تو
 خانہ کعبہ میں کسی حاجی پر قاتلانہ حملہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یزید نے ماتحت
 حکومتوں کو قتل حسینؑ پر بالکل تیار کر دیا۔ مکہ کی حکومت یحییٰ بن حکم بن صفوان
 بن امیہ کے ہاتھ میں تھی اس سے بنی ہاشم کو کافی خطرہ تھا۔ امام حسینؑ زمانہ کے
 نشیب و فراز کو عمیق نظروں سے دیکھ رہے تھے اور جس ڈر میں ان کو اپنا وطن
 مدینہ چھوڑنا پڑا تھا وہی ڈر مکہ سے ہجرت کا باعث ہوا۔ اگر ایک دن اور رہ
 جائیں تو حجاج کے جمع میں ان کا قتل ہونا یقینی تھا اور اسلام کے دامن پر وہ
 بدناما داغ پڑتا جو دھوئے دھوئے نہ چھوٹتا۔ بقرعید کی آٹھویں کو منگل کے دن
 اچانک چل کھڑے ہوئے، ابن عباسؓ، محمد حنفیہؓ، جو یزیدی چال سے آگاہ نہ تھے
 ان پر اس ارادہ کی تبدیلی کا خاص اثر پڑا لیکن حسینؑ ابن علیؑ کے استقلال میں ذرہ
 بھر کمی نہ ہوئی وہی ہوا کہ جس دن آپ نے مکہ چھوڑا اس کے دوسرے دن کوفہ
 میں مسلم بن عقیلؓ شہید ہوئے یہ قافلہ حج سے محروم منزل حاجر پر پہنچا اور آپ
 مکہ سے دُورا کوفہ سے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ منزل ٹھیک جنگل کے بیچ میں
 واقع ہے اور حجاج یہاں ضرور قیام کرتے ہیں۔ اس جگہ پہنچ کر اہل کوفہ کو ایک خط
 لکھا اور قیس بن مسہر صید اوئی کے ہاتھ روانہ کیا تا دسیہ میں جو کوفہ سے پندرہ
 میل کے فاصلہ پر ہے۔ حصین بن نمیرؓ کے زیرِ قیادت امام حسینؑ کو گرفتار کرنے کے لیے

فوجیں کافی تعداد میں پڑی ہوئی تھیں۔ قیس کو آتے دیکھ کر حسینؑ نے گرفتار کیا اور ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے حکم دیا کہ بالائے قصر جاکر لا الیاذ باللہ کذاب بن کذاب حسین بن علی پر لعنت کرو۔ قیس بظاہر تعمیل حکم کے لیے دارالامارہ کی سقفت پر پہنچے اور وہاں جاکر خدا کی حمد و ثنا کی اور پکار کر کہا کہ حسینؑ کائنات میں سب سے بہتر ہیں۔ ان کی ماں فاطمہؑ زہراؑ دختر رسولؐ ہیں اور میں انہیں کا پیامبر ہوں۔ میں نے ان کو حاجر میں چھوڑا ہے۔ ان کی آواز پر لبیک کہو۔ یہ کہہ کر ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے لیے استغفار کر کے اپنی تقریر کو ختم کیا۔

ساتویں قربانی | ابن زیاد نے چاہا تھا کہ قیسؑ حسینؑ کا دوستدار ہو کر کوٹھے پر چڑھ کر جب ان پر لعنت کرے گا تو میرے ارادوں میں اور زیادہ قوت پیدا ہوگی۔ لیکن افریقین قیسؑ کی عقل و فراست پر کس حکمت عملی سے اپنے مقصد کو پورا کیا۔ اگر لعنت کا نام سن کر براقر و ختم ہونے تو فوراً قتل کر دیئے جاتے اور جو مقصد لے کر آئے تھے وہ رہ جاتا۔ ابن زیاد نے قتل کا حکم دیا اور بات کہتے کہ وہ تر تیغ ہو گئے۔ یہ نکتہ حسینؑ کے اصحاب جو حیثیت پر مٹنے میں غمر کرتے تھے اور آخری نفس تک مقصد کو ماتم سے نہ جانے دیتے تھے۔

(۲) امامؑ کے دوسرے نامہ بر کا نام عبداللہ بن یقظہ ہے ان کو یمن رملہ سے عہد ک رسالت پر مامور کیا ابن ہذری نے تاریخ میں دونوں خطوں کو نقل کیا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ منزل زبالہ پر پہنچ کر اس نامہ بر کی خبر شہادت سنی۔ جس واقعہ

سَلَامُ اِن الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ خَيْرُ خَلْقِ اللَّهِ ابْنِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا رَسُولُ اللَّهِ الْيَكْمُ وَقَدْ نَارَقْتُهُ بِالْحَاجِرِ فَاجِيبُوهُ ثُمَّ لَعْنُ ابْنِ زِيَادٍ وَ اِمَاةً وَ اسْتَغْفِرُ لِعَلِيٍّ - تاریخ کامل ص ۷۱

نکارنے بھی عبداللہ بن یقظہؓ کا نام پیش کیا ہے وہ ان کی یہ خصوصیت بھی بتاتا ہے کہ عبداللہؓ حضرت سید الشہداءؑ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ مجھے اس فضیلت کے تسلیم کرنے میں عذر ہے اور نص موجود ہے کہ امام حسینؑ نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا نابریں رضاعت شرعی تو یقیناً نہ تھی یا یہ ممکن ہے عبداللہؓ کی ماں نے اپنا فضل و شرف مجھے ہوئے ایک آدمی بار دودھ پلا دیا ہو اور اس پاپر عبداللہؓ مجازاً برادر رضاعی مشہور ہو گئے ہوں۔

یہ خط خاصہ حضرت مسلمؑ کے نام تھا اور عبداللہؓ بھی منزل قادسیہ پر پہنچ کر حصینؑ کے ہاتھ سے گرفتار ہوئے۔ ہم اس واقعہ کو ناسخ التواریخ سے نقل کرتے ہیں۔ عبداللہ بن یقظہؓ، حسین بن علیؑ کے خط کو سرِ عزت و احترام پر رکھ کر روانہ ہوئے اور قادسیہ پہنچ کر حصین بن نمیرؑ کے جاسوس نے گرفتار کیا۔ عبداللہؓ نے فوراً خط کو چاک کر ڈالا تاکہ دشمن راز پر مطلع نہ ہو۔ حصینؑ نے خط کا مطالبہ کیا عبداللہؓ نے انکار کیا۔ انکار کے بعد ان پر اور زیادہ سختی کی گئی اور دونوں ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر دارالامارہ لائے۔

ابن زیادؑ: تم کون ہو اور یہاں کیا کرنا چاہتے ہو؟
عبداللہؓ: میں امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے فرزند حسینؑ کے بیٹے ہوں۔
ابن زیادؑ: جو خط لایا تھا وہ کیوں چاک کیا؟
عبداللہؓ: اس لئے کہ تجھے خبر نہ ہو اس میں کیا لکھا ہے۔
ابن زیادؑ: کس کا خط تھا اور کس کے نام تھا؟
عبداللہؓ: حسینؑ کا خط، اہل کوفہ کے نام۔

۱۔ عن الصادق انہ قال لعمر بن حفص الحسین من ثدی ناطقہ وکامن انثی بل کان یوتی
بہ النبی فیض ابھامہ فی نیدہ (ریاض الجنان) ۱۔ سرحد الی مسلم بن عقیل۔

ابن زیادؓ۔ کس کس کے نام تھا؟

عبداللہؓ۔ میں ان کے نام نہیں جانتا۔

ابن زیادؓ۔ (عصہ سے سرخ ہو کر) جن کے نام تھا تم کو بتانا پڑے گا اور

حسینؑ اور ان کے باپ بھائی پر لعنت کرنا ہوگی۔ اگر اس حکم سے سرتابی کی تو حسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔

عبداللہؓ۔ میں اس جماعت کے نام ہرگز نہ بتاؤں گا، البتہ منبر پر جا کر

لعنت کر سکتا ہوں۔

ابن زیادؓ نے منبر پر جانے کا حکم دیا اور عبداللہؓ نے حمد و نعت الہی

کے بعد اہل بیت اطہارؑ پر درود بھیجا اور ابن زیادؓ اور اس کے باپ پر لعنت

کی اور بنی امیہ کے نام لے کر ہر جابر پر تبرا بھیجا۔ اس زلزلہ مکن خطبہ کا

یہ اثر تھا کہ مجمع ہمد تن تصویر تھا اور ابن زیادؓ کا کوئی ایک حاشیہ نشین بھی

قطع سخن پر آمادہ نہ ہو سکا۔ عبداللہؓ بن یقظؓ نے پکار کر یہ بھی کہا کہ ”اے

اہل کوفہ میں حسینؑ کی طرف سے تمہاری طرف پیامبر بن کر آیا تھا ان کو بطنِ رتر

میں میں نے چھوڑا ہے، تم کو چاہیے کہ اپنے امام کی صدا پر بیٹیک کہو“

یہ حسینؑ کا معجزہ تھا کہ عبداللہؓ عجب مطلب کی بات کہہ

چکے تو ابن زیادؓ نے حکم دیا کہ منبر سے اتار کر مار پھاؤں

آٹھویں قربانی

باندھ کر بالائے قصر لے جاؤ، اور اوپر سے گرا دو۔ مجمع بغض و عناد میں بھڑک اٹھا تھا

اور عبداللہؓ اسی حالت میں کوٹھے پر پہنچائے گئے اور ان کو بے دردی کے ساتھ اوپر

سے گرا دیا گیا۔ تمام جسم کی ہڈیاں ٹوٹ چکیں۔ ایک رتق حیات باقی تھی کہ عبدالملک

بن عمرؓ آگے بڑھا اور اس نے عبداللہؓ کا سر کاٹ لیا۔ حاضرین نے پوچھا یہ کیا

حرکت تھی تو اس سنگدل نے جواب دیا کہ میں نے راحت دی۔

روغی قیس بن مسہر اور عبد اللہ بن یقطر کے واقعات ایک دوسرے سے ملتے ہوئے دیکھ کر شیخ مفید علیہ الرحمہ اور دوسرے اہل قلم کو اشتباہ ہو رہا ہے کہ یہ واقعات قیس بن مسہر ہی کا ہے۔ ہم نے واقعات کی تدوین میں تاریخ کامل کو شمعِ راہ قرار دیا ہے۔

(۳) کوفہ میں حضرت مسلم کا قتل اس قدر اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا کہ ہر طرف سنسنی پھیلی ہوئی تھی اور سنجیدہ اہل کوفہ نے جو جیل جانے سے بچ گئے تھے طے کر لیا تھا کہ اب یزیدیت نواز کو فی حسیں سے وناہیں کر سکتے۔ لہذا نصرتِ حسین کا اگر کچھ بھی جذبہ ہے تو رفتہ رفتہ کوفہ چھوڑ دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ شہادتِ حضرت مسلم کی خبر آتے کو نین کو مختلف لوگوں کے ذریعہ سے ہوئی۔

ولی عبد اللہ بن سلیمان اور منذر بن اسمعیل دو اشخاص کا بیان ہے کہ ہم نے حج سے فراغت پائی تو دل میں ٹھان لیا کہ امام حسین سے ملحق ہو کر رہیں گے اور معلوم کریں گے کہ وہ کس عالم میں ہیں جلد جلد راستہ طے کرتے ہوئے منزلِ زرد و پر پہنچے اور حسینی سپاہ سے ملحق ہوئے دیکھا کہ کوفہ کی طرف سے ایک شخص آرہا ہے اور لشکر دیکھ کر راستہ کاٹ دیا۔ امام چاہتے تھے کہ آنے والے سے کچھ پوچھیں مگر جب اس نے راہ بدل دی تو آپ بھی خاموش ہو گئے۔ عبد اللہ اور منذر چشمِ دبر و کا اشارہ پا کر دوڑے اور سوار کے قریب پہنچ کر سلام کیا اور پوچھا کہ

لے لےا بلغ الحاجر من بطن الرملة بعثت قیس بن مسہر

الصیداوی ویقالا نہ بل بعث اخاہ من الرضا عتہ عبد اللہ بن یقطر ۱۲ ارشاد شیخ مفید رحمہ حتی التواذات الرمل فبعث الحسین عبد اللہ بن یقطر وقیل قیس بن مسہر الصیداوی، مسوگاتی الکوفہ ریاض المعائب ۲۷۵

تو کون اور کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے جواب دیا میں بنی اسد سے ہوں اور میرا نام بکر ہے۔ کہا ہم بھی اسدی ہیں یہ تو بتاؤ کہ کوفہ کے لوگوں کو کس حال میں چھوڑا، اس سوال سے اس دلی تعلق کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو عبداللہ اور منذر کو خاندان رسالت سے تھا، بکر نے بمباختہ کہا کہ میں کوفہ سے نہیں نکلا مگر اس وقت جب مسلم بن عقیل و ہانی بن عروہ کو مقتول دیکھ نہیں چکا (ظالم) ان کے پیروں کو ہاتھ میں لے کر بازاروں میں کھینچتے پھرتے ہیں۔ عبداللہ و منذر یہ خبر بد سن کر اُسے پاؤں پلٹے اور منزلہ زبالہ پر پہنچ کر امام کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے پاس ایک خبر ہے۔ اگر کہیے تو سب کے سامنے کہیں ورنہ اکیلے میں عرض کریں۔ آپ نے باوفا اصحاب کی طرف دیکھا اور فرمایا کنان سے کاہے کا پردہ ہے۔ عرض کیا کہ ہم نے اس آنے والے سوار سے سنا کہ مسلم و ہانی قتل ہو گئے۔ امام نے اناللہ وانا الیہ راجعون کہا۔

دنیا تو یہ سمجھ رہی تھی کہ آپ کا کوفہ کی طرف رخ ہے۔ اسی ظاہر پر پنا کر کے عبداللہ اور منذر نے کہا کہ یا بن رسول اللہ تمہارے گاکہ آپ وطن کی طرف پلٹ جلیے کوفہ میں آپ کا کوئی مدد دہ نہیں ہے۔ امام نے فرزند ان مسلم کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ مسلم تو قتل ہو گئے اب تمہاری کیا رائے ہے۔ عرض کیا خدا کی قسم جب تک ہم ان کے خون کا انتقام نہ لے لیں گے یا خود نہ مرجائیں گے دم نہیں گے۔

عبداللہ اور منذر نے محسوس کر لیا کہ حسین کے ارادہ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی اور اب مدینہ واپس جانا قریب قریب ناممکن ہے۔ اس ضمیر کو دریافت کیا اور یہ دونوں اسدی رخصت ہو گئے۔ خبر شہادتِ مسلم سن کر امام نے یہ اشعار پڑھے جن کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔ "یقیناً اگر دنیا شئی نفیس ہے تو ثواب کا غروی گھر اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور اگر جسموں کی ساخت مرنے کے لیے ہوئی ہے تو خدا کی راہ میں جو انمرو کا مر جانا سب سے بہتر اور برتر ہے اگر روزی مقدر میں مقرر

اور معین ہے تو کب معاش کی لاپچ میں کمی سب سے اچھی بات ہے۔ اگر مال کا جمع کرنا چھوڑنے کے لیے ہے تو انسان ایسی چیز پر کمبوس کیوں بنتا ہے۔ میں عفریہ گزر جاؤں گا اور مرد کو مرنے سے ذلت نہیں جبکہ وہ حق پر ہو اور اسلام کی حالت میں جنگ کسے نیک آدمیوں کی دل سے مدد کرے اور ناداروں اور گنہ گاروں سے الگ تھک رہے اگر میں قتل ہو گیا تو مجھے شرمندگی نہ ہوگی اور اگر جیتا رہا تو قابلِ ملامت نہ ہوں گا۔ خاکِ مذلت پر ناک رگڑنے اور ذلت و غواری سے مجھے مر جانا کافی ہے۔ زمانہ کا گونا گوں حال دیکھ کر امام حسینؑ نے اپنی رائے کو محفوظ رکھا تھا۔ اور لوگ اہلِ کوفہ کی دعوت سے خود یہ رائے قائم کرتے تھے کہ آپ کا کوفہ کی طرف جانا یقینی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ مسلم اور آپ میں فرق ہے۔ اگر کوفہ کا سفر ہو تو اب بھی لوگ رجوع کریں اور دشمنوں کو دفع کریں جو حسن کی سمجھ میں نہ آتا تھا وہ کہہ رہا تھا اگر آپ مشیتِ ایزدی کے تابع تھے۔

دخترِ مسلمؑ صرف تیرہ برس کی تھی اور امام زادیوں کے ساتھ رہ کر تربیت پائی تھی۔ امام حسینؑ خیمہ میں آئے تو صاحبِ جزادی کو بلایا اور غیر معمولی نوازش سے پیش آئے شہزادی کو یقین ہو گیا کہ یہ شفقتِ توبہ پر بچوں پر کی جاتی ہے۔ گھبرا کر پوچھا:

یا بنِ رسول اللہ! آپ یتیموں کی ایسی مرحمت فرما رہے ہیں۔ کیا بابا میرے شہید ہو گئے۔ حضرت کو یارائے ضبط نہ رہا، رونے لگے اور فرمایا اے دخترِ اندوگس! نہ دعا اگر مسلم نہیں ہیں تو میں باپ کی جگہ ہوں۔ میرے بیٹوں کو اپنا بھائی اور لڑکیوں کو بہن سمجھنا۔ دخترِ مسلمؑ نے فریاد کی اور یتیم بچوں نے علمائے سر سے اتارے، اہلِ حرم میں کھرام پڑ گیا۔ یہ بیان تو سپہرِ کاشانی کا تھا۔ صاحبِ صنیا، الابصار نے اس غم انگیز محل پر جو الفاظ اپنے معتبر ترین مقتل میں نقل کیے ہیں اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے شہادت

مسلم کی خبر سن کر — پھر (امام) جگہ سے اٹھے اور خیمہ کی طرف گئے اور دُخترِ مسلم کو لپکارا، اس بچی کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ جب وہ نزدیک آئی اور قریب پہنچی تو آپ نے دو گوشوارے طلب کئے اور اپنے ہاتھ سے کانوں میں پہنائے پیشانی اور سر پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے جس طرح کہ یتیموں کے ساتھ کرتے ہیں اور وہ بچی اس شفقت پر رودی۔ ضیاء الابصار کا خطی نسخہ ایک برٹش میوزیم میں ہے دوسرا مصنف کی اولاد کے پاس اور تیسری نقل بخط نستعلیق میرے کتب خانہ وقف مدرستہ الواعظین لکھنؤ میں موجود ہے۔

(ب) ہلال بن قیس نافع بجلی اور عمر بن خالد نے نصرتِ امام کے جذبہ میں ساتھ کوہِ چھوڑا اور راستہ میں ملحق ہوئے اور مسلم و ہانی کی خبر قتل سے آگاہ کیا۔ حضرت نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر پوچھا کہ تمہیں میرے نامہ بر کا بھی کچھ علم ہے؟ عرض کیا ہاں، وہ بھی قتل ہو گیا۔ آپ نے پھر انا للہ کہا اور ایچی کو دعا دی۔ خدایا اس کے لیے بہشت کو اس خدمت کا ثواب قرار دے۔ (ج) فرزدق شاعر نے بھی جنابِ مسلم کی خبر بڑے دلہوز طریق سے دی۔ حضرت ابدیدہ ہو گئے۔ اور فرمایا خدا مسلم پر رحمت نازل کرے وہ روح و ریحان کی سمت پہنچے اور رضائے باری سے لطف اندوز ہوتے ان پر جو ہونیوالا تھا ہوا اور جو ہم پر ہونے والا ہے وہ ہو گا۔

اس قیامتِ زاجر کے بعد ائمہ نے ایک خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ ہمارے نام نہاد شیعوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو اب جو شخص پلٹ جانا چاہے وہ واپس ہو سکتا ہے۔ اس پر میری طرف سے کوئی بار نہیں۔ یسنا تھا کہ لوگ داہنے اور بائیں پر آگندہ ہونا شروع ہو گئے اور آپ کے ساتھ وہ لوگ باقی رہ گئے جو مکہ سے چلے تھے۔

لَا تَقَالُ لِلرَّكْبِ وَلَكِنْ عَلِمَ مَنْ سَوَّى قَالُوا نَعَمْ قَتَلَهُ سَهْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ الْجَنَّةَ ثَوَابًا اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا وَلِشِيعَتِنَا مَنَزَلًا كَمَا أُنْزِلَ عَلَى كُلِّ نَبِيٍّ قَدِيرٍ۔

نواں باب

اولاد

اول جناب مسلم کی عالم غربت میں شہادت ایسی بالکل تازہ واقعہ تھا اور اس کا اثر امام کے دل پر بہت زیادہ تھا اس لئے شبِ عاشور آپ نے اپنے اصحاب سے جو مخاطبہ فرمایا اس میں اولادِ عقیل سے خاص طور پر کہا کہ تمہارے لیے مسلم کا قتل ہو جانا کافی ہے تم چلے جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں مگر ان سب نے متفق ہو کر کہا کہ ”بھلا لوگ ہم کو کیا کہیں گے کہ ہم نے اپنے سردار اور سید کو چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ نہ کوئی تیر مارا نہ نیزہ لگایا نہ تلوار چلائی اور خبر بھی نہ لی کہ اُن پر کیا گذر گئی ہرگز ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم اپنی جان اور مال آپ پر قربا کریں گے اور آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے یہاں تک کہ جو آپ کا انجام ہو وہی ہمارا بھی ہو کیونکہ خدا غارت کرے اس زندگی کو جو آپ کے بعد ہو۔“ یہ تو نہال مدینہ سے مکہ اور پھر مکہ سے کربلا تک سفر کی تمام سختیوں میں ساتھ رہے اور ان کو یہ بے پناہ عزت حاصل ہے کہ بنی ہاشم میں سب سے پہلے انہوں نے اپنی قربانی پیش کی۔

عبداللہ بن مسلمؓ جنابِ رقیہ کے لہن سے تھے اس لحاظ سے عبد اللہ کو امام حسینؑ کے ساتھ دوہرا رشتہ تھا۔ ایک تو چچا زاد بھائی کے بیٹے تھے اور پھر بھانجہ، ان کی عمر صرف چودہ سال کی تھی تازہ یتیم تھے ولولہ اور امنگ کا زمانہ تھا۔ مدینہ سے چلنے والے افراد میں بھی عبداللہ بن مسلمؓ کا ذکر ہے۔ تقاضائے رسن تھا کہ شوق شہادت میں ہم سنوں پر سبقت لے جانے کا دل و دماغ میں خیال ہو خدا نے ارادہ

ملو تنقیح المقال ج ۲ ص ۲۱۱ جلد دوم

میں کامیاب کیا۔ باپ کی نیکی اور عزت کی تصویر ہر وقت نظروں میں پھرتی تھی۔ ان کے خونِ ناستی کا انتقام لینے پر کربلا میں پہنچنے سے پہلے تکے ہوئے تھے جس طرح باپ کو ہراول فوج ہونے کا فخر حاصل تھا اسی طرح خود بھی بنی ہاشم میں پہلے شہید قرار پائے اور سب سے پہلے جو آلِ ابوطالب سے میدان میں آئے وہ ہی عبداللہ تھے بیوہ ماں نے کیونکر رخصت کیا چچا زاد ماموں زاد بھائیوں نے کسی طرح وداع کیا بھائیوں نے کیونکر صدمہ فراق برداشت کیا۔ بہن نے کیا کہہ کر دل کو گھمایا اس کا ہمیں علم نہیں، اہتمام کا فقدان ہے، امام کے تلب پر رائے بہن کے اکلوتے فرزند کو مرنے کی اجازت دیتے وقت جو گزری وہ اس جواب سے واضح ہے جب انصار کام آچکے تو اس نو عمر مجاہد نے اپنی خدمات پیش کیں امام نے فرمایا کہ مسلم کی شہادت کو ابھی بہت دن نہیں ہوئے۔ میری رائے ہے کہ ضعیف ماں کا ہاتھ پکڑ لے کر کربلا چھوڑ دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ عبداللہ نے عرض کیا کہ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو دنیا کی چند روزہ زندگی کو حیاتِ جاودانی پر قربان نہ کر دیں دلی تمنا ہے کہ میرا قربانی کو قبول کیجئے مبدیٰ فیض سے اذنِ جہاد ملا اور بچہ اسی طرح میدان میں آیا کہ چہرے پر گردِ دہشتیں، پیر پیاس کا بے پناہ اثر، دست و بازو میں اتنی ہی طاقت جو چودہ برس کے بچے میں ہونا چاہیئے مگر دل اتنا توی کہ ٹھری دل فوج پر رجز پڑھ کر حملہ کیا۔

اليوم القی اسماً وھو ابی وقتیۃ باد و اعلیٰ دین النبی
لیسوا یقوم عرفوا بالکذب لکن خیائاً کرام النسب
من ہاشم السادات اہل الحسب

باپ سے ملنے کی آرزو، صدقِ مقال، حسب و نسب میں امتیاز پر لوگوں کو گواہ

نہ کے تلوار کھینچی۔ گھوڑا مہینز کیا۔ تین حملوں میں ۹۸ دشمنوں کو قتل کیا اور آخر کار عمر بن حبیبؓ اور اسید بن مالکؓ کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ زیارت شہداء میں ممتاز الفاظ میں ان پر سلام موجود ہے۔

السلام علی القتیل بن القتیل عبد اللہ بن مسلم بن عقیل لعن اللہ قاتلہ و اولادہ
سلام ہو عبد اللہ بن مسلم بن عقیلؓ اس کشتہ رجفہ پر جو خود بھی شہید اور جس کا باپ بھی شہید ہے خدا ان کے قاتل اور ان پر تیر بھینکنے والے پر لعنت کرے۔

اس شہزادے کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ ان کے جہاد کا ذکر امام زین العابدینؓ کی حدیث میں موجود ہے۔ طبری نے عبد اللہ بن مسلمؓ کی شہادت حضرت علی اکبرؓ کے معرزوشتی کے بعد لکھی ہے اور ان کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ عبد اللہؓ اس قدر کم سن تھے کہ رونے کے قابل نہ تھے۔ شہادت علی اکبرؓ کے ہنگام میں دیگر بچوں کے ساتھ ان کی شہادت پیشانی پر تیر پڑنے سے ہوئی اور بچے کا دست نازک پیشانی سے جدا نہ ہو سکا۔ دوسرے تیر نے سینہ پر پہنچ کر کام تمام کیا۔ اس بیان کی صحت پر کوئی دلیل میرے سامنے نہیں ہے۔ بظاہر راوی نے نام کے تعیین میں غلطی کی ہے۔

محمد بن مسلمؓ | یہ عبد اللہؓ کے مختلف البطن بھائی تھے مان ان کی کنیز تھیں۔
عمر بارہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ عبد اللہؓ کے قتل ہونے کے بعد

ایک قول تو یہ ہے کہ اولاد ابی طالب نے ایک ساتھ حملہ کر دیا اور امامؓ نے آواز دی ہاں میرے چچا کے فرزند و موت کے مرحلہ کو آسان کر دو اور دوسرا قول ہے کہ منہیں کر کے امامؓ سے اذن جہاد حاصل کیا اور زنجی شیر کی طرح دشمن پر حملہ کیا اور سیف و سناں پچھلے ہاتھوں کو قتل کیا۔ آخر ابو جرم ازلی اور لقیط ابن ایاس جھنڈے کے نیرے سے شہید ہوئے۔ کم سن کے سبب سے

۱۳ جلا راہیون سار تنقیح المقال

رجز اور جہاد کی تفصیل سے مقاتل خالی ہیں جبلا و الصیون میں ہے ”محمد برادر اور جب تک گاہ
درآمد و بطلب خون برادر جمعے از آن بدختناں را بقتل آورد“ زیارت شہداء میں اس کا
ذکر نہیں ہے بجائے اس کے ابی عبد اللہ بن مسلم کا نام موجود ہے۔ ممکن ہے کہ محمد ہا کی کنیت
ابو عبد اللہ ہو۔ اس شہزادے کو یہ فخر حاصل ہے کہ کلام معصوم روایت امام محمد باقر علیہ السلام
میں ان کی شہادت کا ذکر موجود ہے۔

یہ دونوں نو نہال گنج شہیداں میں بنی اسد کے تعاون سے امام زین العابدین
علیہ السلام کے دربر واد شہداء کے گریلا کے ساتھ دفن کیے گئے۔ انصار حسین
کی زیارت میں زائر کا ضعیفی سلام ان پر بھی پہنچتا ہے۔

باب المراثی

قطب شاہی دور کا شاعر اور قدیم اردو احمد

دیکھو یار ان معصومان پر وقت کیسا اُٹھ گیا
پروں جانے طفلان او پکیا مشکل اکھیر یا
دونوں فرزند مسلمان تھے چھپ کر قاضی پاسبان
دو کر قاضی کا پریا گھر سوں پکرا پی چھپ کر پاسبان
کو تو ایسا لے کر پھر عبد اللہ کون دے خبر
بھجیا انکوں بندہ نمان کہیا رکھو قید کر

ہاشم علی المتوفی ۱۱۲۶ھ

وہ دو صغیر موت اپسی دیکھی عیارہ
کچتے تھے بکسی سون کہ اے عمارت الامان
زلفان کون کاٹ بیچ ہن کون جو بندیاں
منظور ہے اگر تجھے سیم و طلا کتین
(مخلوطات دکن)

فصیح

اقربائے شہ بکسی کی جو باری آئی
پہلے اولاد میں مسلم کی ہوئی تیاری
ان کی مادر تھی رقیہ جو ستم کی ماری
وہ بھی تھی حیدر کرار کی بیٹی پیاری
شہ معلوم پر جان اپنی فدا کرتی تھی
رات دن ماتم مسلم میں بکا کرتی تھی

انیس

آیا جو عزیزوں کے لئے موت کا پیغام فرزندوں نے جعفر کے بڑے سن میں کیے نام
 اولادِ عقیقہ آپ کی شبیہ کے جب کام لڑنے لگے تب مسلم بیکس کے گل اندام
 محشر تھا بیا ندیاں بہتی تھیں لہو کی بچوں نے اُلٹ دی تھیں صفیں فوجِ عُدو کی

وحید

شہداءِ مسلم کے جگر بندوں نے رخت پائی کس دیری سے گئے فوج پر دونوں بھائی

مونس

اے زہرِ وقیع و عابس و عامر مدد کو آؤ مسلم کے لاڈلو دمِ آخر مدد کو آؤ

نفیس

دہنی طرف تھے قاسم و اکبر لصد جلال بائیں طرف تھے جعفر و مسلم کے لونہال

شمس

دی جانِ بخوشی نصرتِ شاہِ دو سرا میں دولال ہیں مسلم کے بھی فردِ شہدایں

خجستہ

صفِ اعدا میں تلام ہے ڈرے جاتے ہیں تیغے توڑے ہوئے مسلم کے پیراتے ہیں

عبیش پاروی

مسلم کے لونہالوں نے یوں شہداءِ جان دی شخے سے سنی میں لڑکے بڑا نام کر گئے

اعدا میں یہ تھا شورِ کشیدوں کے شیر ہیں مسلم کے پیر ہیں یہ بہت ہی دلیر ہیں

یکتا آروہوی

سمجھو نہ ہیں خود جبری اور نڈر ہیں

اے بزدلو ہمِ حضرتِ مسلم کے پیر ہیں

اطفالِ مسلم کی شہادت

(۱۲) پسرانِ مسلم جو حارث کے ہاتھ سے شہید ہوئے ان کے حالات ارباب تاریخ میں بہت کم افراد نے لکھے ہیں، سپہر کاشانی نے اعظم کوئی و تادیخِ روضۃ الشہداء سے ان دلدوز حالات کو نقل کیا ہے۔ حبیب السیر کا ماخذ بھی غالباً روضۃ الشہداء ہے۔ ان مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت مسلم ہانیؓ کے گھر سے نکلے تو بچوں کو قاضی شہر کے سپرد کیا اور شریح نے ان کو مدینہ جانے والے ایک قافلہ کا پتہ دے کر باعزاز و اکرام رخصت کیا اور بچے قافلہ کو نہ پا کر گرفتار ہو گئے۔ اور آخر میں حارث کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔ اس بیان میں تجھے چند عذر ہیں۔ (۱) ایسے پُر آشوب زمانے میں بچوں کو اپنے ساتھ رکھنا خلافِ مصلحت ہے۔ (۲) نقل نہیں قبول کرتی کہ مسلم بچوں کو لے کر چلے ہوں۔ (۳) اس روایت میں ان صاحبزادوں کو قاضی شریح کی طرف سے سودینار سرخ سے امداد کا بھی ذکر ہے۔ قاضی شریح کو ہرگز یہ بہرہ رسی خاندانِ رسالتؐ سے نہ تھی اور ایسے کم عمر بچوں کو تنہا سفر کر رہے ہوں مسافرت میں اس قدر زرخیز دینے کی کوئی وجہ ہے۔ اس روایت کا اختراع بظاہر قاضی شریح کا پوزیشن سات کرنے کے لئے ہوا ہے اور روایت بے بنیاد ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ بچے کو بلا سے گرفتار ہوئے۔ اور اصراہ اہل بیت کی روانگی سے پہلے ان کو اسیر کر کے قید تنہائی میں رکھا گیا یہ بھی حقیقت ہے۔ بلند پایہ عالم جناب صدوق علیہ الرحمہ کی ہے لہذا جناب ممدوح کا دلدوز بیان دیگر تاریخوں سے مناسب اضافہ کے بعد درج کرتے ہیں تاکہ موضوع تشہر تفصیل نہ رہے۔

”شہادتِ حسینؑ کے بعد (اولادِ حضرت مسلمؑ سے) دو بچے (جن کا سن ۸-۷ برس کا تھا) پسر سعدؑ نے گرفتار کر کے کوفہ روانہ کر دیئے۔ ابنِ عمرؓ نے جب ان یتیموں کو دیکھا تو جذبہٴ انتقام میں قید خانہٴ کوفہ کے جیلر کو بلا کر حکم دیا کہ ان کو ایک تنگ و تاریاں حجرہ میں قید کر اور خبردار ان کو اچھا کھانا اور ٹھنڈا پانی نہ دینا۔ بچے دن کو روزہ رکھتے تھے

اور جب رات ہوتی تھی تو زندان بان دور وٹیاں جوگی اور گرم پانی کا کوزہ لے کر آتا اور شاہزادے افطار کرتے۔ ان سختیوں میں سال بھر گزر گیا تو بھائی نے بھائی سے کہا کہ مدت اسیری بڑھتی جاتی ہے اور (ہم دیکھتے ہیں کہ) لیوں ہی عمر کٹ جائے گی اور جسم رطوبت جانیں گے (لہذا بہتر ہو گا کہ) جب زندان بان کھانا لے کر آئے تو اس کو اپنے تئیں پہنچوائیں اور پیغمبر خدا سے جو قربت ہے اس سے آگاہ کریں ممکن ہے کہ وہ کھانے کی مقدار کچھ بڑھا دے اور پانی پینے کا زیادہ کر دے۔ مرد پیر جس کا نام بعض تاریخوں میں مشکور بتایا جاتا ہے وہی قیدیوں والا کھانا بیٹے آیا اور شاہزادوں نے گفتگو شروع کی۔

یتیمانِ مسلم :- اے شیخ! تو (جناب) محمد (مصطفیٰؐ) کو بھی جانتا ہے؟

مشکور :- بھلا میں ان کو کیونکر نہ پہچانوں۔ وہ میرے ہی ہیں۔

یتیمانِ مسلم :- جعفر بن ابی طالب کو بھی جانتا ہے؟

مشکور :- ہاں! خدا نے ان کو دو بازو دیئے ہیں جن کی مدد سے وہ بہشت میں

جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں۔

یتیمانِ مسلم :- تو (جناب) علی بن ابی طالب کو بھی پہچانتا ہے؟

مشکور :- میں ان کو کیونکر نہ جانوں گا وہ پیغمبر خدا کے چچا زاد بھائی ہیں۔

یتیمانِ مسلم :- ہم تیرے نبی کے خاندان سے ہیں اور مسلم بن عقیلؓ ہمارے باپ ہیں

قیدیوں کا انتظام تیرے ہاتھ میں ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اچھا کھانا ہم کو ملا کرے۔

یہ سننے ہی زندان بان قدموں پر گر پڑا اور پیر چوم کر عرض کیا کہ میری جان تم پر

فدا ہو دروازہ قید خانہ کا کھلا ہوا ہے جدھر چاہو چلے جاؤ۔ رات ہوئی اور آب و

طعام سے سیر کر کے قید خانہ کا دروازہ کھول دیا کہ رات کو چلنا اور دن کو کہیں چھپ رہنا۔

یہاں تک کہ خدا مدد کرے۔

سال بھر تک جن کو آزادی کی ہوائ لگی تھی وہ بیکس آج رہا بھی ہوئے
تو سن طفولیت میں کدھر جائیں نہ راستوں سے واقف نہ پیروں میں

نویں قربانی

طاقت اگر اپنا شہر ہوتا تو راہ جاننے کس سے راستہ پوچھیں اور ہمدردی کون کرے زمانہ پُراشوب ہے۔ یہ تو بعد میں معلوم ہو گا کہ یتیموں پر کیا گزری۔ ابھی بچے کسی منزل پر نہ پہنچے تھے کہ ان کے قید خانہ سے گم ہو جانے کی شہرت ہوئی۔ ابن زیاد ایسے ظالم فرمانروا کو اپنی انتظامی کمزوری پر طیش آیا اور اس خیال میں کہ میرے زیر حکومت ایسا سنگین واقعہ ہو جائے سب سے پہلے مشکور کو طلب کیا گیا اور وہ مرد میدان بالکل بے خوف ہو کر سپردِ جانہ کے سامنے آ گیا۔ ممکن تھا کہ مشکور کو پویش ہو جاتا یا وہ بھی راتی رات ہجرت کر جاتا مگر تو بہ اہل بیت کے موالی بھی فرا کو تنگ و غار سمجھتے ہیں اور ان کو مرنے کا انتظار رہتا ہے۔

خود قضا آتی نہیں اہل وفا کے سامنے
یہ چلے آتے ہیں آپ اپنی قضا کے سامنے (یکتا امر و موی)
ابن زیادؓ! مشکور تبا کہ مسلم کے بچے کیا ہوئے؟
مشکورؓ! (دیرانہ لہجہ میں)۔ میں نے ان کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔
ابن زیادؓ!۔ مجھ سے نہ ڈرا؟
مشکورؓ!۔ میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اے پسر زیادؓ! تو نے ان کے باپ کو قتل کیا۔ اب ان کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے؟
ابن زیادؓ!۔ میں ابھی حکم دیتا ہوں کہ تیرا سر تن سے اڑا دیا جائے۔
مشکورؓ!۔ جو سر رسولؐ کی راہ میں نہ ہو اس کو میں چاہتا بھی نہیں۔
ابن زیادؓ! نے حکم دیا کہ اس بوڑھے مجاہد کو ۵۰۰ تازیانے لگا کر گردن اڑا دو۔
یہ ظالمانہ حکم انتظام کی شیطنت اور طاغوتیت کا ایک اعلان تھا جس کو یاد کر کے آئندہ نسلیں بھی قاتل پر نفرین اور مقتول سے ہمدردی کرتی رہیں گی۔ دیندار مشکورؓ پر جب پہلا تازیانہ پڑا تو کہا بسم اللہ اور جب دوسرا تازیانہ لگا تو دعا کی کہ میرے معبود مجھے

طاقتِ صبر دئے تیرے تازیانہ پر شکوہ کیا کہ خدا یا مجھے فرزندِ رسولؐ کی محبت میں قتل کرتے ہیں۔ چوتھے تازیانہ پر کہا کہ خداوند! مجھے پیغمبرؐ اور ان کے فرزندوں کی خدمت میں پہنچا۔ یہ کہہ کر خاموش ہوئے اور ۵۰۰ تازیانے کھاتے رہے مگر اُٹ نہ کی۔ جب منرا ختم ہو چکی تو مشکورؓ نے پانی مانگا۔ ابنِ زیادؓ نے کہا پانی نہ دینا۔ ہم پیاسا قتل کریں گے۔ عمر بنِ حارثؓ نے سفارش کر کے قتل سے بچایا اور یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں علاج کر کے اچھا کر لوں گا لیکن مشکورؓ کو غش آچکا تھا۔ جب غش سے چوتھے تو اتنا کہا کہ میں اب کوثر کے پانی سے سیراب ہوں گا۔ یہ کہہ کر دم نکل گیا۔ آفرین اس بہتِ مردانہ پر کہ خود قربان ہو گئے مگر اولادِ رسولؐ کو قید سے رہا کر دیا۔

فرزندِ انِ مسلم کی سراغ رسانی | جزیہ انتقام میں مشکور کو قتل کرنے کے ساتھ ہی بچوں کی سراغ رسانی کی کوشش بھی شروع ہو چکی تھی اور ایسے بے دست و پا مظلوموں کا ڈھونڈ لینا کچھ زیادہ دشوار بھی نہ تھا۔ یہ معلوم ہے کہ آلِ رسولؐ کے لئے دنیا امتحانِ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے اور جب امتحان شروع ہو چکا ہو تو تعاون بھی ان کے لئے رسمِ قاتل ثابت ہو گا۔ قید سے نکلے اور گرفتار رہا ہوئے۔ پہلی رات تو خیریت سے گزری دوسری شب آئی تو ایک عورت کے دروازہ پر پہنچے اور بھوے پن سے بغیر اطمینان حاصل کئے ہوئے ایک ضعیفہ سے اس طرح بات چیت شروع کی۔

فرزندِ انِ مسلم!۔ اے ضعیفہ ہم پر دیسی ہیں اور راستہ بھی نہیں جانتے ہیں کہ صرف آج کی رات تیرے مہمان ہو جائیں۔ جب دن چڑھے گا تو چلے جائیں گے۔ عورت: ہاں ہاں و تم کون ہو تمہارے جسموں سے تو ایسی خوشبو آتی ہے کہ

ملہ بچوں نے دورانِ اسیری میں پانی کی کمی کا شکوہ کیا ہے۔ عقل بتاتی ہے کہ ان کو نہانے دھونے کیلئے بھی پانی نہیں ملتا تھا مگر یہ حیرت انگیز عقولِ خاندانی عزت تھی کہ بالینِ ہمہ جسموں سے خوشبو آرہی تھی دنیا اس خصوصیت پر غور کرے اور اسلام کی حقیقت کی گواہ ہو۔

میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

فرزدانِ مسلمؑ: اے بڑھیا ہم تیرے نبی کے گھرانے سے ہیں۔ ابنِ زیادؑ کے خوف سے قید خانہ سے نکل آئے ہیں۔

عورتؑ: اے پیارو۔ میرا داماد نہایت کینہ پرور فاسق و فاجر ہے جو واقعہ کر بلا اور ابنِ زیادؑ کی سپاہ میں شریک تھا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تم کو ضرر پہنچائے۔
فرزدانِ مسلمؑ: (کوئی دوسری صورت ان کے سامنے نہ تھی جبورا کہاں ہم رات بھر ٹھہرنا چاہتے ہیں صبح کو چلے جائیں گے۔

عورتؑ نے مہمان کیا اور کھانا لانے لگی۔ بچوں نے پھر ایک مرتبہ سیر ہو کر کھانا کھایا اور فرسِ خواب پر آرام کرنے کے لئے آئے۔ چھوٹے صاحبزادے نے بڑے صاحبزادے سے کہا (کیوں بھائی) ہم امید کرتے ہیں کہ یہ رات توجہین سے گزرے گی۔ جدائی سے پہلے بھائی نے بھائی سے معاف کیا اور گلے میں باہنیں ڈال کر سوار ہے۔ رات کا ایک حصہ گزرنے کے بعد حارثؑ آیا اور آہستہ سے کنڑی کھٹکھٹائی۔ ضعیف نے چالا کہ دروازہ نہ کھولے۔ اجنبی بن کر پوچھا۔ کون ہے؟ اس نے نام بتایا۔

عورتؑ: نہ ناوقت آنے کا کیا سبب ہے؟ یہ تو آنے کا وقت نہیں ہے۔
حارثؑ: وائے ہو تجھ پر دروازہ تو کھول لے تب سے میرا بڑا حال ہے۔
عورتؑ: آخر تجھے کیا ہو گیا ہے۔

حارثؑ: دو بچے قید خانہ سے چلے گئے ہیں اور امیر نے حکم دیا ہے جو ان میں ایک کا سر لائے گا اس کو مبرا درہم اور جو دونوں کا سر لائیگا اسے دو ہزار درہم ملیں گے۔ میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا ہوں۔

سہ شہرت یہ ہے کہ حارثؑ نامی اس عورت کا شوہر تھا جس کے ظلم سے اس کو اندیشہ تھا۔ ناسخِ التواریخ اور ایک قول ہے کہ فرزند تھا۔

عورت: روزِ قیامت پیغمبرؐ خدا کے برسرِ خصومت ہونے سے ڈر۔
حادثہ: تجھ پر وائے ہو پھر دنیا کیونکر ملے گی۔

عورت: دنیا لے کر کیا کرے گا۔ جب آخرت نہ ہو۔

حادثہ: میں دیکھتا ہوں کہ تو ان کی حمایت کرتی ہے اٹھ اور ابنِ زیادؓ کے پاس چل۔

عورت: میرے ساتھ اس بڑھاپے میں کیا سلوک کرے گا۔ یہ گفتگو دروازہ کھولنے سے پہلے ہوئی اور ضعیف نے درپردہ میزبانی کے حق کو ادا کر دیا۔ آخر کار وہ بچ کر بولا کہ دروازہ کھول تاکہ میں آرام کروں اور صبح کو ڈھونڈنے نکلوں عجبو! دروازہ کھولا اور سامنے کھانا رکھا۔ وہ ظالم دسترخوان سے اٹھ کر بستر پر آیا۔ کچھ دیر کے بعد بچوں کی صدائے تنفس سنی تو دیوانہ وار بستر سے اٹھا۔ اُدھر شاہزادوں نے ایک مایوس کن خواب دیکھ کر گفتگو شروع کی۔ محمدؐ نے ابراہیمؑ کو جگایا اور کہا میں نے ایک خواب دیکھا ہے جناب رسالتؐ اور علی مرتضیٰؑ اور سیدہ عالمؑ اور حسینؑ علیہم السلام بہشت میں ٹہل رہے تھے اور دور سے ہیں اور آپ کو دیکھ کر بابائی طرف رخ کر کے فرماتے ہیں کہ مسلم! تم نے کیوں اپنے بچوں کو دشمنوں میں چھوڑ دیا۔ بابا نے جواب دیا کہ یہ عنقریب حاضر خدمت ہوتے ہیں اور صبح کو میرے پاس ہوں گے۔ ابراہیمؑ نے کہا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ پردیس میں موت کی خبر نے رگ دیا اور صدائے گریہ پر حادثہؑ اندھیرے میں ٹٹوٹا ہوا قریب آیا۔ چھوٹے شاہزادے پر ہاتھ پڑا۔ بچے نے پوچھا۔ تم کون ہو تو جواب دیا کہ کھر کا مالک۔ یہ ڈراؤنی صدا سنی کر بھائی نے بھائی سے کہا جس بات کا دھڑکا تھا۔ اس کا سامنا ہو گیا۔ حادثہؑ نے گفتگو شروع کی۔

حادثہ: تم کون ہو؟

لے ناسخ التواریخ

یتیمان مسلم ۱۔ اگر سچ کہہ دیں تو ایمان دے گا۔ ۲۔
حادثہ ۱۔ ہاں

یتیمان مسلم ۲۔ ہم تیرے نبیؐ کی ذریت مسلم کے فرزند ہیں۔
حادثہ ۲۔ مرنے کے دُرسے نکلے تھے۔ آخر موت سے دوچار ہو گئے۔ خدا
کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو تم پر مخیاب کیا۔

یہ کہہ کر بازوؤں میں رسن باندھی۔ میزبان عودت بھی اس کے آگے ہاتھ
جوڑتی تھی اور کبھی قدموں پر گرتی تھی۔ ظالم نے ایک نہ سنی اور بچے رات بھر رستی
میں بندھے ہوئے کھڑے رہے۔ جب سپیدہ کسمخو دار ہوا تو اپنے سیاہ نام
غلام کو جس کا نام غلیح تھا بلا کر کہا۔ ان بچوں کو فرات کے کنارے بجا کر قتل کر اور
مجھے سروے تاکہ میں دوبارہ درہم امیر سے حاصل کروں۔

غلام نے تلوار اٹھائی اور بچوں کو قتل کے لیے لے چلا۔ عورت
دسویں قربانی
نے پھر منتیں کرنا شروع کیں اور حادثہ سے لپٹ گئی۔ اس نے
غصے میں آکر تلوار سے حملہ کیا اور مومنہ زخمی ہو گئی۔ اس کے بیٹے نے عورت کو چاٹا چاٹا
حادثہ ۳ نے اس کو قتل کر دیا۔ غلام یتیموں کو لیے ہوئے چلا۔ تھوڑی راہ طے کی تھی
کہ بچوں نے کہا اے غلام تیرے چہرے کی سیاہی بالائے مودن رسولؐ کے چہرے سے کتنی
ملتی ہوئی ہے۔ غلام نے کہا بچو تم کون ہو جو میرے آقاؐ نے تمہارے قتل کا حکم دیا
ہے؟ کہا ہم تیرے نبیؐ کی عسرت ہیں۔ زندانِ کوفہ سے قتل کے ڈر میں نکل کھڑے
ہوئے اور اس ضعیفہ نے ہماری میزبانی کی لیکن آقاؐ تیرا جہن قتل کیے دیتا ہے۔ غلام
قدموں پر گر پڑا اور پیروں پر بوسہ دیا اور کہا میری جان تم پر خدا ہو خدا کی قسم بروز
قیامت میں پیغمبرؐ کو اپنا مخالف بنانے پر تیار نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر تلوار ہاتھ سے چھینک
دی اور وہ فرات میں آکر پیر تاسو اپار نکل گیا۔ حادثہ ۴ نے کہا اے غلام (یاد رکھنا)
لہ بعض مقاتل میں ہے کہ غلام با وفا بھی حادثہ ۳ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

تو نے میری نافرمانی کی۔ غلام نے کہا اطاعت کا تعلق اسی وقت تک ہے جب تک اطاعت الہی سے تصادم نہ ہو۔ حارث نے جھنجھلا کر دوسرے بیٹے کو آواز دی اور کہا اب تو ان دونوں کو لے جا کر قتل کر۔ بیٹیا اس شقی کا آگے بڑھا اور بچوں کی حسرت آئینز گفتگو نے اس کو بھی تلوار پھینکنے پر مجبور کیا اور غلام کی طرح وہ بھی فرات سے عبور کر گیا۔ حارث نے طیش میں آ کر کہا میرے سوا کوئی تمہیں قتل نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر تلوار اٹھائی۔ بچے برہنہ شمشیر دیکھ کر سہم گئے۔

یتیمانِ مسلم :- (آنسو بھر کر) اے شیخ ہم کو بازار میں لے جا کر بیچ لے اور پیغمبر کو روز قیامت اپنا دشمن نہ بنا۔
حارث :- نہیں نہیں۔ میں تم دونوں کو قتل کروں گا اور تمہارے سراپن زیاد کو تحفہ دوں گا۔

یتیمانِ مسلم :- ہم کو جو قربت رسولِ خدا سے ہے اس کی بھی رعایت نہ کریں گے؟
حارث :- تم کو رسول اسے کوئی قربت نہیں ہے۔
یتیمانِ مسلم :- ہم کو زندہ ابنِ زیاد کے پاس لے چل تاکہ وہ ہمارے بارے میں فیصلہ کرے۔

حارث :- میں تمہارا خون بہا کر قریب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔
یتیمانِ مسلم :- کیا ہماری کم سنی پر بھی رحم نہیں آتا؟
حارث :- تمہاری طرف سے میرے دل میں بالکل رحم نہیں ہے۔
یتیمانِ مسلم :- اگر قتل ہی کرنا ہے تو اتنی مہلت دے کہ دو دو رکعت نماز پڑھ لیں۔

حارث :- اگر تم کو نماز کچھ نا اذہ دے تو پڑھ سکتے ہو۔
بچوں نے نماز پڑھ کے ہاتھ اٹھائے اور کہا یا حییٰ یا حکیم یا احکم
الحاکمین احکم مینا و بینہ بالحق اے احکم الحاکمین ہمارے اور قاتل کے

درمیان تفصیل کر۔ یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ اس نے بڑے بھائی پر حملہ کیا، سر کاٹ ڈالا۔ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے خون میں لوٹنے لگا اور زبان پر یہ حسرت آمیز کلمات تھے۔ ”یوں ہی بھائی کا خون منہ پر مل کر رسول خداؐ سے ملاقات کروں گا۔“ حارثؓ نے جواب دیا کہ میں ابھی بھائی سے ملاتا ہوں۔ یہ کہہ کر چھوٹے بچہ کا بھی سر کاٹ لیا اور لاشیں دریا میں ڈال دیں خون آلودہ سر لیے ہوئے ابن زیادؓ کے پاس روانہ ہوا۔

ستم ایجاد کے دربار میں اس سے پہلے سر حُثَیْنِ آچکا۔ اہل بیت رسولؐ کو غل و زنجیر میں مقید دیکھنا اس کے نزدیک کوئی نئی بات نہیں ہے۔ عبد اللہ بن عقیقؓ ایسے بوڑھے اور نابینا کا قتل بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ کوثر کی عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد سے آج پہلا دن ہے کہ اس بد بخت کو رحم آتا ہے۔ تخت حکومت پر کروزر سے بیٹھا تھا کہ دفعۃً حارثؓ لہم کے ہوئے سر لیے پہنچا۔ دونوں سروں کو پانی سے دھو کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ ابن زیادؓ بھولی بھالی صورتوں کو دیکھتے ہی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اور غصۃً میں حارثؓ سے خطاب کیا۔

ابن زیادؓ: تجھ پر وائے ہو! بچوں پر کیونکر تابو پایا؟
حارثؓ: تم!۔ یہ ضعیفہ کے مہمان تھے۔

ابن زیادؓ: مہمان کی بھی رعایت نہ کی؟
حارثؓ: نہیں!

ابن زیادؓ: (وقت آخر ان بچوں نے کچھ کہا تھا؟
حارثؓ: (ہاں) یہ کہا تھا کہ ہم کو بازار میں لے جا کر بیچ ڈال اور ہماری قیمت سے فائدہ اٹھا، رسولؐ کو اپنا دشمن نہ بنا۔

ابن زیادؓ: پھر تو نے کیا کہا؟
حارثؓ: میں نے کہا کہ تجھے تو تمہارے سر لے جا کر امیر سے دو ہزار درہم لینا ہیں۔

ابن زیادؓ: پھر کیا ہوا؟

حادثہؓ: پھر یہ کہا کہ ہم کو زندہ ابن زیاد کے پاس لے چل۔

ابن زیادؓ: تو نے کیا جواب دیا؟

حادثہؓ: میں نے کہا کہ تجھے تو تمہارے خون بہا کا تقرب حاصل کرنا ہے۔

ابن زیادؓ: اگر تو ان کو زندہ لے آتا تو دونے انعام کا مستحق تھا اور میں تجھے

چار ہزار درہم دیتا۔

حادثہؓ: بچوں نے پھر یہ بھی کہا کہ پیغمبر سے ہماری قرابت کا لحاظ کر۔

ابن زیادؓ: اس کا کیا جواب دیا؟

حادثہؓ: میں نے کہا تم کو رسولؐ سے کوئی قرابت نہیں۔

ابن زیادؓ: وائے ہو تجھ پر! پھر کیا کہا؟

حادثہؓ: پھر یہ کہا ہمارے بچنے پر رحم کر۔

ابن زیادؓ: اس کا کیا جواب دیا؟

حادثہؓ: میں نے کہا میرے دل میں تمہاری طرف سے رحم چھو نہیں گیا ہے۔

ابن زیادؓ: کچھ اور کہا تھا؟

حادثہؓ: (ہاں یہ بھی) کہا کہ ہم کو دو رکعت نماز پڑھ لینے دے۔ میں نے

کہا کہ اگر تم کو نماز کچھ فائدہ دے تو پڑھ لو۔ انہوں نے دو دو رکعت نماز پڑھی۔

ابن زیادؓ: نماز پڑھ کے کیا کہا؟

حادثہؓ: اے اللہ! اٹھا کے دعا کی اور کہا یا حی یا قیوم یا ارحم الراحمین احکم بیننا و بینہما الحق۔

ابن زیادؓ: اے حکم الراحمین نے تیرے لیے جو فیصلہ کیا ہے اسے دیکھ۔ یہ کہنے پایا

تھا کہ (اشارہ پاکر) ایک شامی اٹھا۔ ابن زیادؓ نے کہا۔ اسے اسی مقام پر لے جا کر قتل

کر جو جہاں بچے ذبح کیے گئے ہیں۔ تاریخ میں ہے کہ اس شامی کا نام مقاتل اور دل سے

اہل بیت حسینؑ سے محبت رکھتا تھا۔ ابن زیادؓ کو ایسا فہمیدہ آدمی ملتا نہ اس لئے

وہ اس کے جدا کرنے پر تیار نہ ہوا۔ مقاتل نے ابن زیاد سے کہا کہ امیر اجازت دے کہ میں جس طرح چاہوں اس شقی کو قتل کروں۔ غرض ہاتھ عمارت کے گردن سے باندھے گئے اور اس کو عمر برہنہ بازار کو فہ سے کٹاں کٹاں کھینچتے ہوئے فرات کے کنارے پر لائے۔ راستہ میں نقیب عمارت کا تعارف کرار ہاتھ اور جدھر سے گذرتے تھے لوگ لعنت بھیجتے تھے۔ عمارت کو جب یقین ہو گیا کہ میری جان نہ بچے گی تو مقاتل سے کہا کہ دس ہزار اشرفیاں لے کر میری جان بچالے۔ مقاتل نے کہا اگر ساری دنیا تیری ملکیت ہو جائے اور تو وہ مجھ کو دیدے تو اس وقت بھی جان نہ چھوڑوں گا۔ مجھے تیری جان کے عوض میں بہشت میں جگہ لینا ہے۔

بائیں ختم ہوئیں اور قتل گاہ پہنچ کر یہ دلخراش منظر دیکھا کہ ادھر عورت زخم کی اذیت سے تڑپ رہی ہے ادھر دوسرا لڑکا جس نے عورت کو بچانا چاہا تھا ذبح کیا پڑا ہے۔ بے گناہ بچوں کا خون ناحق دیکھ کر مقاتل کی نظروں میں دنیا اندھیر ہو گئی اور اپنے ظلم کو حکم دیا کہ عمارت کے ہاتھ پاؤں قطع کرے۔ پھر آنکھیں کانہ سر سے نکال کر ذبح کر دے اور دونوں کان کاٹ کے قطع شدہ اعضاء رشکم چاک کر کے اس میں رکھ دے اور پتھر باندھ کر دریا میں بہا دے۔ تین مرتبہ اس لاش کو پانی میں بہانا چاہا مگر دریا نے قبول نہ کیا اور لاش ساحل پر پھینک دی۔ اسی طرح تین مرتبہ کنوئیں میں ڈالا اور خص و خاشاک سے چاہ کو بند کر دیا مگر زمین نے بھی لاش پھینک دی۔ اس وقت جسم کو نذر آتش کر دیا اور رکھ کو ہوا میں منتشر کر دیا۔

اس کے بعد یتیمان مسلم کے دونوں سر بریدہ دریا میں تیرانے کا ارادہ کیا تھا کہ لاشیں ابھر کر سطح آب پر آئیں اور سر و دل سے ملحق ہو کر تہ نشین ہو گئیں۔ بنابرین شہزادوں کی قبر کا وجود نہیں ہے۔ جس مقام پر عمارت لگنے بے گناہ بچوں کو ذبح کیا تھا وہاں دو قبے بطور یادگار بنادیں گئے ہیں۔

باب المراثی

میاں دلگیر

روئے حادث دیکھتے تھے اس طرح ملک کے لال صید وقت ذبح دیکھے جیسے منہ صیاد کا

ضمیمہ

دو یتیموں کے سراک ضرب میں لائے ہے غضب سخت تھا کیا ہی کلیجہ حادث ناپاک کا

دبیمہ

مسلم شہید تاریک میں منموم و حزن تھے پردیس میں فرزند کہیں آپ کہیں تھے

انیس

چلاتے تھے مسلم کے پیر قتل نہ کر مظلوم ہیں اور بے پدر قتل نہ کر

عشق

رہا ایک پر ایک دل سے فدا نہ شب کو جدا تھے نہ دن کو جدا

محبت کی بس ہو گئی انتہا رہے ساتھ فرزند مسلم اسدا

تولا شے بھی دریا میں باہم رہے

فصاحت

شب کو زنداں سے نکل آئے جو مسلم کے یتیم ہائے دونوں کو پھرایا گردش تقدیر نے

نثر

بے جرم کے ہمارا بچوں کو دریا کی روانی شاہد ہے بے آب تھا خنجر حادث کا بیتا ہوا پانی شاہد ہے

خنجر

بھولے گی نہ دنیا کبھی حادث کے مظالم مسلم کے جگر بندوں کا افسانہ رہے گا

عیش پادری

اٹھائی تھی نہ تیغ ظلم اسے حادث یتیموں پر کہ جن کی بیگمسی پر موت کو خود پیار آتا تھا

یکتا آرمہوی

ہزار منتیں حادث سے کس یتیموں نے کسی طرح مگر اس کو نہ ان پر رحم آیا

ساتواں باب

خاتمہ کلام

روضہ مسجد کوفہ کی بائیں سمت قبلہ کی طرف ضریح مبارک حضرت مسلمؓ واقع ہے جس پر کاشانی قبہ بنا ہوا ہے اور پائین پادوسرے رخ پر روضہ ہانی ہے۔ دروازہ رواق پر قرآن مجید کی آیت ”فَیُبَیِّتُ اَیُّہَا الَّذِیْنُ اٰتٰہُ الْوَحٰیۃُ“ تحریر ہے اور یہ دو جگہ خراش شمع لکھے ہوئے ہیں۔

زیدہ روایت ہے محمود جملہ و نیل کہ اہل کوفہ بکشتہ مسلم ابن عقیل
فغان آہ کہ مسلم بکوفہ گشت شہید بحکم زادہ مرجانہ آں لعین پلید
ضریح تقرئی ہے جس پر سوزن کار شامیانہ نصب ہے اندرون حجرہ آئینہ بندی
ہے دروازہ حجرہ کا چوبی ہے۔ حضرت ہانیؓ کی ضریح پیتل کی ہے دونوں مزاروں
پر زیارت کی تختی معلق ہے۔ یہ روضہ مسجد کوفہ سے اس قدر قریب ہے کہ اشتباہ
ہوتا ہے مبادا جزو مسجد نہ ہوں۔ سید طباطبائی علیہ الرحمہ نے اپنے فتوے سے
اس حصہ کے جزو مسجد ہونے کی نفی کی ہے۔ عروۃ الوثقی ۵۴

کرامات یہ روضہ بھی زیارت گاہ خلق ہے اور ضریح سے خوارق عادات
ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ زائرین کی مرادیں پوری ہوتی ہیں اور
لبا اوقات وہ پیچیدہ مقدمے جن کا فیصلہ کرنے سے حکومت عاجز ہوتی ہے حضرت
مسلمؓ سے تسک کے بعد طے ہو جاتے ہیں۔ میں نے عراق کی ثقافت سے سنا ہے کہ عربوں نے
اپنی مشکلات حل کرنے کے لیے یہ تقسیم عمل کی ہے کہ بغداد کے لوگ روضہ حضرت سید محمدؓ پر
اور کربلا کے روضہ ابی الفضلؓ پر اور کوفہ کے روضہ مسلمؓ پر دادرسی کے لئے حاضر ہوتے
ہیں۔

(۱) میرے دوست اور قوم شیعہ کے محسن اعظم نواب حسین علی خان صاحب دام اقبالہ نے بیان کیا ہے کہ سال ۱۹۲۲ء میں ہم نے سفر عراق کیا اور ذی الحجہ میں عقیبات عالیات پہنچ گئے۔ ہمارے کوفہ پہنچنے کے چند ہی روز پہلے روضہ حضرت مسلمؓ سے یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ ایک عورت مسجد کوفہ کے نزدیک غسل کر رہی تھی۔ اس پر کسی سپاہی کی نظر پڑ گئی اور بار بار اُٹھ آگے بڑھا۔ عورت نے اپنی عصمت بچانے کے لیے روضہ حضرت مسلمؓ میں پناہ لی اور حضرت سے فریاد کی اور ہر وہ عسکر حدود روضہ میں داخل ہوا اور بقدرتِ خدا عورت ہو گیا۔ (نوٹ) مرد کا عورت ہو جانا ناممکن بات نہیں ہے۔ ستمبر ۱۹۳۲ء میں اخبارات میں یہ خبر آئی تھی کہ خالصہ کالج امرتسر کا ایک طالب علم عورت ہو گیا اور میوہسپتال لاہور میں لایا گیا۔

(۲) ایک شیخ اور سید میں اختلاف شدید ہو گیا اور نوبت مقدمہ پہنچی۔ عدالت عالیہ میں پہنچ کر یہ طے پایا کہ حضرت مسلمؓ کو حکم قرار دیدیا جائے فریقین کے وکیل مع اپنے ثبوت کے پہنچے۔ کاغذات ضریح مبارک کے سامنے پڑھ کر کھڑے ہوئے اور حکم صادر ہونے کا انتظار شروع کیا۔ دیر گزر گئی اور کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ فریقین کسی قدر یابوس ہو کر روضہ سے چلے۔ شیخ نے ایک قدم روضہ کے باہر نکالا تھا اور ایک اندر تھا کہ دفعتاً اس کا شکم چاک ہو گیا۔ سید کی حقیقت کا یقین ہوا۔ ایسی ہی بکثرت کرامات ہیں جن کو یلجا کرنے سے پوری کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

نقل روضہ | لکھنؤ کو یہ شرف حاصل ہے کہ شہر کے طول و عرض میں تمام مشاہد مقدسہ کی نقلیں موجود ہیں فرزندِ ان حضرت مسلمؓ کے مزار کی شبیہ بنوانے کا فخر منشی فضل حسین خاں مرحوم کو حاصل ہے جنہوں نے اپنے دور میں اس عمارت کی بنیاد قائم کی۔ یہ متبرک جگہ لکھنؤ میں منشی فضل حسین صاحب کی کمر بلا کے نام سے مشہور ہے۔ دکنور یہ گنج کے شاہی

ہسپتال سے جو راستہ کمر بلائے تاکہ ٹورہ جاتا ہے وہاں سے تھوڑے فاصلہ پر
 داہنی جانب یہ روضہ موجود ہے جس میں دروازہ سے داخل ہوتے ہی دروازے کے
 پختہ مسجد ہے اور بائیں سمت یتیمان مسلم کے دوسرے بلند گنبد ہیں۔ اس عمارت کے
 رقبہ میں مومنین کی قبریں ہیں۔ ایام عزاء میں مقامی اہل ایمان خصوصیت سے زیارت
 کو جاتے ہیں اور لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔

تابوت

اس میں کیا شک ہے کہ عزاداری مذہب شیعہ کی بقا کا ذریعہ ہے
 اور ہندوستان میں دین جعفری کی تاسیس کے ساتھ عزائے حسینؑ
 نے بھی رفتہ رفتہ ترقی کی۔ شاہان اودھ نے اپنی مذہب نواز حکومت میں تعزیر
 داری کو معراج کمال پہنچایا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ عہد شاہی میں حضرت مسلمؑ کا
 تابوت کس نشان و نشوونما کے ساتھ اٹھتا تھا۔ میرے خیال میں دو درجہ اضر میں سب
 سے پہلے لکھنؤ کے ایک غریب عزادار مرزا محمد عسکری صاحب کتاب خوان مرحوم
 نے آج سے ۴۰ سال قبل غسٹا نہ پانٹا نامہ لکھنؤ سے تابوت حضرت مسلمؑ اٹھانا
 شروع کیا جو ۹ ذی الحجہ کو عصر کے وقت برابر اٹھتا ہے شہر کے دیگر حلقوں میں بھی
 اب مجلس و تابوت کثرت سے اٹھتے ہیں اور روز بروز اس علم آفریں تاریخ کی
 رونق بڑھتی جاتی ہے۔ اہل ایمان کا فرض ہے کہ اگر ان کے دل میں حسینی محبت ہے
 اور وہ ایام عزاداری میں اپنا سرمایہ صرف کر رہے ہیں تو پہلے ان کو حضرت مسلمؑ کی
 عزاء پر توجہ مبذول کرنا چاہیے۔ امام حسینؑ مہیتوں کا شہر ہیں تو مسلمؑ دروازہ۔

اختتامی تبصرہ اور حضرت مسلمؑ کی تعلیمات

اس ساری بحث کا نتیجہ کیا ہے اور گزشتہ
 قلم فرسائی سے قوم کو کیا سبق ملتا ہے۔ یہ
 باب طویل ہے۔ مختصر طور پر پہلے حضرت کی
 شخصیت میں چند اہم خصوصیات اور ذاتی کمالات کا یقین رکھنا چاہیے۔ پھر
 ان کو انسان کامل مان لینے کے بعد کہاں تک ان کی تعلیمات پر عمل نہ ہوگا۔ یہ
 مقصد دو نمبروں میں بیان کیا جاتا ہے۔

وہ اے مسلم بن عقیل! آپ نے پردیس میں حق کی حمایت کرتے ہوئے بھان
دے کر بتایا کہ مجھ میں امامت کے سوا کسی کمال کی کمی نہیں ہے۔ ہم نے چاہا تھا کہ
امامت کی جگہ عصمت کا لفظ قلم سے لکے مگر آپ سے منافی عصمت کوئی فعل نہیں دیکھا،
اس لیے اس لفظ سے ذات کا تعارف نہ ہوتا۔ ان میں اوصاف انبیاء کی جھلک تھی
وہ امتحان میں مرسلین کے دوش بدوش تھے۔ ان کی مشکلات صحابہ اور تابعین کی
مشکلات سے سخت تھیں۔ آدم فراق جنت میں مبتلا اور مسلم سردار جوانان جنت
کی فرقت میں بیقرار، ان کی جنت فردوسِ حسنین تھی جس سے وقتی طور پر وہ علیحدہ
کر دیے گئے تھے۔ نوح کا بیڑا طوفان عذاب سے پار ہوا، مسلم نے حسنین کی کشتی
کو گرداب فنا سے نکالا، اور یسٰیٰ آسمان پر بلند ہوئے، مسلم کو سماء شہادت پر
رفعت ہوئی۔ صالح کا ناقہ بچے ہوا، ان کے بچے ذبح ہوئے۔ یعقوب نے بیت
المقدس کی خدمت کی، مسلم نے مسجد کو فرو کھلایا جو بیت المقدس سے کم نہیں۔ وہ
فراقِ فرزند میں آٹھ آٹھ آنسو روئے، مسلم بچوں کی جدائی میں صبر کرتے رہے۔
یوسف کنوئیں میں گرائے گئے، مسلم کی راہ میں خس پوش کنواں ان کی جنگ ختم ہونے
کا سبب ہوا۔ ابراہیم آگ میں ڈالے گئے، مسلم پر کوفہ کے کوٹھڑوں سے آگ برساتی گئی
اسمعیل کا لقب مجازاً ذبیح ہے مگر مسلم حقیقتاً ذبیح ہیں۔ اسمعیل صادق الوعد نے
وعدے کی سچائی سے بے پناہ عزت حاصل کی تو مسلم نے بھی جان دے کر حسینیؑ سے
جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا۔ خضر نے دیوار اکھائی، مسلم نے اسلامی جداریں قوت
پہنچائی۔ انہوں نے سفینہ کو عیب دار کر دیا، مسلم نے سفینہ مذہب کو بے عیب بنایا
وہ آبِ حیات سے سیراب ہوئے اور ان کو مرتے وقت بھی پانی نہ دیا گیا۔ انہوں نے
حیاتِ مذہب پر اپنی جان نثار کی وہ موسیٰ بن عمرانؑ کے بھی مثیل تھے حضرت موسیٰؑ
فرعون کے سامنے آئے اور مسلمؑ ابنِ زیادؑ کے روبرو۔ فرعون ملعونہ الزنا ہوتا تو
موسیٰؑ کو قتل کرتا مگر فرعونؑ کو نہ ملعونہ الزنا ہوتا تھا۔ اگر موسیٰؑ نے سفر کی سختی کا شکوہ
کیا "لقد تعینا من سفرنا هذا انصباً" تو مسلمؑ نے بھی مفریٰ ابتدائی سفر کا

گھل گیا۔ مسلمؑ میں ہار و نیت بھی موجود تھی، بھائی کا ساتھ دینے میں حضرت ہارونؑ سے کسی قدر آگے رہے وہ دانیالؑ کے ایسے خوش بخت نہ تھے کہ درندے ان کی پرورش کرتے۔ ان کا امتحان ایسا سخت تھا کہ میزبان انسانوں نے حیوانیت کا مظاہرہ کیا۔ یونسؑ نے قوم سے گریز کیا مگر مسلمؑ کو فرار کی نوبت ہرگز نہیں آئی۔ وہ عالم بحر بحری تاریکی میں یہ دریائے غم میں۔ سلیمانؑ نے بنی جان پر وقتی حکومت کی اور مسلمؑ کا ماتم انسان اور جن بر طبقہ میں آج تک ہے۔ زکریاؑ کی عبادت مشہور ہے تو مسلمؑ کی و داعی عبادت دنیا بھول نہیں سکتی۔ یحییٰؑ کا زہر اور مسلمؑ کا تقویٰ معصوم اور غیر معصوم ہونے سے مساوی نہ ہو تو سرکٹنے میں تو دونوں مظلوم ایک منزل پر ہیں۔ عیسیٰ بن مریمؑ دار پر چڑھانے سے محفوظ رہے مگر مسلمؑ کو سولی دی گئی۔ پیغمبرؐ اقرا زمانہ کے دندان مبارک پر ضرب شدید آئی تو مسلمؑ کے بھی دانت تلوار کی ضرب سے توڑ دیے گئے۔ اپنے ہاتھ سے ید اللہ نے خیر کا در ا کھاڑا اور مسلمؑ نے ٹھوکر سے طوعہ کا دروازہ توڑ کر گرا دیا۔ یقیناً آپ سلف صالحین کی یادگار تھے۔ کربلا والوں کی شبیہ آخر عبادت اور مسلمؑ کا رات بھر خانہ طوعہ میں محو طاعت رہنا بھولنا نہیں۔ انصارِ حسینؑ پیاسے تھے تو مقرر نے ان کو بھی تشنہ دگر سنہ رکھا وہاں جو کار نمایاں بہت سے مل کر کیا تھا وہ یہاں تن تنہا نے کیا۔ تاریخ بتا چکی کہ مسلمؑ عصر کے وقت تک لڑے جس طرح امامؑ کی جنگ وقت عصر ختم ہوئی مسلمؑ نے بھی عصر کے وقت ہاتھ روکا، ان کی شہادت نیشب میں اور ان کو بھی گڑھے میں گرایا۔ اگم اس دلدوز حادثہ کے بعد شہادت حسینؑ نہ ہوتی تو دنیا کبھی ایسی غیر العقول جنگ کو فراموش نہ کرتی۔ واقعہ کربلا نے اہمیت کو دبا دیا دنیا کو فہ کو بے وفا کہے مگر یہ کو فہی کے ونا شعار شیعہ تھے جنہوں نے امام مسجد کو فہ کی باری باری حفاظت کی ورنہ ایک شخص چھپر کی طرح قتل ہو جاتا۔ ہانیؑ نے مسلمؑ کو مہمان کر کے وہ درجہ خدا سے حاصل کیا جو شعیبؑ کو موسیٰؑ کی میزبانی میں ملا۔

(۲) اگر آپ کے صبر، استقلال، شجاعت، بہادری، ایثار و مواسات سے تعلیمات دنیا سبق لے تو شاہراہ ترقی تک پہنچ جانا کچھ دشوار نہیں ہے۔

آپ کی زندگی کی بیشمار تعلیمات میں دنیا کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ آپ کا ایسا استقلال پیدا کرے اور جذبات بالمال کرے۔ انسانی نفس کہتا تھا کہ ساحقی کے مر جانے اور ہرن کے پتھر صیاد میں دیکھنے کو شگون بد سمجھیں مگر امام کی طرف سے جواب پانے پر پھر ہمیشہ کے لئے دل سے خیال کو نکال دیا وہ ایسے شریف النفس تھے کہ دشمن کو قابو میں پا کر میزبان کے گھر میں قتل نہیں کیا وہ مصیبتوں میں پڑنے کو آسان سمجھتے تھے اور دھبہ دامن تک آنے نہیں دیا کہ غیر کے مکان میں کشت و خون ہو۔ ابتدا جنگ ان کا شیوہ نہ تھا اور غلغانی روئے ان کو پابند بنا چکا تھا کہ تلوار جب کھینچنا مدافعت انداز میں جنگ میں دشمن پر سبقت کسی طرح روا نہیں۔ ان کی زندگی سے جذبہ اطاعت کا تعارف ہوتا تھا وہ ویسے نام نہاد اصحاب میں نہ تھے جن کو مرسل^۱ لشکر ترتیب دے کر روانہ کرے اور وہ اس جذبہ میں کہ رسول^۲ کا وقت آخر ہے ہم اس وقت ان کو چھوڑنا نہیں چاہتے کہانہ مابین حبشہ سامہ کا جو انجام ہوا وہی موقع حضرت مسلم کے سامنے تھا ان کے دل میں حسین کی سچی محبت و عظمت تھی مگر وہ محبت پر بقا امام کی اطاعت کو سمجھتے تھے۔ لاکھ دل چاہتا تھا کہ حسینؑ کو نہ چھوڑو مگر نفس کشی کی اور جس امر پر مامور ہوئے تھے اس کو پورا کر دیا انہوں نے واجبات کی بھی اہمیت بتائی ماہ رمضان میں مرکز سے روانہ ہوئے تھے سفر میں روزہ سا قسط ہے کوفہ میں قیام کرنے پر پیہم مصائب کا سامنا ہوا لیکن اس عالم مسافرت میں بھی قضا روزے رکھ لیتے۔ اگر مشغول الزمہ ہوتے تو چار سو درہم قرعہ کی ادائیگی کی وصیت کے ساتھ روزے کے بارے میں بدرجہ اولیٰ وصیت کرتے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ امام کی محبت میں انسان کچھ بار چھوڑ دے تو عین سعادت ہے۔ کوفہ کے اہل ایمان نے ایک مسئلہ کو اور حل کیا، شہید پر غسل و کفن نہیں ہے ہاں وہ مسلم کا شہید ہونا ناقابل انکار حقیقت ہے۔ پھر گزشتہ بیان میں یہ کیوں گذرا کہ دونوں لاشوں کو غسل دیا گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ لاشوں کو بازار کوفہ میں کھینچنے سے بظاہر خارجی نجاستیں پہنچ گئی تھیں جس کی طہارت اور زائرہ نجاست کے لئے غسل دیا ہو۔ العالم۔

حضورِ مسلم کے پسماندگان

اولادِ نرینہ سے تو یقیناً مسلم کی نسل قطع ہو گئی۔
 دو بچے کوفہ میں اور دو کربلا میں شہید ہو گئے۔
 اولاد کہاں باقی رہی یہ ممکن ہے کہ یتیمہ مسلم سے نسل برہم ہو۔ مگر اس کا کوئی ثبوت
 نہیں ملتا۔ ہاں جنابِ عقیلؑ کی نسل بیشک دورِ امام جعفر صادقؑ تک تھی۔ ہشام بن
 حکم مشہور نوجوان مناظر کی آمد کے موقع پر امام جعفر صادقؑ کے چہرے سے جو خوشی
 کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ خدا نے کعبہ کی قسم ہشام (آ رہے ہیں)
 اس کو سن کر حاضر وقت راوی کا بیان ہے کہ میں گمان ہوا اولادِ عقیلؑ سے ایک شخص
 ہشام بڑا دوست حضرت کا تھا وہی ہو گا۔ یہ شخص کس کی اولاد سے تھا؟ اس کی
 صراحت نہیں ہے۔

ایسا حادثہ بھی دنیا میں کم ہوا ہو گا کہ مرنے والے کے بعد پسماندگان بھی
 سفرِ آخرت کر گئے۔ جنابِ مسلمؑ کے بھائیوں میں جعفرؑ، عبد الرحمنؑ، عبد اللہؑ،
 موسیٰؑ، عونؑ، علیؑ کا واقعہ کربلا میں اذنِ جہاد حاصل کر کے لڑنا اور
 پھر شہید ہونا مقاتل میں موجود ہے اور بھتیجیوں میں جعفرؑ، احمدؑ جو آپ کے
 بھائی محمد بن عقیلؑ کے فرزند تھے اور محمدؑ جو آپ کے دوسرے بھائی سعید بن عقیلؑ کے
 بیٹے تھے ان کی لڑائی اور شہادت بھی موجود ہے۔ صرافہ باہمی نے آلِ علیؑ کے مرثیہ
 میں غالباً انہی کی طرف اشارہ کیا ہے "اے آنکھِ نالہ و فریاد کے ساتھ ساتھ آنسو بہا
 اور اگر نوحہ کرنا ہے تو آلِ رسولؐ پر نوحہ کر" تو ان میں علیؑ کے صلیب تھے جو قتل
 ہوئے اور (۹) اولادِ عقیلؑ سے ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی صاحبِ اولاد ہو اور
 اس کی نسل بڑھ کر دورِ صادقؑ تک پہنچی ہو یا ان کے علاوہ کسی اور بھائی بھتیجے کی نسل ہو
 واللہ العلیم۔

لہذا شادی ۱۶ھ ام القیام اور زینبؑ بھی حضرت عقیلؑ کی بیٹیاں تھیں ممکن ہے ان کی نسل ہو
 ۱۶۔ (جلال السیون) ۱۶۰ نسلاً منہم لصلب علیؑ قد وابتدئہ و تسعۃ لعقیل۔

مقتولین کی فہرست

اُن شیعہ مقتولین کی فہرست جو شہادتِ مسلم کے سلسلہ میں قبل و بعد قتل ہوئے۔

نمبر شمار	نام مقتولین	مقام قتل	سزائے موت کی وجہ
۱	دارع [ؓ]	بصرہ	امام حسینؑ کا خط بصرہ پہنچانا
۲-۳	محمد بن کثیرؓ مع فرزند	کوفہ	حضرت مسلمؑ کی مینزبانی
۴	ہانی بن عروہؓ	کوفہ	حضرت مسلمؑ کی مینزبانی
۵	عبد الاعلیٰ بن زید مکی	کوفہ	نصرتِ حسینؑ کا ارادہ
۶	عمارہ بن صاحبؓ	کوفہ	نصرتِ حسینؑ کا ارادہ
۷	قیس بن مسہرؓ	کوفہ	امامؑ کی نامہ بری
۸	عبداللہ بن یقطرؓ	کوفہ	امامؑ کی نامہ بری
۹	مشکورؓ جبیلر کوفہ	کوفہ	یتیمانِ مسلمؑ کو جیل سے رہا کر دینا۔
۱۰	فرزند عمارت	کوفہ	مینزبانِ عورت کو شمشیرِ حارثؓ سے بچانا

یہ وہ قربانیاں ہیں جو قتلِ مسلمؑ کے سلسلہ میں ہوئیں۔ کیا شہداء اور کربلا کے ساتھ نذر نیاز کے موقع پر آپ ان سرفروزشِ حضرات کو یاد رکھیں گے اور ان کی پاک روحوں کو اپنے اعمالِ خیر کا ثواب ہدیہ کریں گے۔ اس پر اگندہ فوج کے سپہ سالار حضرت مسلمؑ ہیں وہ اور ان کے دونوں نہال کوفہ کو اپنی کربلا بنا گئے۔

شہادتِ حضرت مسلمؑ پر علامہ حکیم محمد ممتاز حسین عثمانی
المتوفی ۱۹۳۶ء مدیر اودھ پنچ لکھنؤ کے تاثرات

ذیل میں ہم اس فاضلانہ مقالہ کو درج کر کے کتابِ ختم کرتے ہیں جو سرفرازؒ

محرم نمبر ۱۳۵ھ میں شائع ہوا۔ ہم کو ذاتی طور پر علم ہے کہ ادارہ سرفراز کی تحریک پر یہ مضمون اس طرح مرتب ہوا کہ علامہ حکیم محمد ممتاز حسین عثمانی مرحوم بولتے جلتے تھے اور ادیب عصر شیخ ممتاز حسین صاحب جو نیوری لکھتے جاتے تھے۔

مظلوم کربلا کے قافلہ کا ہر اول شہادت مسلم میں
بیکسی حسین کا عکس ایک عالم علوم مشرقی کے قلم سے

یہ جلیل الشان مجاہد حسین نے اپنے خون سے وفاداری اسلام کا باغ سینچا
ان یگانہ بہادروں میں سے ایک فرد ہے جس سے امام حسینؑ کا مختصر شکرت مرتب
ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ میدان کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ ہوتے تو
مثل حضرت عباسؑ لشکر شام پر بلائیں نازل کرتے مگر تقدیر نے تنہا ان کے لیے قبل
از واقعہ کربلا ایک میدان آراستہ کیا تھا جس کے سر کرنے میں ان کا کوئی شریک
سہم نہ تھا۔ واقعات مشہور ہیں اور اس قابل ہیں کہ ان کی تصویر وضاحت سے
دکھائی جائے مگر افسوس کہ سلسلہ ان واقعات کا پاشاں ہے کتب انساب میں
ان کا ذکر اس قدر ہے کہ یہ حضرت علیؑ کے منجھلے بھائی عقیلؑ کے صاحبزادے تھے
اور یہ کہ حضرت عباسؑ بن علیؑ کی حقیقی بہن ان کے جہانم عقد میں تھیں اور اس
لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ شہادت مسلم سے حضرت امام حسینؑ پر اپنی بہن کی
بیوگی کا یہ پہلا داغ نہایت گراں گزرا۔ مسلم کا ارادہ تھا کہ اس فوج کے سردار
بن کرم خروج کریں مگر بائی نے اجازت نہ دی حکمت علیؑ کی راہ سے مسلم کی رائے
صائب تھی یعنی اگر حملہ ہو جاتا تو جوش کی تازگی غالباً کامیابی پر ختم ہوتی اور
یہ نوبت بہم نہ پہنچتی کہ مجمع منتشر ہو جاتا اور مسلم ایک و تنہا رہ جاتے لیکن
اس وقت امر حق ایسا منجلی نہ ہوتا جیسا کہ شہادت سے ہوا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ
امر حق وفات پیغمبرؐ کے بعد ہی سے مشتبہ ہوا یعنی بعد وفات پیغمبرؐ حضرت علیؑ
نے میر کیا۔ مسلم مڑے تو کیا ہوتا وہی جو علیؑ کی ٹرائی سے ہوا۔ اچھا ہوا کہ ٹرائی

نہ سبوتی ورنہ دشمن یہی کہتے کہ یزید یوں نے اپنی جان کی حفاظت کی اور یہ جنگ مدافعانہ تھی۔

واقعات اس مضمون کے مناقب ابن شہر آشوب سے ماخوذ ہیں۔ اس کتاب میں مسلم کے ان دو چھوٹے بچوں کا تذکرہ نہیں ہے جو باپ کے ساتھ سے چھوٹ گئے تھے۔ در بدر مارے مارے پھرتے تھے۔ یہاں ہمیں ان دو غریب سید زادوں کا حال لکھنا مقصود نہیں ہے۔ مسلم کو دشمن کے گھر میں پناہ ملی مگر یہ جائے پناہ خود ہی ایک جال بن گئی جس میں یہ اجل رسیدہ طائر پھنس گیا۔ طوع کے لبتن سے اسید حفری کا ایک لڑکا ہلال نامی تھا وہ مسلم کے حال سے واقف ہو گیا اور دربار میں اپنے سوتیلے باپ کو خبر دینے پہنچا۔ ایک دیا سلائی تھی جس نے کینہ اور حسد کے بارود میں آگ لگا دی۔ مگر وہ گروہ دستہ دستہ جوق جوق فوجیں اس تن تنہا مسافر پر وار کرنے کے لئے طوع کے گھر پر روانہ ہوئیں جس میں ۱۲ آدمی مسلم کے ہاتھوں کھیت رہے اور ۲۹ جاں لے کے بھاگے۔ ابن زیاد نے دوسری فوج بھیجی یہ بھی خائب و خاسر بھاگی اور اس میں سے ۱۲ آدمی مقتول ہوئے۔ بقیۃ السیف نے پھر کلک طلب کی۔ ابن زیاد جھلا گیا اور کہنے لگا کہ ایک فرد سے اتنی بڑی فوج کا گھونگھٹ کھانا کتنی بڑی شرم کی بات ہے۔ لوگوں نے کہا کسی نیٹے بقال کا معاملہ نہیں ہے یہ بیشہ شجاعت مرتضوی کا شیر دلیر ہے۔ اس کے منہ چڑھنا سہل نہیں ہے۔ فوج بڑی دل کی صورت میں بھیجی گئی جس کا شمار خدا ہی جانتا ہے ان میں سے تلوار و نیزہ و تیر لے کے حملہ کرنے والے اپنا وار کرتے تھے مگر بس نہ چلتا تھا آخر ڈھیلے پتھر کی نوبت آئی۔ مسلم پشت فرسی پر قائم نہ رہ سکے اور اسیر ہو گئے۔ مرتن سے جدا کیا پھر جسد اطہر کو نیچے گر دیا گویا نوین ذی الحجہ کو امام حسینؑ شہید ہو گئے۔ (ص ۲۸ لغایت ص ۳۰)

علامہ کنتوری مولانا سید غلام حسین
طاب ثراہ کے تاثرات

ہم نے شہادتِ مسلم پر جو حقائق
بحث فرمائی ہے اس کا خلاصہ
درج کیا جاتا ہے :-

۱) حضرت مسلمؓ میں چند خصلتیں ایسی تھیں جو کسی اور صحابی اور اہل بیت
میں نہ تھیں۔ رسولؐ نے ان کے حق میں فرمایا کہ مسلمؓ نرزد عقلؓ میرے نرزد
حسینؓ کی محبت میں قتل کیا جائے گا جو مومن میری امت میں ہیں ان کی آنکھیں
مسلمؓ کی مصیبت پر روئیں گی اور ملائکہ حضرت مسلمؓ پر درود بھیجیں گے یا یہ
معنی ہیں کہ ان کے جنازے پر نماز پڑھیں گے۔ لفظ صلوٰۃ سے اگر دعا کے معنی
لیے جائیں یعنی ملائکہ درود پڑھیں گے اس سے تو فضیلت آپؐ کی ثابت ہے اور
اگر لفظ صلوٰۃ سے نماز جنازہ کے معنی مراد ہیں تو باوجود فضیلت کے یہ حدیث
حضرت کی تنہائی و غربی پر بھی دلالت کرتی ہے یعنی ایسے مقام پر تنہا شہید
کیے جائیں گے جہاں ان کے جنازے پر کوئی نماز بھی نہ پڑھے گا۔ دوست
بخوف تقیہ اور دشمن براہ عداوت پس ملائکہ مقربین ان کی نماز جنازہ پڑھیں
گے۔ بہتر یہی ہے کہ معنی صلوٰۃ کے ہی مراد لیے جائیں۔

۲) جناب فاطمہ زہراؓ ان کی خون آلود لاش پر روئیں اور اس لاش کو جس
کے اعضاء صدمہ سے ٹھوکروں کی راہ کے پتھروں سے پارہ پارہ ہو گئے تھے اپنی گود
میں لیا جیسا کہ حُر بن یزید ریاحیؒ نے اس کیفیت کو خواب میں دیکھا ہے اور ماتمی
کیڑے عزاداری میں حضرت مسلمؓ کے پنے جس طرح اپنے فرزند حضرت امام حسینؓ کی
تعزیت میں جناب سیدہؓ عزادار ہوئی تھیں۔

۳) حضرت مسلمؓ کی شہادت کو فہ میں اور روانگی امامؓ کی مکہ سے یہ
دونوں ایک ہی دن ہوئے۔ اب امام حسینؓ کے اس قول کی تاویل اچھی طرح ہو
جاتی ہے جو آپؐ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ میں مکہ میں پہنچ کر عراق جانے کا

خدا سے استخارہ کروں گا اور یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے اپنے بابا کو خواب میں دیکھا ہے کہ اُن جناب نے ایک بات کی مجھ کو وصیت کی ہے جس کو میں کسی سے بیان نہ کروں گا جب تک میں اپنے نانا سے جانہ ملوں۔ اب معلوم ہوا کہ شہادتِ مسلم کی گویا مقدمہ اور تہدیک تھی۔ جنابِ امام کی شہادت کی اور کچھ دور نہیں کہ رسولؐ نے عالمِ رویا میں بھی وصیت کی ہو کہ جب مسلم شہید ہو جائیں تو اُمّہ شہادت ہو جائے۔ (۴) حضرت مسلمؑ کو پوری قدرت حاصل ہو گئی تھی قتلِ ابنِ زیاد پر۔ آپ نے بنظر احتیاط اسے قتل نہیں کیا۔ وہ عالمِ امن میں تھے۔ لڑائی میں فریب دینا شریعت میں جائز ہے اور بدون لڑائی کے بغفلت قتل کرنا اور بات ہے۔

(۵) جنابِ امیرؑ نے خواب میں آکر حضرت مسلمؑ کو ان کی خبر شہادت دی۔ یہ ایسی فضیلت ہے جس سے بڑھ کر آدمی کے واسطے کوئی فضیلت نہیں اس لیے کہ کافی میں حُریرِ امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کسی اُمّہ کا وقت رحلتِ قریب آتا ہے جنابِ رسولِ خداؐ اس کے پاس تشریف لاتے ہیں خبر مرگ لیکر، چونکہ مسلمؑ کو امامؑ نے اپنا نائب کیا ہے اور وہ امامؑ نہ تھے مگر نائب خاص تھے اس لیے رسولِ خداؐ تو نہیں اُن کے وصی حضرت امیرؑ مسلمؑ کو خبر دینے آئے میں امید کرتا ہوں کہ اس (اثباتِ فضیلت) کے صلہ میں رسولِ خداؐ میری بروز شتر شفاعت کریں گے۔ حضرت مسلمؑ کو یقین تھا کہ امام حسینؑ اور ان کے اصحاب و انصار کربلا میں ضرور شہید ہوں گے اور اپنی نسبت یہ خیال تھا کہ میں کوفہ میں شہید ہوں گا تو شاید شہدائے کربلا کے مراتب کو پہنچوں۔ اس آرزو میں کوفہ جانے سے مستعفی ہوئے تھے اور یہ خیال بہت درست اور بجا بھی تھا اس شبہ کے دفع کرنے کے لیے امام حسینؑ نے اپنے آخری استغاثہ میں سب سے پہلے فرمایا ہے اے مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عروہؑ (اٹھو اور میری مدد کرو) ان دونوں بزرگوں کا نام لینا شہدائے کربلا کے ساتھ اس عرض سے تھا کہ دونوں شہدائے کربلا میں داخل ہیں۔ ابنِ زیاد نے میثمِ تمارؑ (صحابیِ امیر المؤمنینؑ) کو کوفہ میں قتل کر دیا۔ دس روز پہلے داخلہ امام حسینؑ سے عراق میں بنا براس روایت کے

شہادت میثمؓ بعد شہادت مسلمؓ قرار پائی۔ مگر امامؑ نے اس استغاثہ میں میثمؓ کو نہیں پکارا۔ میثمؓ اگرچہ دوستی اہل بیت میں قتل ہوئے مگر ان کی شہادت کا تعلق ان خاص امور سے نہیں ہے جو شہدائے کربلاؑ سے مخصوص تھیں۔

(۷) امامؑ نے جبن کی نسبت جناب مسلمؓ کی طرف بطور اہانت کے نہیں دی بلکہ نفی کی نسبت دی اور کلام کو اس عبارت میں نہیں وارد کیا جس سے قطعاً نسبت جبن کی حضرت مسلمؓ کی طرف ثابت ہو بلکہ جبن نہ واقع ہونے کی ترجیح ثابت ہوتی ہے اور جبن واقع ہونے کا احتمال مرجوح معلوم ہوتا ہے۔ پس امامؑ کو ناگوار ہوا کہ جبن کی نسبت اپنے بھائی کی طرف بطور اثبات فرمائیں بلکہ جبن کا ذکر اس طریقہ پر کیا کہ جس سے نفی جبن کی ثابت ہوئی۔

(۸) امام حسینؑ کا یہ فرمانا کہ اے بھائی مسلمؓ تم میرے اہل بیت میں ہو ہم تمہاری مصیبت کو فال بد نہیں سمجھ سکتے یہ کلام ان معنوں سے حضرت مسلمؓ کے کمال مرتبہ پر دلالت کرتا ہے اور ان کے مدارج کی بلندی اس سے ظاہر ہوتی ہے لازم ہے کہ مومن اس باب کو خوب غور سے دیکھے اور سمجھے۔

(مستیق فی مقتل الحسین)

ریگزار مصر میں شجاعتِ مسلمؓ کے جوہر

صفین میں میمنہ فوج کی سرداری

واقعہ کربلا میں حضرت مسلم بن عقیلؓ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے ان کی ذات گرامی صحیفہ شہادت کی بسم اللہ ہے اور ان کے عزائم کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو ایمان سے معمور دل سینہ میں رکھتا ہو۔ ہم نے اس شہیدِ اول کی مسلسل سوانح حیات کتابی صورت ڈیلیوسو صفحات میں لکھ کر آج سے ۷ برس پہلے شائع کی اور اس وقت ناظرین الواعظ کی ضیافت طبع کے لیے قلم اٹھایا ہے۔ وہ کتاب مرقو

کے متدرک کی حیثیت ہے یعنی جو کچھ لکھ چکے ہیں اس کے سوا لکھنا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مستحق مدح افراد کی ثنا و صفت انسانیت کا فرض اولین ہے اور کمال میں جو جذب قدرت نے عطا کیا ہے وہ خود مقتضی ہے کہ ستائش کرنے والے اپنی کوتاہی کا اعتراف کریں اور حق مدح ادا نہ ہو۔ نورشرواں کا عدل، حاتم کی سخاوت، رستم کی بہادری، یوسفؑ کا حسن صدیوں سے زیر بحث ہے اور ثنا گستریہ محسوس کرتا ہے کہ ہم نے اوصاف جمید کا صحیح تعارف نہیں کیا۔

حضرت مسلمؑ اگر کسی ایک صفت کے حامل ہوتے تو مدح و ثنا کی سزاوار تھے مبدء فیاض نے ان کو صفات کمال کا مجموعہ قرار دیا ہے، حسب و نسب ذاتی خصوصیات بلند اور اعلیٰ کردار طاقت و بہادری، علم و عمل زہد و ورع شہادت وہ صفات ہیں جو ان کے حالات زندگی کے سنہرے باب ہیں۔ اولاد کی نجابت و شرافت میں ماں باپ کی شرافت نسب کو بہت بڑا دخل ہے۔ حضرت مسلمؑ کے ماں باپ عرب کے شریف ترین خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ عقیلؑ کا نام عربی ادب میں آفتاب کی طرح چمکتا ہے پیغمبر خداؐ کو ان سے بہت محبت تھی۔ قرآن حکیم نے ان کی مدح و ثنا کا وہ یہ دو آیتیں جن محترم اور معزز افراد کی شان میں ہیں ان میں جناب عقیلؑ بھی ہیں۔

اخوانا علی سرر متقابلین پکا حجر۔ هو الذی ایدک بنصرہ وباللومنین (انفال پک)

ان دونوں آیتوں میں وہ ذات جو تائید رسولؐ سے مخصوص اور اخوت کی منزل پر ہے حضرت امیر المومنینؑ اور عقیلؑ میں فضیلت مشترک ہے۔ دونوں بھائیوں میں (دیکھو مناقب آل ابی طالب جلد ۲ ص ۱۸۱ وارجح المطالب ص ۸۲)

دربار رسالتؐ میں عقیلؑ کی بڑی وقیع حیثیت تھی جناب فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا کی رخصتی میں جب معصومہؑ کو نین کی سواری حضرت علیؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوئی تو عقیلؑ ساتھ ساتھ تھے۔ بنت نبیؑ کے جنازہ کی مشالعت میں جو وفادار مسلمان یکجا تھے ان میں عقیلؑ کا نام بھی ہے۔

واقعہ کہ بلا سے نو دس برس پہلے ان کی وفات واقع ہو چکی تھی اور اگرچہ وہ شریک نصرت نہ تھے مگر ان کی اولاد زیادہ سے زیادہ تعداد میں کام آئی اور اولاد عقیل کے خون سے کہ بلا کی زمین زنگین ہوئی۔ عقیل کی روح پر واقعہ کہ بلا کا اثر تھا اور وہ بہشتِ عنبر سرشت میں بے چین تھے ان کی روحانی تکلیف کا ثبوت ہندو جوہر یزید کا خواب ہے جو بخار الانوار کی دسویں جلد میں موجود ہے ہند کے دل میں آل محمد کی محبت تھی اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ وہ آسید صفت دشمن کے گھر میں رہ کر اس گھر کا کلمہ پڑھتی تھی اس کو واقعہ کہ بلا کے بعد سے خواب و خور حرام تھا۔ اس کا بیان ہے جب مجھے بستر پر نیند آگئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ دروازہ ہائے آسمان کھل گئے ہیں اور فرشتے جوق جوق سرِ حسینؑ پر اترتے ہیں اور ان کی زبانوں پر سے السلام علیک یا ابا عبد اللہ السلام علیک یا بن رسول اللہؐ میں اس عالم میں تھی کہ آسمان سے ایک ابر نازل ہوا اس میں بہت سے مرد و سوار تھے اُن سے اس مجمع میں ایک چاند کی طرح چمکتے ہوئے چہرے کے بزرگ بڑھے اور دوڑ کے لب و دندانِ حسینؑ کو چومنے لگے اور یہ کہتے جاتے تھے یا ولدی قتلوک ومن شرب الماء منعوک اتر اھم ماء فوک۔ اے بیٹا تجھے قتل کیا اور تجھ پر پانی بند کیا۔ انہوں نے کیا تجھے نہیں پہچانا یا ولدی انا جدد محمدؐ المصطفیٰ و هذا البوک علی المرتضیٰ و هذا اخوک الحسن و هذا عمک جعفر و هذا عقیل و هذا حمزہ و هذا العباس اے فرزند میں تمہارا نانا محمد مصطفیٰؐ ہوں اور یہ تمہارے باپ علی مرتضیٰؑ اور وہ تمہارے بھائی حسنؑ اور تمہارے چچا جعفرؑ اور عقیلؑ و حمزہؑ و عباسؑ ہیں۔ ثالث ہند فالتبت من نومی فرعتہ موعوبہ فاذا بنور قد اشرق علی راس الحسین فجلت اطلب یزید و هو قد دخل الی بیت و قد ورد وجھ الی الحائط و هو ليقول مالی و الحسین۔ ہند کہتی ہے میں ڈرتی ہوئی نیند سے خوف زدہ بیدار ہوئی تو دیکھا کہ سرِ حسینؑ سے ایک نور چمک رہا ہے۔ یزیدؑ کو جوڑے ہوئے اتوار ایک حجرے میں یوں پایا کہ رُخ اس کا دیوار کی طرف تھا اور کبہ رہا تھا کہ مجھے کیا ہوا تھا میں نے حسینؑ کو کیوں قتل کیا۔ اس خواب سے یہ بھی واضح ہے کہ نہ صرف

روز جزا حضرت عقیلؑ دبار نبویؐ میں ہوں گے۔ آج بزرخ میں بھی ان کے ساتھ ہیں۔
 حضرت مسلمؓ اسی مقرب بارگاہ رسالتؐ کے چشم و چراغ تھے۔ ان کی رگ رگ میں
 شجاعت و بہادری و فدا و عقیدت سرایت کر چکی تھی۔ امیر المومنین علی بن ابی طالبؓ
 کا وہ سایہ عطف و اور تعلیمات جو محمد بن ابی بکرؓ کو بہادر ترین انسان بنا دیں جن کی
 صحبت سے مالکِ اشترؓ فخرِ روزگار بہادر سمجھے جائیں ناممکن ہے کہ اس یزیدؓ میں جب
 اغیارِ زیورِ کمال سے آراستہ ہوں تو خاندان کے نو نہال ایسے بزرگ کے سایہ میں کیا
 کچھ کمال حاصل نہ کریں گے۔ مسلم بن عقیلؓ فنونِ حرب و ضرب میں اس بلند مرتبہ
 تک پہنچ گئے جس کی ان سے امید تھی اور ان کی جنگی خدمات سے خاندانِ رسالتؐ
 کے مخالفین نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ ہر خلافت کو بنی ہاشم کی طرف سے اس کی علمی
 و سیاسی مشکلات میں برابر مدد پہنچتی رہی اور یہ تعاون صرف اس لیے تھا کہ اسلام
 عام نظر میں سبک نہ ہو۔ اگر مسلمانوں کے مقرر کردہ خلیفہ نے کوئی سیاسی غلطی کی تو
 جانشین پیغمبرؐ نے ان کو ٹوک دیا۔ اگر کسی علمی نغزش کی نوبت آئی تو خود اس
 عقدہ کو حل کر دیا۔ مسائلِ قضایا علمی استفسارات میں شیخین کا آلِ محمدؐ سے رجوع
 کرنا حدِ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور مسلمانوں کو اس زمانہ میں جو فتوحات ہوئیں اس میں بھی
 حضرت امیرؓ کا مشورہ شریک تھا چنانچہ مصر کی طرف فوج کشی میں دماغی مشوروں کے ساتھ
 ساتھ نفوس سے بھی مدد کی اور اولادِ عقیلؓ کے کئی نوجوانوں کو مسلمانوں کی فوج میں بھرتی
 کر کے بھیجا ان کے رجز اور جنگی خدمات تاریخوں میں موجود ہیں۔ آنحضرتؐ نے جس گرجبوشی
 اور ولولہ سے دائرہ اسلام کو وسعت دی اس کے دیکھنے والے کم ہیں اور ظاہر پرست
 یہ کہتے ہیں کہ خلیفہ دوم کے عہد میں اسلام بہت کچھ آگے بڑھا مگر یاد رہے یا بلغ
 نظر وں سے کام لینے والے گوشہ گیر حاکم کو نہیں دیکھتے، فوج کو دیکھتے ہیں جس نے کارِ نمایاں
 کیے اہل سنت کے علامہ شیخ محمد بن محمد معزمؒ میں مسلمانوں کی فتوحات کے سلسلہ میں
 کہتے ہیں واللہ در مسلم بن عقیلؓ واخوته لقد قاتلوا قتالا شديدا حتى كانت الدماء

علی درویش کا تھا اکیلا اہل۔ و کتاب قصۃ البنہما و ما فیہا من العجایب و العزایب و ما وقع الصحابہ فیہا رضوان اللہ علیہم ص ۹۷ چھاپ بکری ۱۳۸۵ء) قابل تبریک ہیں مسلم بن عقیل اور ان کے بھائی انہوں نے اس محاذ پر بہت ہی سخت جنگ کی۔ ان کی زہروں پر خون جاری ہونے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اونٹ کے جگر کے خون آلود ٹکڑے ہیں۔

اب کون کہے کہ نفع کا سہرا کس کے سر ہے۔ غلو ص سے کام کرنے والے لاکھ چاہیں کہ ان کا نام پردہ خفا میں رہے مگر قدرت ان کی خدمات کی نشر و اشاعت پر خور تیار ہے اور صدائے تعجب اس طبقہ کے دہن سے نکلتی ہے جو بزرگ خود مسلم بن عقیل کے گھرانے کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتا۔

مصرف ہونے کے بعد کیا مسلمان اولاد عقیل کی بہادری کو بھول گئے ہوں گے اس عظیم قربانی کے بعد کیا مسلم الی ذات مسلمانوں میں محتاج تعارف ہے؟ یہ عنفوانِ شباب کا جہاد تھا خلافت کا دوسرا اور تیسرا دور گذرا عمان حکومت حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کے ہاتھ میں آئی اور شام کے گورنر معاویہ کی سازش سے مسلمانوں میں خاتمہ جنگی کا آغاز ہوا۔ صفین و جمل و نہروان میں زبردست لڑائیاں ہوئیں جن میں لاکھوں مسلمان کام آئے۔ ان غزوات میں اول الذکر جنگ میں پھر مسلم بن عقیل کا نام نامی نظر آتا ہے۔ فلما استبطل صفر ستہ سبع ثلاثین امر علی فتودی بالشام بالاعذار والانذار ثم غلب عسکرہ فجعل علی مینمۃ الحسن والحسین و عبد اللہ بن جعفر و مسلم بن عقیل و علی مسرتہ محمد بن الحنفیہ و محمد بن ابی بکر و ہاشم بن عتبہ و علی القلب عبد اللہ بن العباس و عباس بن ربیعہ بن الحارث والاشتر والاشعث و علی الجناح سعد بن قیس الہمدانی و عبد اللہ بن ندیل بن دریم الخواص و رفاعہ بن شداد و الجلی وعدی بن حاتم و علی الکھیل عمار بن یاسر و عمرو بن الحق و عامر بن وائلہ الکنانی و قیسہ بن الحجاج و الاسدی (مناقب آل ابی طالب ص ۹۸ ج ۳ طبع بمبئی) جب صفر ۳۵ھ کا چاند ہوا اور حضرت امیر کی طرف سے لشکر شام کو غزوہ نصیبت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو آپ نے فوج کی ترتیب شروع کی۔ مینمہ پر

دستِ ملامت کی طرف (اپنے فرزند ان) حسنینؑ اور داماد (عبداللہ بن جعفرؑ اور مسلم بن عقیلؑ) کو مقرر کیا اور میرہ پر بایں ہاتھ کی طرف (دوسرے فرزند) محمد حنفیہؑ (الحکود کے پلے) محمد بن ابی بکرؑ اور ہاشم بن عقبہؑ کو معین کیا اور جناح لشکر پر سعد بن قیس ہمدانیؑ اور عبداللہ بن بدیل بن درقہ خزاعیؑ اور رفاعہ بن شداد بکلی اور عدی بن حاتمؑ کو تعینات کیا اور کمیں گاہ میں عمار یا سمر عمر بن مہدیؑ خزاعیؑ اور عامر بن واثقہ کنانیؑ اور قبیصہ بن جیاد اسدیؑ معین ہوئے۔ یہ ترتیب کیا امیر المومنینؑ کی حقانیت کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ میدانِ نبرد میں اپنے گھرانے کے تمام نوجوانوں کو لے آئے۔ بیٹا، بھتیجہ، داماد بھائی کسی کو باقی نہیں رکھا۔ ثابت ہوا کہ مسلم بن عقیلؑ ان جگر کے مکملوں میں تھے جنہوں نے فرزند ان رسولؐ حسنینؑ کے پہلو میں جگر پائی اور صفین میں ان کے جنگی خدمات حاصل کئے دشمن کی ٹڈی دل فوج کا پامردی سے مقابلہ کیا۔ یہ جوانی کا جہاد تھا جس سے شام کا بچہ بچہ واقف ہے جنگ صفین میں شرکت کے ۲۳ سال بعد واقعہ کربلاؑ ظہور میں آیا اور اب یقیناً مسلم بن عقیلؑ کا عالم شباب نہ تھا۔ دیناؤ تاریخ میں فتوحات مصر سے ان کی سیفِ ابدار کا تعارف ہوتا ہے۔ پھر صفین میں تلوار کے جوہر نمایاں ہوئے۔ واقعہ کربلاؑ تک فتون جنگ کا تجربہ ہاتھ کی صفائی شمشیر زنی میں کمال ہونا لازم تھا۔ بنی ہاشم کے انہیں شیروں کا نہیں تھا کہ زیرِ نیرتے فرزند رسولؐ گیر چڑھائی سے پہلے بالیاں کو نہ و شام کو مہنو ابنا لیا اور اپنے نزدیک حسنینؑ کے ٹھکانے کی پوری کوشش کی پھر بھی مطلبی گھرانے میں نوجوانوں کے علاوہ محمد بن حنفیہؑ، مسلم بن عقیلؑ، عون بن علیؑ ابو الفضل العباسؑ ایسے نبرد آزما موجود ہیں جن میں کا ایک ایک بہادر نہاروں پہلو انوں کے مقابلہ میں کافی تھا اور رحمۃ اللعالمینؑ کا پروردہ آغوشِ امامؑ لاکھ چاہتا تھا کہ امتِ جہد کے مقابلہ میں سامانِ جنگ فراہم نہ کرے مگر یہ چاروں بھائی یزیدیت کا سر کھینچنے کے لئے کافی تھے اور دنیا کی تمام طاقتوں سے فرزند رسولؐ کی طاقت بڑھی ہوئی تھی اور یہ بھی ناممکن تھا کہ حسینؑ میدانِ جنگ میں قدم رکھیں۔

اور غنا صراہہ ساتھ نہ دیں مشکل کشا کے فرزند کے لیے اسی صعوبت کا حل بڑا آسان تھا محمد بن حنفیہؓ ایک بھائی کو مدینہ ہی میں رہنے کا حکم دیا مسلم بن عقیلؓ کو اپنا خصوصی نائب قرار دے کر کوئٹہ بھیج دیا۔ عباسیوں کو مشک و عکم دے کر فرات سے پانی لانے کی خدمت تھولین کی اور سیح فاطمہ کے دانے چار طرف بکھر گئے۔ مسلم بن عقیلؓ کے جہاد کا لطف اس وقت تھا جب ان سے فرزند رسولؐ کے سامنے شجاعت و بہادری کے جوہر ظاہر ہوتے اور بھائی کی جنگ بھائی دیکھتا افسوس ہے کہ پردیس، تنہائی، مسافرت میں بے آب و دانہ سہونا ایک اجنبی کے گھر میں مہمان رہ کر ساری رات جاگنا اور شب بیداری کا تعب، بچوں کی جدائی کا صدمہ بیعت کرنے والوں کی بے وفائی کا دکھ چھ سخت ترین مصیبتیں تھیں جو اپنے بائیں تحت و فوق عقب و در و برو سے گھیرے ہوئے تھیں اور حضرت مسلمؓ کی تلوار نصرتِ دین میں مشغول رہی ابھی تک نہ ان کا ایسا اطمینان دیکھا تھا نہ وہ شجاعت کی تصویر دیکھی۔ کوئٹہ کی ٹڈی دل فوج میں گھر کے پہلے حملہ میں ۱۸۰ دشمنوں کو قتل کیا۔ صبح سے عصر تک لڑتے رہے۔ تاریخ عالم میں اس جہاد کی نظیر نہیں ہے۔ محمد بن اشعثؓ نے ابن زیادؓ کے جواب میں کہا کہ یہ گمان نہ کر کہ تو نے ہم کو کسی سبزی فروش یا کسان کی طرف جنگ کرنے بھیجا ہے ہم شیر و زندہ اور خدا کی برہنہ تلوار سے لڑ رہے ہیں اور زبارتِ مسلم بن عقیلؓ اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ شہدائے بدر کی منزل پر فائز ہیں۔ **اشھد انک مضیت علی ما مضی علیہ الدیالون** (مفاتیح الجنان) فرزند رسولؐ الثقلینؑ کے دل پر ان کی شہادت کا غیر معمولی اثر اور بھائی کلماتیوں کی بھولی بھالی صورتیں دیکھ کر اور زیادہ مرنے والے کی یاد تازہ ہوتی تھی (الواعظ باب ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۷ء)

حضرت امیر المومنین کا ایک اشارہ | لا مولک کا د اعطاء کلام اور یہ ارشاد کہ اے حارِ جدائی کوئی مومن و کافر ایسا نہیں جو مرتے وقت مجھ کو نہ دیکھے اصل بیت سامنے رکھو اور تاریخ کی روشنی میں دیکھو یہاں

مرکز ایمان اور حارث آپ کے پہلو نشیں اور مخاطب تھے۔ ضرورت شعریں آخری حرف کو گرا دینے کے معنی تھے کسی تقریر میں سامعین کو یہ بتائے حارث لہذا قاتل ہے ان کے سکے بقیعہ فرزندِ مسلم کا اس لئے پورا نام زبان پر نہ لائے اور قاتل کو نظر انداز کیا۔

(۲) مولوی سید سخاوت حسین صاحب مرحوم بزرگ خاندان اجتہاد جو ایک کتب خانہ چھوڑ کر دنیا سے گئے ان کے دو فرزند مولوی کاظم حسین اور مولوی ناظم حسین صدر الاناضل کسبی میں عباسی پینے ہوئے کسی راہ سے گذر رہے تھے ایک مردِ مومن نے دونوں بھائیوں کی عالمانہ وضع قطع دیکھ کر محبت سے کہا فرزندِ مسلم جارہے ہیں۔ چھوٹے بھائی نے برجستہ کہا حارث لہذا عقب میں ہے کبھی کسے والا دم بخود ہو گیا۔

آداب زیارت

زائرانِ نجف اشرف مسجد کو نہ کے اعمال سے فارغ ہو کر حضرت مسلمؑ کی زیارت

پڑھتے ہیں درودِ نہ کے قریب پہنچ کر یہ اذن پڑھنا چاہیے :-
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْحَقِّ الْمُبِينِ الْمُتَعَالِ الْعَظِيمِ جَبَّارُ الْعَالَمِينَ الْمُعَرِّفِ
 رَبُّ رُوحِ بَيْتِهِ جَمِيعِ اَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَيْنِ الْمُقَرَّبِ تَوْحِيدِهِ سَائِرِ الْاَعْلَى اَجْمَعِينَ
 وَصَلَّى عَلَى سَيِّدِ الْاَنَامِ وَاهْلِيْبَيْتِهِ الْكَرَامِ صَلَوةً تَقَرَّبُ بِهَا اَعْيُنُهُمْ وَ
 كِرَامُ بِهَا اَنْفُ شَائِعَةِ مِنَ الْحَيِّ وَالْاَوْسَرِ اَجْمَعِينَ سَلَامٌ اَللّٰهُ اَعْلَى
 الْعَظِيمِ وَسَلَامٌ عَلَى كَتَمَةِ الْمُقَرَّبَيْنِ وَاَسْمَاءِ الْمُرْسَلِينَ وَاعْتَدِ الْمُشْتَجِبِينَ
 وَعِبَادِهِ السَّالِحِينَ وَجَمِيعِ الشُّعَدَاءِ وَالصِّدِّيقِينَ وَالْاَكْبَادِ الطُّيْبَاتِ
 فِيْمَا كُنْتُمْ فِي وَتُرْوَجُ عَلَيْكَ يَا مُسْلِمُ بْنُ عَقِيلٍ بْنِ اَبِي طَالِبٍ وَرَاحَتُهُ
 اَللّٰهُ وَبَرَكَاتُهُ اَشْهَدُ اَنْكَ اَقَمْتَ الصَّلَاةَ وَاَتَيْتَ الزَّكَاةَ وَاَمَرْتَ بِمَا
 الْمَعْرُوفُ وَنَهَيْتَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَا هَدَيْتَ فِي اَللّٰهُ حَتَّى جَاهَدَهُ وَتَوَلَّيْتَ عَلَى
 مِنْ حَاجِ الْمَجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِهِ حَتَّى لَعِنْتَ اَللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ وَ

اَشْهَدُ اَنْكَ دَقِيتَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَبَذَلْتَ لِنَفْسِكَ فِي نَصْرَةِ حُجَّةِ اللّٰهِ وَابْنِ
 حُجَّتِهِ حَتّٰى اَتَاكَ اَلْيَقِيْنُ اَشْهَدُ لَكَ بِاَلْسِنَتِيْمِ وَاَلْوَفَاءِ وَالنَّصِيحَةِ لِحُكْمِ
 اَلْبَيْتِ الْمُرْسَلِ وَالسِّيَاطِ الْمُنْتَجِبِ وَالدَّلِيلِ الْعَالِمِ وَاَلْوَصِيِّ الْمُبْتَغِ وَالْمُطْلُوْمِ
 الْمُهْتَضَمِ فَجَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ رَسُوْلِهِ وَعَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَعَنْ اَلْحَسَنِ
 وَاَلْحُسَيْنِ اَفْضَلِ الْجَزَاءِ بِمَا صَبَرْتَ وَاَمْتَسَبْتَ وَاَعْنَتَ فَنِعْمَ
 عُسْبِي الْاَدَاةُ لَعَنَ اللّٰهُ مِنْ قَتْلِكَ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اُ مَرَّ بِقَتْلِكَ وَلَعَنَ
 اللّٰهُ مَنْ ظَلَمَكَ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اِفْتَرَى عَلَيْكَ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ جَهِلَ
 حَقَّكَ وَاُسْتَحَقَّتْ لِحَقِّ قَتْلِكَ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ بَايَعَكَ وَعَشَقَكَ وَخَذَلَكَ
 وَاَسْلَمَكَ وَمَنْ اَلَبَّ عَلَيْكَ وَلَمْ يُعَيْنِكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ النَّارَ
 مُنْشَاهُمْ وَبَسَّسَ الْوَرْدَ الْمَوْسُومَ وَاَشْهَدُ اَنْكَ قَتَلْتَ مُطْلُوْمًا وَاَنَّ اللّٰهَ
 مُبْتَغِيْلُهُ مَا وَعَدَ كُمْ بِحَقِّكَ نَارًا عَارِفًا بِحَقِّكُمْ مُسْلِمًا لَكُمْ قَاتِلًا لِكُفْرِكُمْ
 لَمْ تُسْقِ لَكُمْ مُعَدَّةً حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ فَمَعَكُمْ
 مَعَكُمْ لَا مَعَ عَدُوِّكُمْ صَلَوَةُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَعَلَى اَرْوَاحِكُمْ وَاَجْسَادِكُمْ
 وَشَاهِدِكُمْ وَغَائِبِكُمْ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ قَتَلَ اللّٰهُ اُمَّدَّ
 قَتْلَكُمْ بِالْاَيْدِيْ وَلَا لِسُنْ۔

یہ اذن پڑھ کر داخل ہوا اور مریخ سے لیٹ کر یا بروایتی مریخ کی طرف
 اشارہ کر کے یہ زیارت پڑھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ الْمَطِيْعُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَ
 لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْحَسَنِ وَاَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ
 عَلَى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَسَلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
 وَبَرَكَاتُهُ وَمُعَظَّمَتُهُ وَعَلَى رُوحِكَ وَبَدَنِكَ اَشْهَدُ اَنْكَ مَضِيْتُ عَلَى
 مَا مَضٰى عَلَيْهِ اَلْبَيْتُ يَكُوْنُ الْمُجَاهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَلْمُبَايَعُوْنَ فِي

جہادِ اعدائہ و نصرتِ اولیائہ فجزاک اللہ افضل الجزاء و الثمر
الجزاء و اوفر جزاء احد ممن و فی بیعتہ و استجاب لہ
دعوئہ و اطاع ولایۃ امرہ و اشهد انک قد بالغت فی النصیحة و
عمیت غایۃ المجہود حتی بعثک اللہ فی الشہداء و جعلہم و احد
مع اثنا و اح السعداء و اعطاک من جنابہ استحقاقا منزلا و افضلها
عرفا و رفع ذکرک فی الیقین و حشرک مع النیین و الصدیقین
و الشہداء و الصالحین و حسن اولیئک رفیعا اشهد انک لو تھن
و لم تنکل و انک قد مضیت علی بصیرۃ من امرک مقتدیا بالحقین
و متبعا للنیین فجمع اللہ بیننا و بینک و بین رسولہ و اولیائہ فی
منابر المخیبتین فانہ ارحم الراحمین۔

یہ زیارت پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھ کر اور حضرت مسلم کی روح
مبارک کو ہدیہ کرے اور یہ دعا پڑھے، اللھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ
وَلَا تُدْعُ لِي فِي هَذَا الْمَكَانِ الْهَلَكُومَ وَالْمُشْهَادَ الْمُعْظَمَ وَنَبَأَ الْآلِ
عَفْرَتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجَهُ وَلَا مَرَضًا إِلَّا شَفِيئَتَهُ وَلَا عَيْبًا إِلَّا
سَرَّوْهُ وَلَا بَرَقًا إِلَّا بَسْطَتَهُ وَلَا خَوْفًا إِلَّا أَمْنَتَهُ وَلَا شَمْلًا إِلَّا
جَمَعَتَهُ وَلَا غَائِبًا إِلَّا حَفِظَتَهُ وَأَذِنْتَهُ وَلَا حَاجَةً مِنْ حَوَارِجِ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ لَكَ فِيهَا رَهْمٌ وَلِي فِيهَا سَلَامٌ إِلَّا قَبَسْتُهَا يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ۔ اگر یہ زیارت وداع ہو تو مذکورہ بالا اعمال کے ساتھ یہ فقرات
بھی زبان پر جاری کرے۔

اَسْتَخُوذُ بِكَ اللّٰهُ وَاَسْتَرْعِيْكَ وَاَقْرُءُ عَلَيْكَ السَّلَامُ اَمَّا بَاَللّٰهِ
وَبِالسُّوْبِ وَبِلِقَائِهِ وَبِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ فَالْتَقِنَا مَعَ
الشَّاهِدِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُمْ اَخْرَ الْعَصْرِ مِنْ زِيَارَتِيْ قَبْرِ ابْنِ اَخِيْ

رَسُولِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَارْتَضَيْتُ زِيَارَتَهُ أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِي وَاخْتَرْتَنِي
مَعَهُ وَمَعَ آبَائِهِ فَمَا تَحْتَانِ وَعَسَرَتْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ رَسُولِكَ
وَأَوْلِيَائِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَكُونَنِي عَلَى الْإِيمَانِ
بِكَ وَالتَّصَدِيقِ بِرَسُولِكَ وَالْوَلَايَةِ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَالْإِيمَةِ
مِنْ وَلَدِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالْبِرَّائَةِ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَإِنِّي قَدْ رَضِيتُ
يَا رَبِّي بِذَلِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ - اپنے اور برادرانِ مومن
کے لئے دعا کرے۔

زیارت حضرت ہانیؑ

حضرت ہانیؑ کی قبر کے پاس جائے اور یہ زیارت پڑھے۔

سَلَامًا لِلَّهِ الْعَظِيمِ وَصَلَوْتُهُ عَلَيْكَ يَا هَانِي بْنَ عُرْوَةَ السَّلَامِ
عَلَيْكَ أَيُّهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ السَّامِعُ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلَا مِثْرَ الْمُؤْمِنِينَ وَ
الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَشْهَدُ أَنَّكَ قُتِلْتَ مَطْلُومًا فَلَعَنَ
اللَّهُ مَنْ قَتَلَكَ وَأَسْجَلَ وَكَرَّمَكَ وَحَتَّى أَقْبُورُ هُمْ فَإِنِّي أَشْهَدُ
أَنَّكَ لَقِيتَ اللَّهَ وَهُوَ رَاضٍ عَنْكَ بِمَا فَعَلْتَ وَلَصَحْتَ وَأَشْهَدُ
أَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ رَجَاةَ الشُّهَدَاءِ وَجُعِلَ رَوْحُكَ مَعَ أَمْرٍ وَأَح
السُّعْدَاءِ بِمَا لَصَحْتَ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ مُجْتَهِدًا وَبَدَلْتَ نَفْسَكَ
فِي ذَاتِ اللَّهِ وَمَرْضَا رَبِّهِ فَرَحَمَكَ اللَّهُ وَرَضِيَ عَنْكَ وَحَشَرَكَ
مَعَ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ وَحَمَعْنَا وَإِيَّاكَ مَعْصُومًا فِي دَارِ النُّعْمِ
وَسَلَامٌ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ -

پھر دو رکعت نماز پڑھے اور ہانیؑ کی روح کو اس کا ثواب پہنچا کرے۔

(مفتاح الجنان)

باب المراثی

مرزا فصیح علیہ الرحمة

لے چلے مسلم کو ظالم بام پر جب بہر قتل اک تزلزل قصر کے اس وقت زیر زمین ہوا
ابنِ مرجان نے مسلم پر کیا ترک سلام آشکارا فرق اشرف و کمینہ میں ہوا

دلگیر

جب سیر بام قتل مسلم کو لے کے یک زادِ حرام آیا
خوب رویا وہ اس کی غربت پر جو کہ اس وقت زیرِ بام آیا

ضمیر

وادرِ یغاسر مسلم کو جُدا کر ڈالا زیرِ بام اُن کا تنِ پاک اٹھا کر لایا
دبیر

چُپ بیٹھے تھے مسلم وہاں مصمم کے نیچے تھی غلّی تماشے کو کھڑی بام کے نیچے
انیس

مسلم سے کوفیوں نے بڑی بیوفائی کی گاری نہ لاش بھی مرے منہ لوم بھائی کی
انس

بھائی کے بعد زیست پہ دنیا کی خاک ہے مسلم کی بیکسی پہ جگر چاک چاک ہے
تعشّق

کوٹھے پہ تر تیغ یہ فرماتے تھے مسلم اب نام ہے خورِ شید لبِ بام ہمارا
عشّق

شرِ والا نے مسلم سے کہا فردِ شہادت میں ہمارا نام آخر ہے تمہارا نام اوّل ہے

مرزا صاحب کا پورا مرثیہ حضرت مسلم کے حال میں موجود ہے جس کا مطلع یہ ہے :-

خگر کوفیوں بہار آئی جو گلگشتِ چین کو

۱۷۳

وحید

قتل کرنے لائے ہیں کوٹھے پر مسلم کو لعین وقتِ آخر سے لبِ بامِ آفتاب آنے کو
کامل

جفا پسندوں نے یہ تدرک کی نمازی کی زمین کو فریہ کھینچی ہے لاشِ غازی کی
آغا شاعر

راہ میں اہلِ حرم کو یہ خبر فتنہ نے دی بی بیو مسلم بھی تو اے گئے ہائی کے ساتھ
خمر لکھنوی

وفا میں فرد تھا مسلم سے بیدیل کا نام لپس کے نام سے روشن ہوا عقیل کا نام
خبیر

شانِ حیدر سے رٹے کو فر میں کیا کیا مسلم پھر بھی وہ تین ہزار اک تن تنہا مسلم
فدا علی خنجر لکھنوی

اے پیش رو شہیدِ ول کے اے مسلم غریب تیرا ہو ہے زینتِ عنوانِ کربلا
عیش پار دی

رٹے مسلم ہزاروں اکیلے شہر کو فر میں شجاعت ناز کرتی ہے مجاہد ہو تو ایسا ہو
شیدی امیر حسین معجز

یہ خبر سنتے ہی سارے اہلِ شہر گھبرا گئے قتل ہائی ہو گئے میدان میں مسلم آگے

ماہِ حضرت کامل نے بھی ایک مکمل مرثیہ اس حال میں چھوڑا ہے جس کا

مطلع یہ ہے :-

عزِ غمِ فراقِ وطنِ دل کو نوکِ نشتر ہے

حضرت یکتا امر وہوی کی تصنیف

”شاہنامہ کسر بلا“

مطبوعہ ۱۹۷۹ء - کراچی

سے شعر و سخن سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کیلئے سیرت حضرت مسلمؓ پر یہ تاریخی مسلسل اشعار کا اقتباس ایک اچھا اضافہ ہے :-

حضرت مسلمؓ نے حسب حکم شاہدیں پناہ
اور دور بہر بھی ایسے آپ کے ہمراہ تھے
سب کے سب محلِ جل کے کچھ دن تو سفر کرتے رہے
بعد کچھ دن کے وہ دونوں شخص دھوکا کھا گئے
راستہ بھڑے تو ایسا دُور جا نکلے کہ ہیں
دُور تک دھونڈا نہ پانی کا کہیں پائاشاں
جستجو گولا کھ کی پانی نہ کوسوں تک چلا
مختصر یہ ہے تحملِ یاس کا جساتا ریل
ڈھونڈتے ہی ڈھونڈتے پانی وہ دونوں راہبر
ان کے مرنے سے ہوئے مسلمؓ پریشاں اور بھی
کرتے کرتے جستجو گاؤں میں پانی ملا
اور دیا غسل و کفن اُن رہبر کو لوٹ کر
لے کے دم کچھ دیر تک کیلئے اک خط لکھا
اے امامِ جنِ و انس اے رہنمائے مومنین
سُوائے گوتم ہو کے رخصت آپ سے جہم چلے

ساتھ دو بچوں کے جو کم سن تھے اُلی کوفے کی راہ
راہ اور منزل سے بوجھیں طرح آگاہ تھے
رہبری کا کام دونوں راہبر کرتے رہے
یہ نہ سمجھ ہم کہاں جلاتے کہاں پیر آگئے
تھی جہاں محروم پانی تک سے کوسوں تک نہیں
پیس کی شدت وہ گرمی الحفیظ والا ماں
یہ دعائیں تھیں خدا باہم کو کہیں پانی پلا
اور پانی کا تصور سب کو ترپا تاربا
اس سفر میں کر گئے افسوس دنیا سے سفر
جستجو کرتے تھے پانی کی سفر پر غور بھی
اپنے بچوں کو پلایا اور خود پانی پیسا
دفن کر کے گاؤں میں داخل ہوئے بار دگر
جو امامِ دین حسینؓ ابن علیؓ کے نام تھا
اے حسینؓ ابن علیؓ اے پیشوائے مسلمین
اور ہر منزل پر رک کر ہو کے تازہ دم چلے

راہبر جو ساتھ تھے بھٹکے کچھ ایسا راستہ
 ہو کے گم ہم راستہ سے اس جگہ پہنچے جہاں
 جس طرف پہنچی نظر اکلوق و دق میدان تھا
 پیاس کی شدت سے ہم سب جاں بلب ہوئے لگے
 مختصر یہ ہے کہ اس آیانہ ہم کو یہ سفر
 دل نہیں دیتا گو ابھی اس غم بے حد کے بعد
 گرجا جازت ہو تو مکہ کی طرف کو لوٹ آؤں
 ورنہ جیسا حکم ہوگا وہ بجالاؤں گا میں
 اُت تَلَط پالیا تدبیر پر تقدیر نے
 لکھ رہیوں میں یہ مسلم! آپ کے خط کا جواب
 راستہ میں پیاس سے مرحوئے ہیں راہبر
 واپسی کا یک بیک کیا ارادہ ہو گیا؟
 ہم کسی صورت لشگون اور فال کے قائل نہیں
 خود رسولِ حقؑ نے فرمایا ہے یہ کھجیہ یقین
 اور نہ دیتے ہیں کسی کو ہم اجازت فال کی
 ہے فقط اتنا ہی کافی آپ کو مکھنا مرا
 بے توقف آپ بڑھ جائیں گے کونہ کی طرف
 جلد ہی ہوں گے عمل پیرا ہدایت پر مری
 اور کریں گے کام وہ بھیجا ہے جس کے واسطے
 چل دیئے کونہ کو مسلم پاک کے یہ حکم امامؑ
 جلوہ گر جا کر بعجلت یہ سر منزل ہونے
 اور کیا محتار کے گھر آپ نے جا کر قیام

ڈھونڈنے پر بھی کسی صورت نہ پایا راستہ
 لاکھ کوشش کی مگر پایا نہ پانی کا نشان
 دُور تک دیکھا کہ غیر آباد تھا ویران تھا
 دونوں بچے ساتھ مارے پیاس کے رونے لگے
 فال بد ہے مر گئے دونوں وہ پیاس سے راہبر
 اور کیا آگے بڑھوں میں اس لشگون بد کے بعد
 ایسی گرمی میں اگر کیسے تو میں کونہ نہ جاؤں
 اس پہ بھی کہیے گا تو آگے کو بڑھ جاؤں گا میں
 یہ جواب نامہ مسلمؑ دیا شب بیدار نے
 اس کو پڑھ کر ہو جیسے اس پر عمل پیرا شتاب
 اس سے طاری ہو گیا ہے آپ پر خوفِ سفر
 آپ کا بھی کیا لشگوں پر عقیدہ ہو گیا؟
 ان میں سے کچھ بھی ہماری راہ میں حائل نہیں
 ہم ہیں اہل بیت! مطلق فال ہم لیتے نہیں
 دینِ حق کے پیروں کو کیا ضرور فال کی
 میں سمجھتا ہوں کہ جب پہنچے گا یہ نامہ مرا
 کوٹنے کو رُخ نہ فرمائیں گے مکہ کی طرف
 فوقیت دیں گے کسی شے کو نہ حکمت پر مری
 آپ ارادہ تو کریں کھل جائیں گے سب راستے
 راہ طے کرنے میں کونہ کی یا عجلت سے کام
 شہر کو نہ آگیا یہ شہر میں داخل ہوئے
 اہل کونہ جوق جوق آنے لگے سن سن کے نام

داخل بیعت یہاں آ کے سب ہونے لگے
 ہو گئے کچھ دن میں بیعت کرنیوالے میثار
 آپ سب نے کیا اقرار نصرت کے لئے
 جب یقین برتاؤ پر مسلم نے ان کے کر لیا
 اے امام مسلمین دین میں کے راہبر
 عرض کرنا مجھ کو یہ ہے آپ بعد از سلام
 ہو رہی ہے ہاتھ پر بیعت مرے کثرت کے ساتھ
 اب مناسب آپ کو یہ ہے کہ خود آجائیے
 اہل بیعت جمے ہیں آپ کے میں منتظر
 لکھ رہا ہوں یہ عریضہ ان ہی کے اصرار پر
 یوں تو یہ اک خط ہے میرا آپ کے جو نام ہے
 جس قدر بھی جلد ممکن ہو شرعی مقام
 جب یہاں اہل حکومت کو دعویٰ اس کی خبر
 خط یہ بے دنیوں نے لکھ بھیجا نیرید بخش کو
 ان دنوں ہے حضرت مسلم کا کوفہ میں قیام
 کر رہے ہیں فوج یہ اپنی فراہم رات دن
 شک نہیں یہ اطلاع ناگہانی ہے تجھے
 شہر کوفہ ورنہ تیرے ہاتھ سے جانے کو ہے
 بھیج ایسے شخص کو جو کام کر جائے یہاں
 طاق ہو دشمن کشتی میں تیز ہو چالاک ہو
 جائزہ لیکر زید بکر نے ان حالات کا
 اور کیا سر جو ن روٹی کی ہدایت پر عمل

آخرت کے واسطے تخم عمل ہونے لگے
 ایک سو دو سو نہیں تھے بلکہ اٹھارہ ہزار
 عہد سب نے دینیا خوش خوش اٹا کیلئے
 یہ حسین ذی حشم کو خطر روانہ کر دیا
 ختم کر کے آگیا کوفہ میں میں اپنا سفر
 مجھ سے واقف ہو گیا اچھی طرح کوفہ تمام
 اور بیعت بھی بہت عزت و حرمت کے ساتھ
 اور ہدایت آ کے ان لوگوں کو خود فرمائیے
 ہو رہے ہیں آپ کے مجھ سے بلانے پر مقرر
 کھینچے پڑھ کر اسے فوراً ہی آغاز سفر
 ورنہ کوفہ کے مسلمانوں کا یہ پیغام ہے
 اب یہاں آجائیے رکئے نہ مطلق والسلام
 بڑھ رہا ہے حضرت مسلم کا کوفہ پر اثر
 حکمران وقت اکیوں غفلت میں ہے ہشیا ہو
 ہاتھ پر اپنے یہ بیعت لے رہے ہیں صبح و شام
 ہو رہا ہے دیکھ کر جس کا ہمیں غم رات دن
 فکر کر کر سلطنت اپنی بچانی ہے تجھے
 اور تمنا حضرت مسلم کی برائے کو ہے
 اور مٹا دے عزم مسلم کا ابھی نام و نشان
 سلطنت سے رخنہ اندازی کا قصہ پاک ہو
 مشورہ اپنے مشیروں اور وزیروں سے کیا
 باپ کے اک میزبانی کی ہدایت پر عمل

حکم بھیجا حکیم لبصرہ عبید اللہؓ کو
 حکمنامہ ہے یہ تیرے نام اسے ابن زیاد
 یہ یقین ہے حکم کو میرے بجالائے گا تو
 میرے کوفے کے ثبوت نے تجھے ہی ہے خبر
 تاکہ پڑ جائے مسلمانوں میں باہم تفرقہ
 چاہیے جو کو لہذا چھوڑ کر لبصرہ کو جلد
 قید کر دے جا کے تو مسلم کو یا کر دے شہید
 حکم پاتے ہی زید بنحس کا ابن زیاد
 مضطرب سا ہو گیا کوئی نہ جانے کے لئے
 اور کہا عمل سے یہ اپنے کل کو کوچ ہے
 شب گذر کر سب کے سب قبل سحر بیدار تھے
 قافلہ کوفے کی جانب کو رواں ہونے کا تھا
 جو کہ تھا خط اہل بصرہ میں سے کچھ لوگوں کا نام
 خط میں لکھا تھا کہ ہم ہیں ورثہ دار مصطفیٰؐ
 حکمران تہد نے شرع رسول اللہؐ کو
 صنم دہستی سے بالکل ہی مٹا دالا ہے آج
 اہل بدعت سے بچو آگاہ کرتا ہوں تمہیں
 تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر چلو
 منحرف نہ ہوتے ہو اولاد شریف ذیشان سے
 منسلک گر تم رہو گے ہم سے اور قرآن سے
 پڑھ کے اس خط کو بہت ہر ہم ہوا ابن زیاد
 نامہ بلا اس خط کا فوراً سامنے لایا گیا

یعنی اگر او دین نے دین کے اک گمراہ کو
 جانتا ہوں کچھ دین کچھ کو ہے تیرے امتداد
 یعنی کوفہ کی طرف فوراً چلا جائے گا تو
 کہ ہے ہیں جمع مسلم ایک فوج پر خطر
 تاکہ شیرازہ بکھر جائے سرے اسلام کا
 ہو روانہ حکم پاتے ہی میرا کوفے کو جلد
 جاتا تھا انعام دل میں نام ہے میرا زیدؓ
 بدرشت و طبیعت بد نژاد و بدنہاد
 حکم سامان سفر کے واسطے فوراً دیے
 کوئی تبدیلی نہ ہوگی حکم میں یہ بھی ہے
 اور کوفے کے سفر کے واسطے تیار تھے
 لاکھ اک خط حکم لبصرہ کو مندرجہ دیا
 بھیجنے والے تھے جس کے خود حسینؑ ذی مقام
 ہیں وہی پیغمبر اعظمؐ کے شاہد ہے خدا
 یعنی آئیں خدا حکم شرعی جہاد کو
 بدعتوں سے کھیلے ہیں خوب اہل تحت و تاج
 واقعہ دین رسول اللہؐ کرتا ہوں تمہیں
 میں امام وقت ہوں میری ہدایت پر چلو
 کچھ کہو بھی تو پھر جاتے ہو کیوں قرآن سے
 آخرت میں مغفرت ہوگی تمہاری شان سے
 اور پوچھا نامہ بر اس کا کہاں ہے بدنہاد
 سامنے فوراً ہی جس کو قتل کروایا گیا

بعد اس کے فائدہ کو نہ کی جانب کو چلا
 راہ میں ٹھہر کر بل بھر کے لئے بھی زمیندار
 چاہتا تھا ایک پل میں اڑ کے کوئے پہنچ جائے
 فائدہ اس کا یونہی چلتا رہ چلتا رہ
 القرض پہنچا یہ جب کوئے توشکا وقت تھا
 اتفاقاً ان ہی روز شب میں شاہ بحر و بر
 لوگ سمجھ آگئے کوئے امام با وقار
 بہر استقبال ہاں سب گھروں سے آگئے
 غلغلہ سن کر یہ شب کو نعرہ ہائے پاک کا
 بندہ مارے خوف کے دارالامارہ ہو گیا
 لیکن اس کو جب ہوا معلوم ہوا کہ اس کا زیادہ
 تب نشان خسروی قلعہ کا دروازہ کھلا
 اہل کوئے نہ جب دیکھا نہیں آئے امام
 شب گز کر صبح کو ابن زیاد بندہ بر گہر
 کہہ رہا تھا آئیں فوراً کل عمارت شہر کے
 حکم ہر گوشہ میں کوئے کے یہ پہنچا جلد تر
 دیکھ کر ان اہل کوئے کو عبید اللہ نے
 ایسی باتیں کیں کہ جن سے خوف طاری ہو گیا
 صاحب عزت تھے تب بے عزت سے ڈر گئے
 ہو گیا ہر کس بجائے خود پر گندہ خیال
 دیکھ کر وحشت زدہ ان سب کو اس تقریر سے
 حکم یہ جاری کیا ان میں سے ہر اک فرد پر

ساتھ بصرے سے شریک ابن الاغور کو لیا
 گو کہا بھی ایک اس کے ہمسفر نے بار بار
 جلد ملن جس قدر ہو جائے مسلم کو ستائے
 اور دل میں اشتیاق انعام کا پلستار
 شب کی تدبیر ہی میں یہ شہر میں داخل ہوا
 آنے والے تھے بہت تھکی گرم آنے کی خبر
 جن کا جی سنی سے سب کو تھا بہت ہی انتظار
 نعرہ یا بن رسول اللہ فضا پر چھا گئے
 شبہ حاکم کو ہوا ابن شہر لولاک کا
 خواب گاہ خاص میں نعمان جا کر سو گیا
 اور یہ سمجھا اس کے آنے سے تو ہے اپنا مفاد
 اور ہاتھوں ہاتھ بڑھ کر اس کو بے دین لے لیا
 لوٹ آئے سب گھروں کو اپنے بے نیل و رام
 تھا بہت خوش کمر سنی ظلم و ستم پر بیٹھ کر
 کچھ سخن لانے ہیں لب پر مجھ کو جبر و قہر کے
 حکم سننے ہی ہوئے حاضر شیوخ معتبر
 دشمن دین نے عدو حق نے اور گمراہ نے
 ہر بشر ہوش و حواس اپنے مکمل کھو گیا
 چند خوف آمیز فقرے کام اپنا کمر گئے
 ہو گئے طاری ہر اک دل پر غم و رنج و ملال
 کام چلتا دیکھ کر لیل اپنی اس تدبیر سے
 فرض ہوا جب ہے تم میں سے ہر اک فرد پر

کوچہ کو پشہر میں ایسی کرے وہ گفت گو
 کون رکھتا ہے خیال اپنا خلافت سلطنت
 ایسے شخصوں کی مرتب کر کے سب فہرست دیں
 ادر کر یگا جو بھی اخفائے عدو سلطنت
 کچھ رعایت کی نہ جائے گی عمر جو خواہ زیر
 قتل کر دوں گا اُسے کیا منحصر ہے قید پر
 اُس کا اک لمحہ میں کل گھبراؤں جا جائیگا
 اس سے زائد اپنی میں تقریر کو دوں گا نہ طول
 گل عائد سن کے یہ تقریر تھرانے لگے
 مشفق تھے جو حکومت سے قوی دل ہو گئے
 غار مختار میں مسلم کا خطاب تک قیام
 اور دیکھی اہل کوفہ کی نظر بدلی ہوئی
 آگے مختار کے گھر سے یہ ہائی کے یہاں
 تھا شریک ابن الاعور کا بھی اس گھر میں قیام
 سن کے یہ ابن زیاد بد گھبر کہنے لگا
 یہ خبر پا کر شریک ابن الاعور خوش ہوئے
 کل عیادت کو مری آنے کو بے ابن زیاد
 پائیں گرموقع تو فوراً قتل کر دیجئے اُسے
 اس کا سر کر دیجئے اک وار میں من سے جدا
 صبح کو ابن زیاد آیا عیادت کے لئے
 ویرانہ حالات نو کے تذکرے کرتا رہا
 مانگ کر پانی اشارہ ابن الاعور نے کیا

ہر محلہ میں کرے وہ بہ تلاش و جستجو
 کون پھیلا تا ہے حال اپنا خلافت سلطنت
 سب کو چن چن کرین طاہر نہ کچھ اخفا کریں
 بر جو لائیگا تمنائے عدو سلطنت
 خواہ کتنا ہی معزز ہو کیا جائیگا قید
 ظلم سے میرے وہ پھر مطلق نہ پائے رگامفر
 جو بعد از عقل ہوں گی وہ نہ اس پائیگا
 مجھ سے کچھ بھی رحم کی امید رکھنا ہے فضول
 آنے والے وقت کی وحشت کا غم کھانے لگے
 شوق سے احکام حاکم پر وہ عامل ہو گئے
 جب سنایا حاکم ظالم کا ہے اب حکم عام
 اپنی بجائے رہائش آپ نے تبدیل کی
 جان کر مانی کے گھر کو کچھ حفاظت کا مکان
 اتفاقاً کے بظان کی صحت کا نظام
 کلی کو میں بہر عیادت جاؤں گا اگر جاسکا
 قرب پا کر حضرت مسلم سے یوں کہنے لگے
 آپ اگر چاہیں تو کر لیں اس سے کچھ حاصل عفا
 میں اشارہ جب کر دوں تو زردیں لے لیجئے اسے
 بعد اس کے جو بھی کچھ ہو گا وہ دیکھا جائے گا
 اور طبیعت پوچھنے کے واسطے لب و لکھ
 دولت عصیاں سے دامن زلیت کا بھرتا رہا
 حضرت مسلم نے خالی اس اشارے کو دیا

یعنی اب کرتے ہیں اب کرتے ہیں مسلم اس پر وار ہو گئے مجبور جب یہ ابن الا عورہ دیکھ کر حضرت مسلم مگر کچھ بھی نہ ٹس سے مس ہوئے کیوں بناؤ تو سہی زندہ اسے جانے دیا اس لیے میں بخیر ڈالا ارادہ اے شریک کہہ دیا گھر میں مرے یہ قتل تو ہو گا برا وجہ لفظ کن، حبیب حق شہزی بھانڈا کی ہرگز او مطلق نہیں ہے شیوہ اہل خدا ابن الا عورہ کی اسی تکلیف میں رحلت ہوئی حضرت مسلم کا دھوکے سے لگا لیا پیتا جس جگہ کا خواب میں بھی ہونہ سکتا تھا کہاں کسی طرح ان کی گرفتاری عمل میں لائی جائے کوئی مشکل تو نہیں ان کی گرفتاری مگر کیوں پنہاں اپنے مکان میں اس نے مسلم کو کیا میں نے اپنے گھر میں مسلم کو چھپایا ہی نہیں پہلے مستحکم کیا جائے وہاں ان کا قیام میرے ہاتھوں سے بہت انعام سونپا ہے تو ٹوٹی کر یہ کام تو اس کام پر مامور ہے جانتا کوئی نہیں تجھ کو یہاں میسر غلام جلدانی کے یہاں جانچھ سے لے کر یہ قسم اور یہ کہہ نامہ بری پیش ہے میرا مستقل دین کے والی امام عتقی کے پاس سے

ابن الا عورہ نے کیا مسلم کا بے حد انتظار اپنے تجربے سے نہ نکلے حضرت مسلم مگر صورت بزیان میں وہ شعر اک پڑھنے لگے بعد کو مسلم سے پوچھا کیوں نہیں صلہ کیا آپ نے فرمایا کچھ اولیٰ تمہیں کیا اے شریک اک تو بانی نے مجھے باز اس ارادے سے رکھا دوسرے ہے اک حدیث ایسی رسول اللہ کی جس سے ہے واضح کہ دھوکے سے کسی کو مارنا الغرض اس واقعہ کے تین دن کے بعد ہی ان دنوں ہی اک غلام ابن زیاد نخس کا حضرت مسلم ہیں بانی ابن عروہ کے یہاں بیٹھ کر کچھ دیر کو ہونے لگی آپس میں رائے یہ کہا ابن زیاد و بدگہر نے سوچ کر ہم کو بانی کو بھی تو اس کا چکھانا ہے مزا بعد میں بانی نے یہ انکار کر جلے کہیں اس لیے میرے فدائی اے مرے سچے غلام بعد اس کے کام تیرا ہے اگر کر جائے تو پیکر و آل محمد کا تو یہاں مشہور ہے یہ تری شہرت عجب انداز سے آئی ہے کام میں تجھے دیتا ہوں کچھ معقول تعداد درہم سے پہلے جاکے تو بانی بن عروہ سے مل کر رہا ہوں میں حسین ابن علی کے پاس سے

مجھ کو بھیجا ہے انہوں نے ایک کچھ دام و درم
 جلکے تو مسلم سے مل بانی بن عروہؓ کے گھر
 اور کہہ دینا کہا ہے یہ قسم ہے لیجئے
 جب کہہ گا تو یہ بانیؓ سے تو وہ بے اختیار
 سارا قہر ان کے چھینے کا سدا دے گا تجھے
 اس کا کہنا اور ملادینا سند ہو جائے گا
 تاکہ بانیؓ ہی کی پہلے میں گرفتاری کروں
 سن کے معقلؓ نے کہا جو حکم ہو بر لاؤں گا
 کہہ کے یہ عیار سوئے خفا نہ بانیؓ چلا
 اور ملا بانیؓ سے جا کر اس ہی چالاکی کے ساتھ
 اور جو کچھ بھی کیا تھا طے وہی اس نے کیا
 نیک دل بانیؓ خوش اطوار دھوکا کھا گئے
 جا ملایا اس کو فوراً مسلمؓ دیندار سے
 مل کے معقلؓ حضرت مسلمؓ سے کوٹا ماشاد
 سن کے مل احوال معقل سے بہت ہی خوش ہوا
 آدمی اک خدمت بانیؓ میں پھر بھیجا گیا
 حاکم دوران نے نظروں پر چڑھایا ہے تجھے
 سن کے یہ دارالامارہ کی طرف بانیؓ چلے
 داخل دارالامارہ بانیؓ بے کس ہوئے
 مبتلائے غم بلا کر ناگہانی کر دیا
 حضرت مسلمؓ نے بانیؓ کی گرفتاری سنی
 سن کے ان کو یہ خبر بے حد ہی رنج و غم ہوا

اور کہا ہے مجھ سے اپنی جان کی لئے کر قسم
 اور رقم خود کا تھ میں دینا یہ ان کے جانچ کر
 جس جگہ بھی ہو ضرورت صرف اس کو بھیجے
 تجھ کو نامہ بر سمجھ کر تجھ پر کر کے اعتبار
 حضرت مسلمؓ سے فوراً ہی ملا دے گا تجھے
 پھر نہ وہ اس امر سے انکار کرنے پائے گا
 بعد کو مسلمؓ پر میں حملہ کی تیاری کروں
 خانہ بانیؓ پر مسلمؓ کی رقم لے جاؤں گا
 دشمن جانیؓ اہل دین ربانیؓ چسلا
 بے تحجک بے خوف عتباری و میاکی کے ساتھ
 جتنا دے سکتا تھا جلی بانیؓ کو اس نے جل دیا
 آدمی ہی تھے فریب شیطنیت میں آ گئے
 مل کے مسلمؓ خوشی سے معقلؓ مٹا کر سے
 منتظر بیٹھا ہی تھا اس کا ادھر ابن زیادؓ
 ایک انعام گران قیمت اسے فوراً دیا
 جس نے جا کر بانیؓ بے دست و پا سے یہ کہا
 چل ابھی دارالامارہ میں بلایا ہے تجھے
 صید بے بس ہو کے سوئے دشمن جانیؓ چلے
 پھنس کے اس کے حال میں لاچار اور بے بس ہوئے
 بنڈان کو حبیل میں تاحکم ثانیؓ کر دیا
 حکمران ٹوکی چالاکی و عتباری سنی
 ظلم بے جا پر مزاج ان کا بہت برہم ہوا

خاندان ہائی سے باہر گئے ہمت بدوش
اور خود اس لشکر بسیار کے بن کرامیر
ایک پل میں کر لیا دارالامارہ کا حصار
ہو گیا وحشت زدہ و خوف خورہ پڑ ملا
اگر مقابل آکے ہوتا ان سے ہو جاتا تباہ
کچھ شیوخ اہل کوفہ کا تھا صحبت میں قیام
چاہتے ملنا بھی تو اس وقت مل سکے نہ تھے
کام میں لا کر وہ بس انداز جبر و قہر کو
چل گیا جو چلنے والی تھی سیاست خیز جال
ڈال کر کچھ اپنی سلطوت کا مزید ان پر اثر
چور دروازہ محل کا کھول کر باہر کیا
حضرت مسلم ہیں باغی تم نہ ان کا ساتھ دو
اور کہو ان سے کہ تم ہو جاؤ مسلم کے خلاف
آؤ گے منہ پر حکومت کے تو منہ کی کھاؤ گے
سیکڑوں انسان برہم پائے بیرون محل
اُس طرف اس حاکم کوفہ کے جبر و قہر نے
ایسی تقریریں کرائیں چھا گیا خوف و خطر
صاحب تیغ و سناں تھا صاحب گفتار تھا
اہل کوفہ کچھ بتاؤ تو یہ تم کرتے ہو کیا
ہو جو عاقل اس بنیادت میں ذرا حصہ نہ لو
ایک باغی کے بجائے لاؤ نہ تم فرمان کو
گہوڑوں کے ساتھ تم گھن کی طرح پس جاؤ گے

تاب مضطربان کور ہی باقی نہ رہی پوشی کا ہوش
کچھ قبائل سے کیا لشکر فراہم اک کشیر
جا چڑھے دارالامارہ پر قطار اندر قطار
دیکھ کر انداز یہ ابن زیادؓ بد خصال
کیونکہ اس کے پاس تھی اس وقت تفویض کیا
تھے علاوہ مختصری فوج کے تھوڑے غلام
اس حصار پر خطر سے جو نکل سکتے نہ تھے
دیکھ کر بیٹھا ہوا پاس ان شیوخ شہر کو
کر گیا ابن زیادؓ اس وقت دانائی کمال
ان شیوخ شہر کوفہ میں سے جو تھے معتبر
ایسے آڑے وقت میں اپنے یہ کام اُن سے لیا
اور کہا تم جاکے ان انصارِ مسلم سے کہو
جس قدر بڑھا سکو بھر کا دوسلم کے خلاف
ہو کے باغی ساتھ میں سلم کے تم کچھتاؤ گے
وہ شیوخ شہر کوفہ آئے بیرون محل
اس طرف تو ان کو بھڑکایا شیوخ شہر نے
سارے سرداروں کو بلانی چھتوں پر بھیج کر
اک کثیر ابن شہاب ان میں بڑا سردار تھا
چڑھ کے صحبت پر اس نے یہ دارالامارہ کی کہا
خیریت اس ہی میں ہے اپنے گھروں میں چھپاؤ
معنت میں ڈالو نہ خطر میں تم اپنی جان کو
کچھ نہ ہو گا اس سے حاصل کچھ نہ اس پاؤ گے

دیکھ سکتی ہے تمہیں اس طرح کب چشم نیرید
 سوچ لو اب بھی نہیں آنے کے ہوتے باز کیا
 تم اگر اس وقت جاؤ گے نہ اپنے اپنے گھر
 جس قدر جنگ آزمایا میں فوجہائے ملک شام
 بھیج کر تم کو تمہارے گھر کو لوٹا جائے گا
 جان اور عزت اگر پیاری ہے تو اچھا دینا
 حضرت مسلم کی گویا اس جماعت پر گریں
 صاحبانِ دل کے دل پہلو میں گھبرانے لگے
 ادیں آئیں خوشامد سے پسر کو لے گئیں
 یہ سمجھ لو موت کا لبس اپنی پیغام آگیا
 دم کے دم میں صاف ہر دوں میدان ہو گیا
 تیس کل انفاس تھے جن پر وہ کر سکتے تھے ناز
 اور مسلم مبتلائے صد مصائب ہو گئے
 دوسرے دل میں کھڑے ہو کر وہاں لائے بہت
 خانہ طوطہ پر پہنچی دفعتاً ان کی نگاہ
 ایک نعمت تھی وہ طوطہ کی غنایت آپ کو
 ختم بالکل ہو گئے مسلم کے سارے کز و فر
 جاگ اٹھی قیمت مری ان کا مقدّر سو گیا
 شہر کو ذہ کے زمین و آسمان پر چھا گیا
 کو فیو! منڈلا رہے ہیں سر پہ بادل قہر کے
 مسجد جامع میں آئیں اور سنیں میرا بیان
 خانہ روئیں پر مسلط اہل دنیا ہو گئے

آنے والے ہے تمہارے سر پہ اب فوج مزید
 خود سمجھ لو اس کی ہوگا فوج کا انداز کیا
 کھاکے میٹھا ہے قسم ابن زیاد خوش سیر
 ضبط کر کے کل ذلت اور جاگیریں تمام
 قتل بیگاری کے تم کو ان میں بھیجا جائے گا
 حاضر و غائب میں بھی مطلق نہ ہوگا امتیاز
 یہ صدائیں یکدیاں بن کر سماعت پر گریں
 چھوڑ کر میدان گھروں کو اپنے سب جانے لگے
 بیٹیاں نکلیں گھروں سے اور پدر کو لے گئیں
 خوف چھایا سب پر یہ بگر شکر شام آگیا
 الغرض کل شکر مسلم پریشان ہو گیا
 جب اٹھے مسلم ادا کرنے کو مغرب کی نماز
 بعد کو وہ تیس بھی نظروں سے غائب ہو گئے
 رہ گئے بالکل ہی جب تنہا تو گھبرائے بہت
 سوچتے تھے اب کہاں جائیں کہاں پائیں پناہ
 شب بسر کرنے کی اس نے دی اجازت آپ کو
 اس طرف ابن زیاد اب کو پہنچی یہ تعبیر
 منتشر سب شکر انصار ان کا ہو گیا
 سن کے یہ قصر امارت سے نکل کر آگیا
 گوشے گوشے میں کرا دی یہ منادی شہر کے
 کل شیوخ و اہل کو فہ اہل شکر پاساں
 جمع سب مسجد میں آکر اہل کو فہ ہو گئے

یہ کیا ابن زیاد نے اس نے اعلانِ عام
 حکم دیدیتا ہوں جو بھی میں وہ ہوتا ہے اٹل
 یہ کیے دیتا ہوں سن لو آج میں اعلانِ عام
 حضرت مسلم ہیں باغی ان کو جو دیر کا پناہ
 بعد کو میں عذر اس کا کوئی سننے کا نہیں
 بس یہی کہنا تھا تم لوگوں سے جا سکتے ہو تم
 اس کا میں بے انتہا انعام بخشوں گا تمہیں
 پھر ہوا دارا لامارہ میں طلب ابنِ نمیر
 اُس سے یہ بولا کہ تو ہے کو تو الٰہی ہوشمند
 اور پھر ہوا ایک اک گھر کی تلاشی جب یہ
 جلد تر اُن کو پکڑ کر لاؤ میرے سامنے
 کو تو الٰہی شہر کو مطلق نہیں مشکل یہ کام
 پھر عمر ابنِ حریث آیا طلب کردہ یہاں
 حکم یہ تجھ کو دیا جاتا ہے اُس نے اے عمر
 فوج جتنی جمع ہو جائے اُسے تو کم سمجھ
 اس کے یہ احکام سننے ہی عمل ہونے لگا
 صبح کو فرزندِ طوع نے خبر یہ آ کے دی
 یہ خبر سننے ہی خنداں ہو گیا ابنِ زیاد
 اور دو شخصوں سے یہ بولا کہ جاؤ اسکے ساتھ
 دیر اک پل کی لگاؤ تم نہ اب اس کام میں
 جو بھی تم انعام مانگو گے وہ بخشوں گا تمہیں

حاکم جابر ہوں ہے میرا عبد اللہ نام
 اس کی کچھ ہوتی ہے رد اس کا نہ کچھ ہوتا ہے حل
 شک نہیں اس میں ذرا مطلق نہیں اس کی کلام
 قتل میں اس کو کرادوں گا نہ مانگوں گا گواہ
 کھہر رہا ہوں صاف میں تم سے کرو میرا یقین
 بلکہ مسلم کو پکڑ لاؤ جو لا سکتے ہو تم
 دے سکوں گا جس قدر جاگیر دیدوں گا تمہیں
 جسے پوچھا حکم میرے واسطے کیا ہے امیر
 حکم ہے میرا کہ خود شہر کے ناکے ہوں بند
 تاکہ آسانی لگانے میں ہو مسلم کا پستہ
 اس سے پہلے کچھ بھی ہوت اؤ میرے سامنے
 در نہ چھین جائے گا تجھ سے کو تو الٰہی کا نظام
 اور ملا اس کو بعد تعمیل یہ حکم گراں
 فوج کی بھرتی یہاں تو پھولوے دل کھول کر
 در نہ بنظم حکومت در ہم و بر ہم سمجھ
 سلطنت کا عقد دشوار حل ہونے لگا
 شب سے مسلم کو چھپا رکھا ہے مادر نے مری
 اس خوشی میں رقص ماکرنے لگا وہ بد نہاد
 اور سپاہی جس قدر چاہو وہ لے لو اپنے ساتھ
 لاؤ مسلم کو پکڑ کر جلد میرے دام میں
 یعنی منہ مانگی مرادیں آج میں دوں گا تمہیں

حضرت مسلم نماز صبح میں مصروف تھے
 آپ نے فوراً اذان فرمائی دو رکعت نماز
 پھر بعد غلبت سب سے ہتھیار ہٹانے تمام
 دیکھتے ہی آپ کو سب ایک جانب بڑھے
 آپ پر مل کر لیا ایک سب نے حملہ کر دیا
 جنگ آپس میں پھر ان کے دو بدو ہونے لگی
 منکرین دین حق سے بڑھ کے آپ ایسا لڑے
 ڈیڑھ سو بے دین بڑھتے ہو گئے
 سر پر رکھ کر پاؤں بھاگے تھے جو باقی ڈیڑھ سو
 سن کے یہ ابن زیاد بد کبر گھبرا گیا
 بعد اس کے اور بھیچے پانچ سو اس نے سوار
 ہو گئے ان میں سے کچھ تو در کے میدان سے فرار
 رہ گئے باقی سپاہی صرف گنتی کے پچاس
 حاکم کو فم سے جا کر پھر ملک مانگی گئی
 کچھ دیا امداد فوجی کا نہ مطلق نام لے
 ابن اشعث سن کے یہ سردار کو فم کا جواب
 آپ اب بالکل نہ گھبرا بلکہ خدا اس کا گواہ
 آپ نے فرمایا بس خاموش ہو تو اسے یمن
 حضرت مسلم کا یہ سن کر جواب تند و تیز
 پھرتوں سے بھاگے پھر اک سمت سے حملہ کیا
 دفعتاً پیشانی اقدس پر اک پتھر لگا

تین سو بے دین گرفتاری کو ان کی آچڑھے
 حق و باطل کا نمایاں ہو رہا تھا امتیاز
 اکے باہر آپ نے دیکھا ہیں تیغیں بے نیام
 اس طرف بھی حضرت مسلم کے کچھ تیور چڑھے
 آپ نے بھی تیغ جو ہر وار کو عسریاں کیا
 سخت تر تیغ آزمائی رو برو ہونے لگی
 پشت کی جانب کو اپنے سب کو رنج کرنے پڑے
 حشر تک کے واسطے مقتل میں آکر سو گئے
 اپنے فرمایا کیوں بھاگے؟ ذرا ٹھہرو۔ رکو
 دل میں کیا جامہ تھا اس نے اور کیا ظاہر ہوا
 ان میں بھی مسلم نے ڈالا بڑھ کے ایسا انتشار
 کچھ ہوئے آکر مقابل، تیغ مسلم کا شکار
 دیکھ کر یہ ابن اشعث کو ہوا بچہ ہراس
 ابن اشعث سن کی گھردہ خواست یہ خالی گئی
 اب تو کچھ چالاکي و دھوکہ دہی سے کام لے
 حضرت مسلم کے پاس آیا کیا ان سے خطاب
 آپ کو اب ہم حکم خاص دیتے ہیں پناہ
 مجھ کو تجھ جیسوں کے حکم خاص کی حاجت نہیں
 ابن اشعث ہو گیا حضرت پر بیدار خشم ریز
 آپ کا جس سے تن اظہر بہت زخمی ہوا
 خون میں حرجس کے باعث نکل رنج انور ہوا

سے پانک ہو گئے آپا مقدرز غول سے چور
 بیٹھنا ہی پڑ گیا لگ کر درا دیوار سے
 گھر سے نکلا دیکھ کر یہ صاحب خانہ بکیر
 بلکہ اگر وقتاً تنوار سے حملہ کیا
 اس ہی حالت اور کمزوری میں اٹھ کر اپنے
 اور آبیٹھے وہیں پر زخم خوردہ غم گار
 اس پر پیاس اتنی زبیل تھی خشک اور دل تھا کیا
 آپ نے ہر دشمن دیں سے کیا پانی طلب
 تشنگی سے آپ کی بلکہ اٹھایا فائدہ
 آپ نے اس خشنگی میں بھی دیا اسکا جواب
 کچھ کو مارا کچھ لعینوں کو جھگایا آپ نے
 اور طلب پانی لعینوں سے کیا بار دیگر
 آپ نے چاہا پئیں پانی، مگر پانی کا جسم
 جھک کے دیکھا تھا کہ خون آلود پانی ہو گیا
 آکے مارا پشت سے نیزہ کسی بے دین نے
 آپ اس نیزہ کے صدمہ سے زیں پر آ رہے
 بے کسی کی زد میں آ کر زندگی گھبرا گئی
 ظالموں کو ورغلا یا خواہش انعام نے
 دیکھ کر اس طرح زخمی دیکھ کر یوں خستہ حال
 کیوں خروج آ کر کیا تھا تم نے شاہ وقت پر
 آپ نے فرمایا ناہنجا ربکت کیا ہے تو؟

ہو گئی طاقت بھی کم گھٹنے لگا آنکھوں کا نور
 کوئی گوشہ بھی مگر خالی نہ تھا اغیار سے
 اس نے پھینکے آپ کی جانب پتھر اور نہ تیر
 جس سے زخمی آپ کا فوراً لب بالا ہوا
 کاٹ کر سوس کا پھینکا دس قدم پر آپ نے
 زخم اتنے تھے نہ آتا تھا کسی ہیلتھ رار
 کم تھا گہر زخم سے آتی صدائے آب آب
 آپ کو پانی پلا دیتے ۹ وہ اہل دل تھے کب
 یعنی مل کر سب نے پھر یک بار گ حملہ کیا
 اور جواب لا جواب الیسا نہ لائیں جس کی تاب
 ہاں نہ چھوڑا جس کو اپنی زوہر پایا آپ نے
 ایک نے دو کھونٹ پانی لادیا کچھ سوچ کر
 ہو گیا بیکار فوراً بھر گیا خوں سے تمام
 حلاک اس سمت سے پھر ناگہانی ہو گیا
 بے اصولی جنگ کی برقی یہ بے آئینی نے
 دشمن دیں دیکھ کر یہ آگئے ہر سمت سے
 ہو گئے بس گزرتاری عمل میں آ گئی
 نے گئے ابن زیاد بد گہر کے سامنے
 حضرت مسلم سے سختی سے کیا اس نے سوال
 اس کی شان خسروی پر کیا نہ پہنچی تھی نظر
 کس کو شاہ وقت میرے سامنے کہتا ہے تو

صرف اب دنیا میں شاہِ دین دنیا ہیں حسینؑ
 میں نے جو کچھ بھی کہا حکمِ شرع سے کیا
 حضرتِ مسلمؑ کی کر کے گفتگو کو ناپسند
 ہے کوئی تم میں؟ جو لچکائے انہیں بالائے بام
 یہ سخن سنئے ہی فوراً بول اٹھا ابنِ بکیت
 پھلا وہ حضرتِ مسلمؑ کو ظالم ٹوٹے بام
 جا کے اوپر آپ نے مکہ کی جانب رخ کیا
 السلام اے یاوردین محمدؐ السلام
 آرزو یہ کتنی کر لیتا زیارت آپ کی
 آرزو میری مگر پوری یہ ہو سکتی نہیں
 بعد اس کے ہاتھ پھیلائے دُعا کے واسطے
 پھر کہا قاتل سے حاصل جا کے بالانعام کر

تاج و تختِ دین احمدؑ کے خلیفہ ہیں حسینؑ
 مر رہا ہوں اُن پر میں ان کی ہی الفت میں جیا
 غینظ میں آکر وہ یوں بولا باوا ز بلند
 اور کرے اک وار میں ان کا وہاں قصہ تمام
 حکمِ شاہی کے بجالانے کو ہے حاضرِ حقیہ
 ہر قدم پر آپ کچھ فرماتے جاتے تھے کلام
 اور شرع دین کو مخالف کر کے برو کر کہا
 السلام اے شاہِ برحق اے حسینِ ذی مقام
 دیکھ لیتا اور میں اک بار صورتِ آپ کی
 کیونکہ بعد اک لمحہ کے ہے شہدائی بالیقین
 لب پہ بھی الفاظ کچھ آئے دُعا کے واسطے
 دیکھ لیتا ہے ہاں اٹھا تلوار اپنا کام کر

ہو کے خوش اس نے اٹھائی آپ پر تیغِ دودم
 کر دیا اک وار میں تن سے سرِ اقدسِ قلم



قطعہ تاریخ

طبع دویم سوانح حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام

حضرت آفا سروش لکھنوی

جنس گراں عمل کی رکھتی ہے اپنی قیمت دنیا میں اجر و ثواب عقیل میں قصرِ جنت
آلِ نبی کے در سے بھی پائی عزت قسمت سے بن گیا وہ پیغمبرِ مودت
جاننا زیاں دکھائیں ہر کوہ و دشت و دریاں سرِ بانو لعل اپنی کی جان دے کے خدمت
ہر کوفہ و مدینہ آما جگہ ہے اب بھی قربانیوں سے ان کی قائم ہے اب بھی عظمت
نشر و اشاعتِ دین کب ہے جہاد سے کم انکے لئے ہے جنگ و غم کے بیاں پر قدرت
اب کربلا نہیں ہے حالاتِ کربلا ہیں ان واقعاتِ غم کے لکھنے کی ہے ضرورت
اس کی مصیبتوں کی مسلم سے ابتدا ہے آغاز کی مصیبت انجام کی مصیبت
اہلِ عراق کی آنکھیں نم ہونگی اسکو پڑھ کر تحریرِ حالِ مسلم بھی دین کی ہے خدمت
انمول موتیوں کو لیتے ہیں مول جی سے ایسی حسینیوں کو مولا سے ہے عقیدت

جنت میں فاطمہؑ کی بخشش کے مستحق ہیں

حیدر علی نے چھاپی مدحِ شہیدِ غربت

۳۷۹

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
يَا صَاحِبَ الْعَصْرِ وَالزَّمَانِ الْمَدْدُ

قسم خدا کی بڑانیک کام کرتے ہیں
غیم حسین کا جو اہتمام کرتے ہیں

نافر کتاب

حسین حسین

مرتبہ و مولفہ
محمد وصی خاں

شخصیتِ امام عالی مقام پر اجیرت انگیز معلقات
تحقیقی بے مثال۔ مضامین کا نایاب مجموعہ جس کو پہلی
بار اس کتاب میں یکجا کیا گیا ہے، ہزاروں سال کی محنت
ہزاروں سال کا پتھر اور ہزاروں روپیہ کی کتابوں سے حاصل

کیا ہوا مواد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
رَحْمَةُ اللَّهِ بَكْ اِي جَنَسِي
بالمقابل بڑا امام بارگاہ، گھارا اور کراچی ۷۴۰۰۰

فون 2431577

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین

شہید

حسین